فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 2

سَیَقُوْلُ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ



بیت اللہ

محبت الٰہی

حلال وحرام

نیکی

اسلام

طلاق

نکاح

انفاق

خاندانی زندگی

صبر

حج

نماز

روزہ

سوال وجواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر1

﴿ سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۭ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (142) ﴾

''جلد ہی لوگوں میں سے بے وقوف کہیں گے کہ انہیں کس چیز نے ان کے اس قبلے سے پھیر دیا ہے جس پر وہ تھے؟ آپ کہہ دو: مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔''(142)

سوال 1: ﴿ سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ﴾ ''جلد ہی لوگوں میں سے بے وقوف کہیں گے کہ انہیں کس چیز نے ان کے اس قبلے سے پھیر دیا ہے جس پر وہ تھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ ﴾ ''جلد ہی لوگوں میں سے بے وقوف کہیں گے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے ازلی علم سے یہ خبر دی ہے کہ جلد ہی لوگوں میں سے بے وقوف اعتراض کریں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس کے مصالح کو نہیں پہچانتے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ سے پہلے اعتراضات کی خبر اس لیے دی تا کہ مومنوں کے دلوں پر اس کا اثر کم ہو اور ان کے دل زیادہ متاثر نہ ہوں۔ (ایسر التفاسیر:70/9) تا کہ مومن قبل از وقت اعتراضات کا جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔ ﴿3﴾ ﴿ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ﴾ کس چیز نے انہیں ان کے قبلے سے پھیر دیا ہے۔ ﴿4﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی شریعت اور اس کے فضل و کرم پر اعتراض ہے۔ ﴿5﴾ اللہ رب العزت نے یہ بات اس لیے کہی کہ عقل مند شخص کو بے وقوف کی باتوں پر دھیان نہیں دینا چاہئے۔ ﴿6﴾ یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر وہی شخص اعتراض کرتا ہے جو بے وقوف اور جاہل ہو اور عقل مند یعنی ہدایت یافتہ مومن تو اپنے رب کے ہر حکم کی اطاعت کرتا ہے اور اس کو راضی کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ ﴿7﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾ پس! تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے۔ (النساء:65) ﴿8﴾ ﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ﴾ درحقیقت مومنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرماں برداری کی۔ (النور:51) ﴿9﴾ ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ﴾ اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو۔ (الاحزاب:36)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو ﴿ السُّفَهَآءُ ﴾ کہا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہود کو السُّفَهَآءُ (بے وقوف) کہا ہے۔(جامع البیان) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے عرب کے مشرکوں، علمائے یہود اور منافقوں کو سفہاء کہا ہے۔

سوال 3: قبلہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قبلہ سے مراد وہ مرکز عبادت ہے جس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی جاتی ہے۔ ﴿2﴾ اصطلاحًا وہ بیت العبادت ہے جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔(سراج البیان:49/1)

سوال 4: قبلہ مقرر کرنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: قبلہ مقرر کرنے کا اصل مقصد عبادت کو منظّم کرنے کے لیے ایک عام رخ کا تعین کرنا ہے۔

سوال 5: قبلہ اول بیت المقدس کو تقدس کیسے حاصل ہو گیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ قبلہ اول بیت المقدس کو تقدس اس لیے حاصل ہو گیا تھا کہ بیت المقدس پہلے انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا تھا۔ ﴿2﴾ مدینہ میں رہنے والے یہودی اور عیسائی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے عبادت کرتے تھے۔ ﴿3﴾ مدینہ آنے کے بعد نبی ﷺ نے وحی نازل ہونے سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی سنت پر عمل کیا، یوں بیت المقدس کو تقدس حاصل ہو گیا۔

سوال 6: قبلے کی تبدیلی کا حکم مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے کتنے عرصے بعد آیا؟

جواب: قبلے کی تبدیلی کا حکم مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے تقریباً سولہ یا سترہ ماہ کے بعد آیا۔

سوال 7: مدینہ میں ہجرت کے بعد بیت المقدس کو قبلہ کیوں ٹھہرایا گیا؟

جواب: مدینہ میں ہجرت کے بعد بیت المقدس کو قبلہ ٹھہرایا گیا۔ اس میں مہاجر مسلمانوں کی آزمائش تھی کہ جن لوگوں نے ہجرت کی ہے، کیا ان کے دلوں کی ہجرت بھی ہوئی ہے یا نہیں؟ اور گھر بار چھوڑنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق قبلے کو بھی چھوڑ دیا ہے یا نہیں؟

سوال 8: قبلے کو کیوں تبدیل کیا گیا؟

جواب: قبلے کی تبدیلی کا مقصد یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو امامت سے معزول کر کے امت مسلمہ کو ان کی جگہ دے دی جائے اور قیامت تک بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کو دین کی دعوت اور خدا پرستوں کے باہمی اتحاد کا عالمی مرکز بنا دیا جائے۔

سوال 9: قبلے کی تبدیلی کے حکم پر یہود کا پروپیگنڈا کیا تھا؟

جواب: قبلے کی تبدیلی کے حکم پر یہود کا پروپیگنڈا یہ تھا: ﴿1﴾ بیت المقدس ہمیشہ سے نبیوں کا قبلہ رہا ہے پھر اس کی مخالفت کیوں؟ ﴿2﴾ قبلے کی تبدیلی یہودیوں کی مخالفت کے لیے ہے۔ ﴿3﴾ علامہ بغوی کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ پر یہود نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا: محمد ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہمارے قبلہ کوحسد سے ترک کردیا۔(تفسیرمظہری:180/1)﴿4﴾یہ نبی خوداپنے مشن کے بارے میں حیران و پریشان ہے،کبھی ایک(بیت اللہ کی)طرف رخ کرتا ہے کبھی دوسری(بیت المقدس کی)طرف۔﴿5﴾اگر بیت اللہ ہی اصل قبلہ ہے تواس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں نے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے جونمازیں پڑھی ہیں وہ بے کار ہیں۔

سوال10: یہود نے قبلے پراعتراضات کیوں کیے؟

جواب: یہود نے قبلے پراعتراضات اس لیے کیے کہ بیت المقدس یہود کا قبلہ تھا جس کی منسوخی کا اعلان رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہود کو بہت ہی ناگوار گزرا، یوں بھی وہ رسول ﷺ کو اپنا دشمن اوراپنے دین کی بیخ کنی کرنے والا سمجھنے لگے تھے۔تحویل قبلہ کے اس تازہ اعلان کو وہ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی سمجھے اوراس پرطرح طرح کے اعتراضات واردکرنے لگے۔ان کے ہم نوا کچھ اورلوگ بھی منافقوں اور بے دینوں میں سے ہوگئے۔(تفسیر ماجدی:267,268/1)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل کتاب کو مسلمانوں کے ساتھ سب سے بڑا حسد تین چیزوں پر ہے:ایک تو یہ کہ ہفتے میں ایک دن عبادت کے لئے مخصوص کرنے کا حکم ساری امتوں کو ملا تھا، یہود نے ہفتے کے دن کو مقرر کرلیا اورانصار نے اتوار کا دن اور درحقیقت عنداللہ وہ جمعہ کا دن تھا جو مسلمانوں کے انتخاب میں آیا۔دوسرے وہ قبلہ جو تحویل کے بعد مسلمانوں کے لئے مقرر کیا گیا تھا اس کی کسی اورامت کو توفیق نہیں دی گئی۔تیسرے امام کے پیچھے آمین کہنا۔ یہ تینوں خصلتیں صرف مسلمانوں کو میسر ہوئیں اوراہل کتاب ان سے محروم ہیں۔(مسند احمد)(معارف:364/1)

سوال11: قبلے کی تبدیلی کے حکم پر کفار قریش نے کیا پروپیگنڈا کیا تھا؟

جواب: کفار قریش نے کہا تھا کہ محمد ﷺ اپنی جائے پیدائش کے مشتاق تو ہوگئے ہیں عنقریب وہ اپنے دین کی طرف بھی لوٹ آئیں گے۔ (قرطبی:113/1)

سوال12: مومنوں نے قبلے کے حکم سے کیا سمجھا؟

جواب: مومنوں نے قبلے کے حکم سے یہ سمجھا کہ اصل چیز قبلے کی سمت نہیں بلکہ اصل چیز اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس وقت جو حکم آجائے وہی اس وقت کا قبلہ ہوگا۔

سوال13: ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ ''آپ کہہ دو:مشرق اورمغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿قُلْ﴾ کہہ دو۔﴿2﴾﴿لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ ''مشرق اورمغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں''یعنی مشرق ومغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اورکوئی سمت اس کی ملکیت سے باہر نہیں اوروہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ بھی دکھاتا ہے۔اس قبلے کی طرف بھی اس نے راہ نمائی کی ہے جو ملت ابراہیم کا حصہ ہے پھر اعتراض کرنے والے اس چیز پراعتراض کرتے ہیں جو ان کی ملکیت نہیں۔یہ ایک وجہ اس حکم کو تسلیم کرنے کو واجب کردینے والی ہے۔﴿3﴾یعنی حکم اورتصرف کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے لہٰذا کسی سمت کی طرف منہ پھیرنا نیکی نہیں اصل نیکی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرماں برداری میں ہے۔﴿4﴾ قبلے کی طرف رخ نماز پڑھنے کے لئے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کرنا ہے۔عبادت میں جس طرح معبود حکم دے عبادت کرنے والا اس کا پابند ہوتا ہے۔جس طرف معبود نے رخ پھیر دیا ادھر رخ پھیرنا ضروری تھا۔﴿5﴾ مشرق ومغرب کی ہر سمت اللہ تعالیٰ کی ہے۔اصل بات سمت کی نہیں، ہر سمت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاسکتی ہے اگر اس کی طرف رخ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو۔

سوال14: اللہ تعالیٰ نے مشرق ومغرب کی ملکیت کا شعور دے کر کیا سمجھایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مشرق ومغرب کی ملکیت کا شعور دے کر انسان کو یہ سمجھایا ہے کہ مالک کی طرف توجہ رکھو اور اس کا حکم پورا کرنے کے پابند رہو۔

سوال15: ﴿يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ صراط مستقیم سے مراد دین اسلام ہے۔﴿2﴾ صراط مستقیم ہی میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آنے کے بعد قبلہ ابراہیم کی طرف رخ کرنا ہے۔﴿3﴾ وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہدایت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے ہدایت کے اسباب پیدا کر دیتا ہے اس لیے اسی سے ہدایت طلب کرنی چاہئے۔ ﴿4﴾ ہدایت اور گمراہی کے کچھ اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عدل کی وجہ سے پیدا کیے جاتے ہیں۔﴿5﴾ بندہ جب ہدایت کے ان اسباب کو اختیار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیے ہیں تو اسے ہدایت مل جاتی ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے:﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے پیچھے چلا اور وہ اپنے حکم سے انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔(المائدہ:16)

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ(143)﴾

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں اور جس قبلے پر آپ پہلے تھے اس کو ہم نے صرف اسی لئے (قبلہ) بنایا تھا کہ ہم جانیں کون رسول کی اتباع کرتا ہے اس سے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے؟ اور یقیناً یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بلاشبہ بہت بڑی بات تھی مگر ان لوگوں کے لیے نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(143)

سوال1: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے'' اس سے یہ مراد ہے کہ جس طرح کعبہ تمام کائنات کا روحانی مرکز ہے۔ اسی طرح سے مسلمانوں کو بہترین امّت بنایا گیا ہے اور انہیں عمل وتبلیغ کی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں تا کہ وہ دنیا کے لئے حیات وعمل کا بہترین نمونہ بنیں۔ (سراج البیان:49,50/1)

سوال2: ﴿اُمَّةً وَّسَطًا﴾ ''امت وسط'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وسط کے لغوی معنی درمیان کے ہیں لیکن وسط افضل اور بہتر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (الاساس فی التفسیر:308/1) ﴿2﴾ وسط کے معنی اعتدال کے بھی ہیں یعنی دین کے ہر معاملے میں اس امت کو معتدل امت بنایا ہے۔ ﴿3﴾ امت وسط سے مراد سب سے افضل امت ہے۔ ﴿4﴾ امت وسط سے مراد اعتدال والی امت ہے جس کے معاملات میں افراط وتفریط نہیں۔ مثلاً (الف) انبیاء کے ساتھ عقیدت میں معتدل ہے جب کہ عیسائی غلو سے کام لیتے ہیں اور یہودی توہین کرتے ہیں۔ (ب) شریعت کے اعتبار سے بھی امت مسلمہ معتدل امت ہے نہ یہودیوں کی طرح سختی ہے نہ عیسائیوں کی طرح نرمی اور لاپرواہی۔ (ج) امت مسلمہ طہارت کے اعتبار سے بھی معتدل امت ہے نہ یہودیوں کی طرح سختی ہے کہ پانی ان کو نجاست سے پاک نہیں کرسکتا۔ ان کی عبادت کنیسہ کے سوا کہیں نہیں ہوتی، ان پر سزا کے طور پر طیبات کو حرام کردیا گیا اور نہ عیسائیوں کی طرح نرمی ہے کہ کسی چیز کو نجس ہی نہیں مانتے نہ ان کے ہاں کوئی چیز حرام ہے۔ انہوں نے ہر چیز کو حلال کر رکھا ہے۔ امت مسلمہ کی طہارت کامل طہارت ہے۔

سوال3: امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے امت وسط کیوں بنایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو بہترین قبلہ عطا کیا، ان کے لیے طیب مشروبات، ماکولات، ملبوسات اور پاک عورتیں مباح ٹھہرائی ہیں۔ ان کے لیے تمام خبیث چیزیں حرام ٹھہرائی ہیں۔ اس امت کا دین مکمل، اس کے اعمال سب سے افضل، اخلاق سب سے اچھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو علم، حلم، عدل اور احسان سے نوازا ہے اور سب سے افضل قرار دیا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ امت دوسروں پر گواہی دے۔ جیسا کہ سورۃ الحج میں فرمایا: ﴿لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ تا کہ رسول تم پر گواہ ہو جائیں اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ (الحج:78)

سوال4: ﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ''تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے امت وسط اس لیے بنایا تا کہ وہ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کرنے کے سبب لوگوں پر گواہ ہوں اور رسول ان پر گواہ ہوں تا کہ وہ تمام ادیان سے تعلق رکھنے والوں کے بارے میں فیصلے کریں اور ان کے بارے میں دوسرے فیصلے نہ کریں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ وہ عرض کریں گے: لبیک وسعدیک یا ربّ! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے: میں نے پہنچا دیا تھا۔ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے تمہیں میرا پیغام پہنچایا تھا؟ وہ لوگ کہیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ (نوح علیہ السلام سے) فرمائے گا: آپ کے حق میں کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ کہیں گے: محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ کی امت ان کے حق میں گواہی دے گی کہ انہوں نے پیغام پہنچا دیا تھا اور رسول ﷺ اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے (کہ انہوں نے سچی گواہی دی ہے)۔'' (بخاری:4487) ﴿2﴾ ''تم لوگوں پر گواہ ہو'' سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کا پیغام تمام انسانوں تک پہنچانے کے لیے ان کے ماننے والے ذمہ دار ہیں اور قیامت کے دن یہ گواہی دینی ہوگی کہ جو رسول اللہ ﷺ سے ہمیں پہنچا وہ پہنچانے میں اور جو انہوں نے ہمیں کر کے دکھایا وہ کر کے دکھانے میں ہم نے کوئی کمی نہیں کی۔ ﴿3﴾ ''رسول تم پر گواہ ہوں'' اس گواہی سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں جب انسانوں کا اکٹھا حساب لیا جائے گا اس وقت رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نمائندے کی حیثیت سے گواہی دیں گے کہ سوچ، عمل اور اسلامی نظام کی جو تعلیم اللہ تعالیٰ نے دی تھی وہ انہوں نے اپنے قول وفعل سے پوری طرح پہنچا دی تھی۔

سوال 5: ﴿لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ''تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ'' امت مسلمہ گواہی کی ذمہ داری پر مقرر ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ'' اس سے مراد یہ ہے کہ ﴿1﴾ اس امت کے افراد اپنے اعمال کے نیک ہونے اور اپنے حق پرست ہونے کے زندہ گواہ ہیں۔ ﴿2﴾ امت کے ہر فرد کی بات، اس کا عمل، اس کا برتاؤ دیکھ کر ساری دنیا یہ پہچان لے کہ اللہ والے کیسے ہوتے ہیں؟ نیکی کس کا نام ہے؟ حق پرستی کسے کہتے ہیں؟ ﴿3﴾ جس طرح اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہم تک پہنچانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری سخت تھی کہ ذرا سی کوتاہی پر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں پکڑے جانے کا ڈر تھا، ایسے ہی مسلمانوں پر بھی یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے پاس یہ گواہی نہ دے سکے کہ ہم نے آپ کی ہدایت جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچی تھی آپ کے بندوں تک پہنچا دینے میں کوئی کمی کوتاہی نہیں کی تو ہم بری طرح پکڑے جائیں گے۔ ہم سے یہ پوچھا جائے گا کہ جب دنیا میں نافرمانیاں ہو رہی تھیں، جب برائی اور بے حیائی کا طوفان برپا تھا تب تم کہاں تھے!

سوال 6: آخرت میں گواہی دینے سے نبی ﷺ کتنا خوف کھایا کرتے تھے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ'' میں نے عرض کیا: میں پڑھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرسناؤں جب کہ وہ تو آپ ﷺ پرنازل ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''ہاں میں دوسرے سے سننا چاہتا ہوں'' چنانچہ میں نے آپ ﷺ کوسورۃ النساء سنانی شروع کی۔جب میں ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہرامّت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ ﷺ کوان پر گواہ لائیں گے، پر پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''ٹھہر جاؤ'' میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔(بخاری:4582)

سوال 7: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ﴾''اور جس قبلے پر آپ پہلے تھے اس کو ہم نے صرف اسی لیے (قبلہ) بنایا تھا کہ ہم جانیں کون رسول کی اتباع کرتا ہے اس سے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا﴾''اور جس قبلے پر آپ پہلے تھے اس کو ہم نے صرف اسی لئے (قبلہ) بنایا تھا''اس قبلے سے مراد بیت المقدس ہے۔(جامع البیان:14/2) ﴿2﴾﴿إِلَّا لِنَعْلَمَ﴾ تاکہ ہم جان لیں یعنی ایسا جاننا جس سے ثواب وعقاب متعلق ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تمام امور کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے جانتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے کامل عدل اور اپنے بندوں پر حجت قائم کرنے کی بنا پر اس علم کے ساتھ ثواب وعقاب کا تعلق نہیں بلکہ جب ان کے اعمال وجود میں آتے ہیں تب ان پر ثواب وعقاب مرتب ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی: 178,179/1) لِنَعْلَمَ کا مطلب ہے تاکہ ہم اتباع کرنے والے اور منہ موڑنے والے کے درمیان امتیاز کرسکیں اور رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کے سامنے ان کا حال منکشف ہو جائے۔(حاشیہ تفسیر سعدی:178/1) ﴿3﴾ یہاں اللہ تعالیٰ کے معلوم کرنے سے مراد دیکھنا ہے۔(فتح القدیر192/1) اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ پہلے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کیا پھر اسے منسوخ کرکے بیت اللہ کو قبلہ بنادیا تاکہ پیروی کرنے والوں، فرماں برداروں اور دین سے پھرنے والوں کے بارے میں معلوم ہو جائے۔ ﴿4﴾﴿مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ﴾''کون رسول کی اتباع کرتا ہے اس سے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے''اس سے مراد یہ ہے کہ کون لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی ہر بات ماننے کو ہی آخرت کی کامیابی کا ذریعہ سمجھنے والے ہیں۔ ﴿5﴾﴿يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ﴾ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جانے سے مراد جاہلیت کی طرف پلٹ جانا ہے، یعنی کون لوگ ہیں جو ابھی تک نسل، رنگ، وطن اور باپ دادا کے طریقوں کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا:﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ﴾ کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ اور یقیناً ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمایا جو ان سے پہلے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور یقیناً وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا۔(العنکبوت:2,3) ﴿7﴾ پہلی کتابوں میں یہ خبر دی گئی ہے کہ آخری نبی کعبہ کو قبلہ بنائیں گے۔جو حق کی پیروی کرنا چاہتا ہے اس کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہوتا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور جو حق سے منہ موڑ لیتا ہے تو وہ نفس کی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔اس طرح اس کا کفر بڑھتا جاتا ہے۔

سوال 8: ﴿وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ﴾ ''اور یقیناً یہ بلاشبہ بہت بڑی بات تھی مگر ان لوگوں کے لیے نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاِنْ كَانَتْ﴾ یعنی آپ ﷺ کا بیت المقدس سے منہ پھیرنا عام لوگوں کے لیے۔ ﴿2﴾ ﴿لَكَبِيْرَةً﴾ بہت بڑی بات ہے یعنی شاق ہے۔اہل ایمان پر اس لیے آسان ہوگیا کہ اس گھر کا قصد کرنا ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔ ﴿3﴾ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ تحویل قبلہ کے معاملے میں رسول ﷺ کی پیروی کرنا بڑا بھاری تھا سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور جنہوں نے رسول ﷺ کی ہر بات ماننے کو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ سمجھا۔ ﴿4﴾ ﴿اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ﴾ ''مگر ان لوگوں کے لیے نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی'' اس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے سچے پیروکار تھے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احسان پر اللہ تعالیٰ کے عظیم گھر کی طرف رخ پھیر دیا۔ ﴿5﴾ اس آیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح وفضیلت بھی نکلتی ہے کہ انہوں نے رسول ﷺ کی پیروی میں اپنا رخ شمال سے جنوب کی جانب پھیر دیا تھا۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچان لیا اور شکر ادا کیا۔

سوال 9: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردے'' یہاں ایمان سے مراد نماز ہے۔ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے حوصلہ دلایا ہے کہ وہ نمازیں جو تم نے تحویل قبلہ کا حکم آنے سے پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے پڑھیں وہ ضائع نہیں ہوں گی۔ ﴿2﴾ ان لوگوں کی نمازیں بھی ضائع نہیں ہوں گی جو تحویل قبلہ کا حکم آنے سے پہلے فوت ہو چکے۔

سوال 10: نماز کو ایمان کیوں کہا گیا؟

جواب: نماز نیت، قول اور عمل پر مشتمل ہے، اس لیے نماز کو ایمان قرار دیا گیا ہے۔(قرطبی)

سوال 11: نماز کو ایمان قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نماز کو ایمان قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ نماز کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں۔ایمان اسی وقت قابل اعتبار ہوسکتا ہے جب ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہوا جائے۔ ﴿2﴾ ایمان میں اعضاء اور جوارح کے اعمال بھی داخل ہیں۔

سوال 12: اللہ تعالیٰ کا ایمان کی حفاظت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا ایمان کی حفاظت کرنا دو طرح سے ہے۔ ﴿1﴾ ان (اہل ایمان) کو ہر فساد، ایمان میں نقص پیدا کرنے والی تکلیف دہ آزمائشوں اور ایمان سے روکنے والی خواہش نفس سے بچا کر ان کے ایمان کو ضائع اور باطل ہونے سے محفوظ رکھنا۔ ﴿2﴾ ایمان کی نشو ونما کے لیے انہیں ایسے اعمال کی توفیق عطا کرنا جس سے ان کے ایمان میں اضافہ اور یقین کامل حاصل ہوتا ہے۔پس ابتدائی طور پر جس نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایمان کی طرف تمہاری راہ نمائی کی اسی طرح وہ تمہارے ایمان کی حفاظت کرے گا۔اس کو اور اس کے اجر وثواب کو نشو ونما دے کر اپنی نعمت کا اتمام کرے گا،ایمان کو مکدر کرنے والے ہر عمل سے اس کی حفاظت کرے گا، بلکہ جب ایسی آزمائشیں آئیں جن سے مقصود سچے مومن کو جھوٹے دعوے دار سے الگ کرنا ہو تو یہ آزمائشیں مومن کو کھرا ثابت اور ان کی سچائی کو ظاہر کر دیتی ہیں۔(تفسیر سعدی:179,180/1)

سوال 13: ﴿ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا،نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات رؤوف اور رحیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ عظیم رأفت ورحمت والا ہے۔اس نے ایمان والوں کو ایمان عطا کر کے ان پر اپنی نعمت کو مکمل کیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو علیحدہ کر دیا جو ایمان کو زبانی اقرار کا معاملہ سمجھتے ہوئے صرف زبانی دعوے کرتے تھے اور ان کے دل ایمان سے خالی تھے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا امتحان لیا،ان کے درجات بلند کیے۔ ﴿4﴾ وہ اپنے بندوں کے لیے رؤف ہے کیونکہ وہ وسیع رحمت والا ہے۔ اس لیے وہ کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔اللہ تعالیٰ نے عزت والے گھر کی طرف منہ موڑ دیا یقیناً وہ رؤف ورحیم ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی جانے والی نمازوں سے اپنے رؤف اور رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔اللہ تعالیٰ کسی کے ایمان کو ضائع نہیں کرتا کیونکہ وہ لوگوں پر رحم کرنے والا ہے اور ان پر بے حد شفقت کرنے والا ہے۔

سوال 14: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شعور کیسے دلایا؟

جواب: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قیدی عورت جس کا بچہ چھڑا لیا گیا تھا،دیکھی۔یہ عورت دوسری عورت کا بچہ دیکھ کر مامتا سے اسے چمٹا لیتی تھی اور اپنے بچے کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔جب اسے اپنا بچہ مل گیا تو بے تابانہ اسے سینے سے چمٹا کر سینہ اس کے منہ میں دے دیا۔آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: کیا یہ عورت اپنا بچہ آگ میں ڈال سکتی ہے؟ جب کہ آگ میں ڈالنے پر قادر بھی ہو۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: خوب یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اس سے بھی کہیں زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

﴿ قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ (144) ﴾

''یقیناً ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں،تو یقیناً ہم آپ کو لازماً اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں،سو آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے کو اسی کی طرف پھیر لو،اور بلاشبہ وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے بے شک وہ جانتے ہیں بلاشبہ ان کے رب کی جانب سے یہ واقعی حق ہے اور جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز بے خبر نہیں۔''(144)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا﴾ ''یقیناً ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں، تو یقیناً ہم آپ کو لازماً اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ ''یقیناً ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں'' سے مراد یہ ہے کہ قبلے کی تبدیلی کے بارے میں نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل کی خواہش کو یہاں واضح کیا ہے کہ ہم آپ ﷺ کے حالات سے لاعلم نہیں۔ ہم آپ ﷺ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا﴾ ''تو یقیناً ہم آپ کو لازماً اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں'' اور ہم ضرور آپ ﷺ کو اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ ﷺ پسند کرتے ہو اور وہ ہے کعبہ۔ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے شرف کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کے پسندیدہ قبلہ کے متعلق حکم نازل کرنے میں اللہ تعالیٰ نے جلدی فرمائی۔

سوال2: ہجرت کر کے مدینہ جانے کے بعد مسلمان کس طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے؟

جواب: مسلمان مدینہ ہجرت کرنے کے بعد سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔

سوال3: مسلمانوں نے کس بناء پر بیت المقدس کو قبلہ بنایا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جن امور میں وحی نہیں آتی تھی ایسے کاموں میں آپ ﷺ پہلے انبیاء علیہم السلام کی پیروی کیا کرتے تھے، اسی بناء پر آپ ﷺ نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا۔

سوال4: رسول اللہ ﷺ کو قبلے کی تبدیلی کے حکم کا انتظار کیوں تھا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی یہ خواہش تھی کہ دین اسلام اپنی اصل شکل میں نمایاں ہو جائے۔ اسی لیے آپ ﷺ کو قبلے کی تبدیلی کے حکم کا انتظار تھا۔ چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال یہ حکم آ گیا۔

سوال5: قبلے کی تبدیلی کیوں ضروری ہو گئی تھی؟

جواب: یہود کو جب اللہ تعالیٰ نے امامت کے منصب سے ہٹایا تو یہ ضروری ہو گیا تھا کہ دین کو یہودی روایات سے الگ کر دیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کا دین اپنی خالص شکل میں نمایاں ہو سکے۔

سوال6: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ ''سو آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے کو اسی کی طرف پھیر لو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''سو آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں'' اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیا تھا کہ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں۔ ﴿2﴾ ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ ''اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے کو اسی کی طرف پھیر لو'' سے تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں۔

سوال 7: ﴿وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ﴾ ''اور بلاشبہ وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے بے شک وہ جانتے ہیں بلاشبہ ان کے رب کی جانب سے یہ واقعی حق ہے'' اہل کتاب کیسے جانتے تھے کہ تحویل قبلہ کا حکم رب کی طرف سے ہے اور برحق ہے؟

جواب: اہل کتاب اپنے نبیوں اور اپنی کتابوں کی پیشین گوئیوں کی وجہ سے یہ جانتے تھے کہ آخری نبی آئے گا تو قبلہ بیت اللہ ہو جائے گا۔ یہودی حسد، کفر اور سرکشی کی وجہ سے انہیں چھپاتے تھے۔

سوال 8: کیا غیر قبلے کی طرف رخ کر کے کوئی نماز ادا کی جا سکتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سفر میں سواری پر نفلی نماز غیر قبلہ کی طرف جائز ہے جب کہ دل کا رخ بیت اللہ کی طرف ہو۔ ﴿2﴾ حالت جنگ میں غیر قبلہ کی طرف نماز جائز ہے۔ ﴿3﴾ جسے قبلہ معلوم نہ ہو اور نہ کوئی بتانے والا ہو وہ اپنے اجتہاد سے قبلے کی سمت مقرر کر کے نماز پڑھ لے۔ ﴿4﴾ اگر کسی نے غیر قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ (مختصر ابن کثیر: 92/1)

سوال 9: ﴿وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ﴾ ''اور جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز بے خبر نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز بے خبر نہیں'' اللہ تعالیٰ نے یہود کو تنبیہ کی ہے کہ وہ ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے۔ اس میں اعتراض کرنے والوں کے لیے وعید اور اہل ایمان کے لیے تسلی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے کہ اہل کتاب جانتے ہیں کہ یقیناً یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے شعور کو جھنجھوڑا ہے کہ تمہارا معاملہ کسی بے خبر ہستی سے نہیں بلکہ علیم و خبیر رب سے ہے اس لیے اپنے اعمال کی فکر کر لو۔

﴿وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ (145)﴾

''اور یقیناً اگر آپ ان لوگوں کے پاس جنہیں کتاب دی گئی ہر نشانی لے آئیں (تب بھی) وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ آپ کسی صورت ان کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں اور نہ وہ کسی صورت ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں اور یقیناً اگر آپ نے اس کے بعد جو آپ کے پاس علم میں سے آیا ہے ان کی خواہشات کی پیروی کی تب تو یقیناً آپ ضرور ظالموں میں سے ہوں گے۔'' (145)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ ان لوگوں کے پاس جنہیں کتاب دی گئی ہر نشانی لے آئیں (تب بھی) وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے'' اہل کتاب کے پاس ہر نشانی لانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اہل کتاب کے پاس ہر نشانی لانے سے مراد قبلے کی دلیلیں لانا ہے یعنی اگر آپ ہر طرح کے دلائل دے دیں تب بھی وہ آپ کے قبلے کی پیروی کرنے والے نہیں۔

سوال2: رسول اللہ ﷺ سے یہ کیوں کہا گیا کہ ﴿وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ﴾ ''اور نہ آپ کسی صورت ان کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں اور نہ وہ کسی صورت ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں''؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ﴾ ''اور نہ آپ کسی صورت ان کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں'' کیونکہ آپ ﷺ جانتے ہیں کہ بیت اللہ کو قبلہ بنانا اللہ تعالیٰ کی جانب سے حق ہے۔ ﴿2﴾ اس سے رسول اللہ ﷺ پر واضح کر دیا گیا کہ قبلے پر مصالحتی کوشش کرنے کا فائدہ نہیں۔ انہوں نے گروہی تعصّبات کے تحت اپنے قبلے کی سمت مقرر کی ہے اور آپ ﷺ نے رب کے حکم کے تحت۔ بنیاد ہی فرق ہے لہٰذا سمجھوتہ ممکن نہیں۔ ﴿3﴾ اہل کتاب نے بیت اللہ کو قبلہ نہ مانا۔ ان کے نہ ماننے کی وجہ ان کی خواہش پرستی تھی۔ وہ اپنی فضیلتوں کے خوابوں میں جی رہے تھے اور اس سے نکلنا نہیں چاہتے تھے۔ ﴿4﴾ ﴿وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ﴾ ''اور نہ وہ کسی صورت ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں'' یہاں ایک دوسرے سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔ یہود بیت المقدس کے مشرق کی طرف رخ کر کے عبادت کرتے تھے اور عیسائی بیت المقدس کے مغرب کی طرف رخ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراضات پر توجہ دلائی ہے کہ مسلمانوں کی قبلے کی تبدیلی پر تو آپ کا مؤقف ایک ہے۔ یہ تو بتاؤ خود ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی کرنے کے لیے تیار ہو؟

سوال3: ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ نے اس کے بعد جو آپ کے پاس علم میں سے آیا ہے ان کی خواہشات کی پیروی کی تب تو یقیناً آپ ضرور ظالموں میں سے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی'' یہاں اس سے مراد اہل کتاب کی یہ خواہش ہے کہ نبی ﷺ ان کے قبلے کو اختیار کر لیں۔ ان کی ایک خواہش یہ بھی تھی کہ نبی ﷺ ان کے دین کی پیروی کر لیں۔ ﴿2﴾ ﴿مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ﴾ ''اس کے بعد جو آپ کے پاس علم میں سے آیا ہے'' یہاں اس علم سے مراد دین اسلام ہے جو کہ حق ہے اور اس بات کا علم کہ کعبہ ہی قبلہ ہے۔ (تفسیر سمرقندی:101/1) ﴿3﴾ ﴿اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تب تو یقیناً آپ ضرور ظالموں میں سے ہوں گے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کا حکم آ چکا اور آپ ﷺ وحی کے پابند ہونے کی وجہ سے اس قبلے کو اختیار نہیں کر سکتے کیونکہ اب یہ نافرمانی ہو گی اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نافرمانی ظلم ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ(146)﴾

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے بالکل ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسا وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور واقعتاً ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو یقیناً حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔''(146)

سوال1: ﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے بالکل ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسا وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے'' اس سے مراد علماء یہود و نصاریٰ ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾ ''وہ اسے بالکل ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسا وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں'' یہ ایک ضرب المثل ہے جو کسی بات کا یقین دلانے کے لیے کہی جاتی ہے۔ اس سے تین چیزیں مراد ہیں: (الف) وہ قبلے کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (ب) وہ نبی ﷺ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (ج) وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

سوال2: ﴿وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور واقعتاً ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو یقیناً حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور واقعتاً ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو یقیناً حق کو چھپاتے ہیں'' اس سے مراد ان کے علماء اور خواص ہیں۔ (تفسیر ماوردی:204/1) ﴿2﴾ یہاں حق سے مراد محمد ﷺ کی نبوت اور کعبے کا قبلہ ہونا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ ''حالانکہ وہ جانتے ہیں'' کہ وہ حق ہے یعنی محمد ﷺ کی نبوت اور کعبے کا قبلہ ہونا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم رحمت عالم ﷺ کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہو؟ بولے: ہاں بلکہ اولاد سے بھی زیادہ۔ آسمان والے امین نے زمین والے امین (عیسیٰ) کو آپ کی صفتیں بتادی ہیں۔ ہم ان ہی صفات سے آپ ﷺ کو پہچانتے ہیں۔ ہمیں آپ ﷺ کے پیغمبر آخر الزمان ہونے میں ذرا سا شک بھی نہیں۔ جیسے انسان بھرے مجمع میں لاکھوں میں اپنی اولاد پہچان لیتا ہے اسی طرح اہل کتاب آپ ﷺ کو پہچانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں نبی آخری الزماں کے جو اوصاف ہیں وہ اوصاف آپ ﷺ میں پائے جاتے ہیں لیکن پھر بھی اہل کتاب اس صداقت کو چھپاتے ہیں اور آپ ﷺ کی صفات پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:94/5)

سوال3: اہل کتاب حق کو پہچاننے کے بعد اسے کیوں چھپاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ حق سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے۔ ﴿2﴾ تعصّب کی وجہ سے۔ ﴿3﴾ حق چھپا کر وہ محسوس کرتے تھے کہ ہماری بالادستی قائم رہے گی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ (147) ﴾

''آپ کے رب کی طرف سے یہی حق ہے، پس آپ شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہوجانا۔''(147)

سوال1: ﴿ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ ﴾ ''آپ کے رب کی طرف سے یہی حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ ﴾ ''آپ کے رب کی طرف سے یہی حق ہے'' یہاں اَلۡحَقُّ سے مراد قبلے کی حقیقت ہے۔ ﴿2﴾ پہلا قبلہ کون سا تھا؟ اس کی وضاحت رب العزت کی جانب سے ہے۔ ﴿3﴾ قبلے کی تبدیلی کسی انسان کی خواہش سے نہیں بلکہ رب کے حکم سے ہوئی اور رب کا حکم حق ہے۔ ﴿4﴾ حق کے بارے میں شک میں مبتلا نہ ہوں۔ ﴿5﴾ حق پر غور وفکر کر کے یقین کے مرتبے تک پہنچ جائیں۔

سوال2: حق بات کو قبول کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کس صفت کا شعور دلایا ہے؟

جواب: حق کو قبول کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ''رَبّ'' ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو رب تمہیں پالنے والا ہے، تمہارے لئے تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے، وہی رب حق عطا کرنے والا ہے۔ اس کے دیئے ہوئے رزق کو قبول کرتے ہو، جو کچھ بھی اس کی طرف سے ہے وہ حق ہے اسے بھی قبول کرلو۔

سوال3: ﴿ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ﴾ ''پس آپ شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہوجانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''پس آپ شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہوجانا'' اس آیت میں نبی ﷺ کو اور ان کی امت کو ثابت قدمی کا حکم دیا گیا ہے کہ جو کچھ رسول لے کر آئے ہیں وہ حق ہے لہٰذا اس میں شک نہ کرنا اور حق کو حق ہی سمجھنا۔

رکوع نمبر2

﴿ وَلِكُلٍّ وِّجۡهَةٌ هُوَ مُوَلِّيۡهَا فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرٰتِ ؕ اَيۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا يَاۡتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ (148) ﴾

''اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرنے والا ہے، سو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تعالیٰ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔''(148)

سوال1: ﴿ وَلِكُلٍّ وِّجۡهَةٌ هُوَ مُوَلِّيۡهَا ﴾ ''اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرنے والا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر قوم کا ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کر کے عبادت کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک شریعت اور ایک راستہ مقرر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ شِرۡعَةً وَّمِنۡهَاجًا ﴾ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ (المائدہ:48) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے معزز رسولوں کو مبعوث فرما کر مختلف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شریعتیں عطا کی ہیں تا کہ لوگ ان کی پابندی کریں۔

سوال2: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ ''سونیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿الْخَيْرٰتِ﴾ سے مراد تمام اعمال صالحہ ہیں۔(صفوۃ التفاسیر:92/1) ﴿2﴾ ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ ''سونیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو'' سے مراد ہے کہ نیکیوں اور بھلائیوں کے حصول اور قبول کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ ﴿3﴾ ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: نیکی کے کاموں میں جلدی کرو۔(فتح القدیر:201/1) ﴿4﴾ نماز کی ادائیگی کے لیے ہر ایک کو کسی سمت تو رخ کرنا ہوگا مگر اصل چیز سمت نہیں ہے بلکہ اصل چیز بھلائی ہے، جس کے لیے نماز پڑھی جاتی ہے لہٰذا بھلائیوں کے حصول اور اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی فکر کرو۔

سوال3: نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف سبقت لے جانے کا راستہ کون سا ہے؟

جواب: نیکیوں اور بھلائیوں میں سبقت لے جانے کا راستہ وحی الٰہی اور سنت رسول ﷺ کو قبول کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا راستہ ہے۔

سوال4: ﴿اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا﴾ ''تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تعالیٰ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم سب کو جواب دہی کے لیے اکٹھا کر کے لے آئے گا۔(فتح القدیر:199/1) ﴿2﴾ اس یقین سے انسان کے ضمیر کے اندر ہلچل پیدا ہوتی ہے۔ ﴿3﴾ انسان اپنے پوشیدہ معاملے کے بارے میں بھی حساس ہو جاتا ہے کہ میرا ہر عمل کھل جانے والا ہے۔ ﴿4﴾ انسان برائی کرتے ہوئے خوف محسوس کرنے لگتا ہے۔

سوال5: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے جسموں کو زمین سے نکال کر جمع کر دے گا اگرچہ وہ گل سڑ کر بکھر گئے ہوں۔(صفوۃ التفاسیر:92/1) ﴿2﴾ انسان گل سڑ کر فنا ہو جائیں گے تب بھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے انہیں سمیٹ لے گا اور میدان حشر میں لا کھڑا کرے گا اور اعمال کا حساب کتاب لے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ تا کہ جنہوں نے برائیاں کیں انہیں اس کا بدلہ دے جو انہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔(النجم:31)

سوال6: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے قدیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیر ہونے کا شعور اس حوالے سے دلایا ہے کہ ﴿1﴾ انسان جہاں بھی ہے اللہ تعالیٰ اسے لے آئے گا، وہ اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی گرفت سے باہر نہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ارادے کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ (الاساس فی التفسیر:314/1) اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ہر اس فضیلت کو اختیار کرنا چاہئے جس سے کوئی عمل متصف ہو سکتا ہے مثلاً اول وقت نماز ادا کرنا، روزہ، حج، عمرہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے فوری طور پر بری الذمہ ہونا، تمام سنن و آداب کو پوری طرح ادا کرنا۔ کتنی جامع اور کتنی نفع مند آیت ہے۔ (تفسیر سعدی:185/1)

﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (149)﴾

''اور آپ جہاں سے بھی نکلیں تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور یقیناً آپ کے رب کی جانب سے بلاشبہ وہ حق ہے اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز غافل نہیں ہے۔'' (149)

سوال1: ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''اور آپ جہاں سے بھی نکلیں تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ﴾ ''اور آپ جہاں سے بھی نکلیں'' یعنی اپنے سفر وغیرہ میں۔ ﴿2﴾ ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں'' اس میں نبی ﷺ سے خطاب ہے کہ قبلے کی تبدیلی کا معاملہ صرف مدینہ تک محدود نہیں بلکہ مستقل حکم ہے۔ اب قبلہ ہر جگہ، ہر مقام پر ہر حال میں بیت اللہ ہی ہوگا لہٰذا اپنا رخ نماز میں کعبہ کی طرف کر لو۔

سوال2: مسجد حرام کو قبلہ مقرر کیا گیا، یہ کس چیز کی علامت تھی؟

جواب: ﴿1﴾ مسجد حرام کو قبلہ مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمت ''اسلام'' کی تکمیل کی علامت تھی۔ ﴿2﴾ بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے سب سے بڑی بھلائی یعنی اسلام کے لئے مرکز متعین ہونے کی علامت تھی۔ ﴿3﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی دعا کے مطابق آخری نبی کے آنے کی علامت تھی۔ ﴿4﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آخری ہدایت کا دروازہ کھلنے کی علامت تھی۔ ﴿5﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنی ہدایت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی علامت تھی۔

سوال3: ﴿وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ﴾ ''اور یقیناً آپ کے رب کی جانب سے بلاشبہ وہ حق ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اور یقیناً آپ کے رب کی جانب سے بلاشبہ وہ حق ہے'' سے مراد قبلے کی تبدیلی کا حکم ہے کہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، اس میں ادنیٰ سے شبہ کی گنجائش بھی نہیں ہے۔

سوال4: ﴿وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ ''اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز غافل نہیں ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز غافل نہیں ہے'' اس میں اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام کی طرف رخ پھیرنے کا حکم دے کر یہ شعور دلایا ہے کہ جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز غافل نہیں ہے لہٰذا رخ پھیر لو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے باخبر ہونے سے خیر کی طرف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترغیب بھی دلائی ہے اور اپنی مخالفت سے بھی ڈرایا ہے۔(تفسیر ماوردی:206,207/1)

﴿ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (150) ﴾

''اور جہاں سے آپ نکلیں سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی جانب پھیر لیں اور تم جہاں بھی کہیں ہو سو اپنے چہرے اسی کی طرف پھیر لو، تا کہ لوگوں کے پاس تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے، مگر ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا ہے، چنانچہ تم ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو، اور تا کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کر دوں اور تا کہ تم ہدایت پاؤ۔''(150)

سوال1: ﴿ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ ''اور جہاں سے آپ نکلیں سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی جانب پھیر لیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور جہاں سے آپ نکلیں سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی جانب پھیر لیں'' اس سے مراد ہے کہ اپنے سفروں میں خواہ قریب کے مقام پر ہوں یا دور کے مقام پر نماز میں بیت اللہ کی طرف ہی رخ کرو گے۔(تفسیر مراغی:202/1)

سوال2: ﴿ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ﴾ ''اور تم جہاں کہیں بھی ہو سو اپنے چہرے اسی کی طرف پھیر لو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اور تم جہاں کہیں بھی ہو سو اپنے چہرے اسی کی طرف پھیر لو'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ حکم سب کے لیے ہے اور ہر مقام کے لیے ہے۔

سوال3: قبلے کی تبدیلی کا حکم تین دفعہ آیا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: پہلے حکم ﴿ قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ ﴾ میں آپ ﷺ کی دعا اور دعا کی قبولیت کا بیان ہے اور تنسیخ قبلہ کا حکم ہے۔ دوسرے حکم ﴿ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ ﴾ میں بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی چاہت ہماری چاہت کے خلاف نہیں تھی اور حقیقی قبلہ بھی یہی تھا جس کی آپ ﷺ کو چاہت تھی۔ تیسرے حکم میں یہودیوں کے اعتراض کا جواب ہے کہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کو بیت المقدس سے قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے گا۔(مختصر ابن کثیر:95/1)

سوال4: ﴿ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ﴾ ''تا کہ لوگوں کے پاس تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''تا کہ لوگوں کے پاس تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے'' یہاں لوگوں سے مراد اہل کتاب ہیں کہ وہ یہ نہ کہیں کہ ہماری کتابوں میں تو اس امت کا قبلہ بیت اللہ ہے اور یہ نماز بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھتے ہیں۔ اگر یہ صفت پوری نہ ہوتی تو یہود مسلمانوں سے یہ کہہ سکتے تھے کہ تم وہ امت نہیں ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: ﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ﴾ ''مگران میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا ہے'' ظالموں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ''مگران میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا ہے'' میں ظالموں سے مراد مشرکین عرب ہیں۔ مشرک نبی ﷺ پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ تم تو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم دین ابراہیم پر ہیں مگران کا قبلہ چھوڑے ہوئے ہو۔ اب ان کی دلیل باطل ہوگئی۔ (مختصرابن کثیر:95/1) اگر چہ دلیل باطل ہوگئی ہے مگر مشرک پھر بھی نہیں مانیں گے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِیْ ﴾ ''چنانچہ تم ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَلَا تَخْشَوْهُمْ ﴾ ''چنانچہ تم ان سے مت ڈرو'' اس سے مراد یہ ہے کہ مشرکوں کی پرواہ نہ کرو جنہوں نے کہا تھا کہ مسلمانوں نے ہمارا قبلہ اختیار کرلیا ہے تو ہمارا دین بھی اختیار کرلیں گے۔ ﴿2﴾ ﴿ وَاخْشَوْنِیْ ﴾ اور مجھ ہی سے ڈرو یعنی آپ میرے سوا کسی کی پرواہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ہی یہ شان ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کے سوا کسی کی پرواہ نہ کی جائے۔

سوال7: انسانوں کا ڈر انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسانوں کے ڈر کی وجہ سے انسان بے چینی، اضطراب، پریشانی اور خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ انسان بھلائی کے بڑے کاموں سے رکتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق درست نہیں رہتا۔

سوال8: اللہ تعالیٰ کا خوف انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے انسان برائیوں سے رکتا ہے اور سکون پاتا ہے۔ ﴿2﴾ خوف الٰہی ہر قسم کی مصیبت سے نجات کا ذریعہ ہے۔ ﴿3﴾ خوف الٰہی قیامت کے دن کی ہولنا کی اور جہنم کی آگ سے نجات کا ذریعہ ہے۔ ﴿4﴾ خوف الٰہی سے اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کی رحمت، مغفرت اور جنت حاصل ہوتی ہے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنا کس چیز کی ضمانت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنا اس بات کی ضمانت ہے کہ انسان کو ہر دوسرے خوف سے بے نیاز کر دیا جائے گا۔

سوال10: اللہ تعالیٰ کا خوف کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ موت کے معاملات اور آخرت کے حالات پر مذاکرہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں غور وفکر کر کے اپنی حیثیت اور موت کو یاد کرنے سے اس کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ قرآن مجید میں غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی یاد دہانی سے اس کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿5﴾ حدیث رسول ﷺ اور سیرت حبیب ﷺ میں غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿6﴾ گناہوں کو یاد کر کے توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿7﴾ برے انجام کے اندیشے سے خوف الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ ﴿8﴾ خوف الٰہی رکھنے والوں کی سیرت کے مطالعے سے خوف الٰہی پیدا ہوتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11: ﴿وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ﴾ ''اور تا کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کردوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی کعبہ کو قبلہ بنا کر میں اپنی نعمت (شریعت مطہرہ) تم پر ہر طرح سے مکمل کرنا چاہتا ہوں۔ (مختصر ابن کثیر:95/1) اس سے یہ یقین ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا دین ہر پہلو سے مکمل کرنا چاہتے ہیں۔ ﴿2﴾ حدیث میں ہے ''تمام النعمة دخول الجنة'' نعمتوں کا اتمام جنت میں داخلہ ہے۔ (ترمذی:3527) ﴿3﴾ نعمت سے مراد ''امامت اور پیشوائی'' کی نعمت ہے جو بنی اسرائیل سے لے کر امت مسلمہ کو دی گئی تھی تا کہ اب ساری انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے راستے اور نیکی کے راستے پر چلانے کی خدمت اس امت کے سپرد کی جائے۔

سوال12: اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کی تکمیل کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کی تکمیل کے لیے اپنے رسول محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتے تھے، ان کی تعلیم دیتے تھے تا کہ لوگ ہدایت پائیں۔ وہ لوگوں کے نفوس کا تزکیہ کرتے تھے تا کہ وہ جنت میں داخلے کے قابل ہو جائیں۔

سوال13: ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ ''اور تا کہ تم ہدایت پاؤ'' ہدایت کا راستہ کس کو اور کیسے ملتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو ہی ہدایت کا راستہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے ہدایت کے اسباب آسان فرما دیے ہیں اور ہدایت کے راستوں پر چلنے کے بارے میں آگاہ فرما دیا گیا اور ان کے لیے اس ہدایت کو پوری طرح واضح کر دیا۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل عناد کو حق کی مخالفت پر مقرر کر دیتا ہے، چنانچہ وہ حق کے بارے میں جھگڑتے ہیں، جس سے حق واضح ،حق کی نشانیاں اور علامتیں ظاہر ہو جاتی ہیں اور باطل کا بطلان ثابت ہو جاتا ہے اور یہ چیز واضح ہو جاتی ہے کہ باطل کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر باطل حق کے مقابلے میں کھڑا نہ ہو تو بسا اوقات اکثر مخلوق پر باطل کا حال واضح نہ ہو۔ اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ اگر رات نہ ہوتی تو دن کی فضیلت کا اعتراف نہ ہوتا۔ اگر قبیح اور بدصورت نہ ہو تو خوب صورت کی فضیلت معلوم نہیں ہو سکتی، اگر اندھیرا نہ ہو تو روشنی کے فوائد کو نہیں پہچانا جا سکتا، اگر باطل نہ ہو تو حق واضح طور پر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی تعریف کا مستحق ہے۔ (تفسیر سعدی:188/1)

سوال14: اس آیت کے اختتام پر تحویل قبلہ کے دو خاص مقاصد بیان کیے گئے ہیں ان کے بارے میں بتائیے۔

جواب: ﴿1﴾ تحویل قبلہ کا پہلا مقصد یہ ہے کہ دین ہر پہلو سے مکمل ہو جائے۔ ﴿2﴾ تحویل قبلہ کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ تم ہدایت پا جاؤ۔ ہدایت نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق کو کہتے ہیں یعنی شاید کہ تم حق کو جانو اور اس پر عمل کرو۔

﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (151)﴾

''جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔''(151)

سوال1: ﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ ﴾ ''جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ کعبہ کو قبلہ بنا کر جو احسان تم پر کیا ہے کوئی پہلی نعمت نہیں۔ان میں سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تمہارے لیے عزت وشرف کا باعث ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ ﴾ ''تم ہی میں سے ایک رسول'' یہاں رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں یعنی وہ تمہیں (i) اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کر کے سنائے۔(ii) اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم دے۔(iii) حکمت کی تعلیم دے۔(iv) انسانوں کے نفوس کو پاک کرے۔(v) انسانوں کو وہ کچھ سکھا دے جو اس سے پہلے وہ نہیں جانتے تھے۔

سوال2: ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا ﴾ ''جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے'' میں آیات سے مراد قرآن مجید ہے۔(تفسیر ماوردی:208/1) ﴿2﴾ آیات کی تلاوت سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کو آپ پر پڑھتے ہیں۔(الاساس فی التفسیر:320/1)

سوال3: ﴿ وَيُزَكِّيْكُمْ ﴾ ''اور تمہیں پاک کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ وَيُزَكِّيْكُمْ ﴾ ''اور تمہیں پاک کرتا ہے'' سے مراد ہے کہ ﴿1﴾ وہ تمہیں شرک سے، گناہوں سے، برے اخلاق اور جاہلیت کی رسموں سے پاک کرتا ہے۔مثلاً شرک سے توحید کی طرف، ریاکاری سے اخلاص کی طرف، جھوٹ سے صدق کی طرف، خیانت سے امانت کی طرف، تکبر سے تواضع کی طرف، بغض، قطع رحمی اور قطع تعلقی سے ایک دوسرے سے محبت، مودت اور صلہ رحمی کی طرف تمہارا تزکیہ کرتا ہے۔اس کے علاوہ تزکیہ کی دیگر انواع سے تمہیں پاک کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:189/1) ﴿2﴾ وہ تمہیں اطاعت کے ایسے کاموں پر آمادہ کرتا ہے اور ان امور کی نشوونما کرتا ہے جس کی وجہ سے آپ اللہ تعالیٰ کے یہاں ازکیاء میں شمار ہو سکیں۔ ﴿3﴾ تزکیہ کی ابتداء اور انتہاء توحید ہے تو وہ تمہیں توحید سکھاتا ہے۔

سوال4: ﴿ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ ''اور وہ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور وہ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے'' اور اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ ﴿1﴾ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ ﴿2﴾ حکمت سے مراد سنت رسول ﷺ ہے۔(تفسیر امام شافعی:241/1) ﴿3﴾ وہ آپ کو حکمت کی تعلیم دیتا ہے یعنی زندگی کے ہر طرح کے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پانے کے لیے جو کچھ محمد ﷺ نے کیا وہ سب سنت ہے اور ہمارے لیے اس کی پیروی لازم ہے۔

سوال5: ﴿ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ''اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے'' اس سے مراد ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو، غیب کی خبروں کو، انبیاء کے حالات وواقعات کو، دین کے احکامات، اور دنیا کے معاملات کو نہیں جانتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں تعلیم دی۔ ﴿2﴾ بعثت محمدی ﷺ سے پہلے اہل عرب گمراہی میں مبتلا تھے۔

﴿فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (152)﴾

''لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرو۔'' (152)

سوال1: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ﴿فَاذْكُرُونِيٓ﴾ ''لہٰذا تم مجھے یاد رکھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ﴿فَاذْكُرُونِيٓ﴾ تم مجھے یاد رکھو کا حکم دیا ہے اور اس پر ایسے اجر کا وعدہ کیا ہے جس کا انسان تصور نہیں کر سکتا جو بہترین اجر ہے اور وہ یہ ہے کہ اَذْكُرْكُمْ میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ذکر فرماتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر (فرشتوں کی) مجلس میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے (ایک ہاتھ) قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف دو ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ (بخاری:7405)

سوال2: ذکر کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ذکر سے مراد ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے یعنی اس کی حمد، تسبیح، تہلیل اور تکبیر بلند کرو۔ ﴿2﴾ امام مسلم نے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گواہی دی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے تو فرشتے انہیں گھیرے میں لے لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانک لیتی ہے، ان پر سکون و اطمینان نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنے پاس رہنے والوں کے درمیان یاد کرتا ہے۔ (مسلم:6855) ﴿3﴾ ذکر الٰہی صرف تسبیح وتہلیل اور تکبیر وتحمید میں منحصر نہیں ہے بلکہ ہر وہ عمل جو قرآن وسنت کے مطابق ہو اور جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو وہ ذکر الٰہی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 84/1) ﴿4﴾ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ کے پیچھے چل رہا تھا اور دل میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ پڑھ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن قیس (یہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری کا نام ہے) کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ خزانہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہے۔ (صحیح مسلم:364/2) ﴿5﴾ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اسلام کی باتیں تو بہت ہیں آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جس میں لگا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: تیری زبان ہروقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں تر رہے۔(ترمذی)﴿6﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں (قیامت کے دن) ترازو میں بھاری ہوں گے اور رحمٰن کو محبوب ہیں اور وہ یہ ہیں: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْم (بخاری:7563)﴿7﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جس نے یوں کہا سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اس کے لئے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگا دیا جائے گا۔(ترمذی)

سوال3: اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا انسان کو کس چیز کا مستحق بناتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا ہی کسی انسان کو اس کا مستحق بناتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یاد رکھے۔جس کو اللہ تعالیٰ نے بھلا دیا، سمجھو کہ وہ ڈوب گیا۔زمین پر اس کا نہ اچھا ذکر رہے گا اور نہ آسمانوں میں اس کا کوئی خیر خواہ ہوگا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو ہی شکر کرنا نصیب ہوتا ہے کیونکہ انسان جب اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے تو ناشکری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

سوال4: تحویل قبلہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ہدایت کس مناسبت سے کی؟

جواب: ذکر کی ہدایت، تحویل قبلہ کے موقع کی مناسبت سے دی گئی ہے۔اس لیے کہ ذکر الٰہی سے ایک مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جو اللہ تعالیٰ کا زبان سے اس طرح ذکر کرتا ہے کہ اس کا دل بھی موافقت کرتا ہے تو ایسے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت نصیب ہوتی ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو اس کا ثواب نصیب ہوتا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ یاد رکھتے ہیں۔حدیث قدسی ہے ''جس نے مجھے دل میں یاد کیا میں بھی اسے دل میں یاد کروں گا اور جس نے مجھے مجلس میں یاد کیا میں بھی اس سے بہتر مجلس میں اسے یاد کروں گا۔'' (بخاری:6805)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو دل کا اطمینان نصیب ہوتا ہے۔﴿5﴾ ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق چلتا ہے۔﴿6﴾ ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔﴿7﴾ ذکر الٰہی کرنے والے کی ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے۔﴿8﴾ ذکر الٰہی کرنے والا دنیا کی محبت سے نکل آتا ہے۔﴿9﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو ہی شکر کرنا نصیب ہوتا ہے کیونکہ ذکر شکر کی بنیاد ہے۔

سوال6: ﴿وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾ ''اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ﴿وَاشْكُرُوْا لِيْ﴾ میرا شکر ادا کرو یعنی میں نے جو نعمتیں تمہیں عطا کی ہیں، تم سے جو غم، تکالیف اور مصیبتیں دور کی ہیں اس پر میرا شکر ادا کرو۔شکر دل کی عبادت ہے، جو تب ادا ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور زبان سے ان کا اقرار کرے اور اعضاء سے اس کی اطاعت کرے اور اس نے جن کاموں سے روکا ہے ان سے رک جائے اور ان نعمتوں کا اعتراف نہ کرنا ناشکری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔رب العزت نے شکر کا حکم دیا اور ناشکری سے روکا ہے۔

سوال 7: شکر کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ شکر سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ شکر سے ہدایت اور استقامت نصیب ہوتی ہے۔ ﴿3﴾ شکر سے خیر و برکت نصیب ہوتی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے۔(ابراہیم:7)

سوال 8: ناشکری کا انسان کو کیا نقصان ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ناشکری سے انسان حق شناس نہیں رہتا۔ ﴿2﴾ ناشکری سے انسان کے اندر تکبر پروان چڑھتا ہے۔ ﴿3﴾ ناشکری سے انسان ظالم بن جاتا ہے۔ ﴿4﴾ ناشکری سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

سوال 9: انسان اللہ تعالیٰ کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکتا ہے۔اس بات پر یقین کرتے ہوئے کہ جو نعمتیں ملی ہیں رب العزت کی چاہت سے ملی ہیں، یہ اعتراف نعمت ہے۔ ﴿2﴾ انسان اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکتا ہے، زبان دل کی ترجمان ہے۔آپ ﷺ اپنے ہر کام کی تکمیل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔نیند پوری کرنے کے بعد، کھانا کھانے کے بعد، ہر کام کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے تھے۔ ﴿3﴾ انسان اعضاء و جوارح سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکتا ہے۔اس میں سجدہ شکر، نماز اور اطاعت کے دیگر کام شامل ہیں۔ نبی ﷺ کی دعا ہے: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اے اللہ! اپنی یاد، اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔(حاکم:499/1) ﴿4﴾ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اتنا لمبا قیام فرماتے یا اتنی لمبی نماز پڑھتے کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک یا پنڈلیاں سوج جاتیں۔جب ان سے اس بارے میں کہا جاتا تو فرماتے: اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں!''(بخاری:1130)

رکوع نمبر 3

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (153)﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر اور نماز سے مدد مانگو۔یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''(153)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ ''اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنے والوں کے ساتھ ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ اے وہ لوگو جنہوں نے اپنے رب کو، اس کے وعدوں کو سچا مانا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿اسْتَعِیْنُوْا﴾ مدد مانگو اس پر جس کا آپ سے مطالبہ کیا گیا، ثبات، ذکر اور شکر پر اور کفر اور نسیان کے چھوڑنے پر صبر کے ساتھ مدد مانگو۔ ﴿3﴾ یہاں استعانت سے مراد دین پر قائم رہنے کے لیے مدد اور قوت مانگنا ہے۔ یہ قوت صبر اور نماز سے ملتی ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ایمان والے صبر اور نماز سے مدد لیں۔ ﴿5﴾ ایمان والوں کو صبر اور نماز سے مدد مانگنے کا یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ مشکلات میں کامیابی کا ذریعہ صبر اور نماز ہی ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا ہے اور خوشخبری دی ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق سے صبر کو اپنا وصف بنایا ہے۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ نے نماز سے مدد لینے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ دین کا ستون اور رب سے رابطے کا ذریعہ ہے۔ ﴿8﴾ وہ نماز مومن کی مددگار ہوتی ہے جو کامل ہو جس میں ارکان، آداب، شرائط اور سنتیں جمع ہوں۔ جس میں دل کی حاضری ہو۔ اس طرح جب مومن نماز میں داخل ہوتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوا ہے۔ وہ باادب اپنے مالک کے حضور کھڑا ہوتا ہے پھر جو کچھ کہتا اور کرتا ہے اس کو اپنے شعور میں حاضر رکھتا ہے اور رب سے دعائیں مانگتا ہے تو یقیناً ایسی نماز تمام امور میں مددگار ہوتی ہے کیونکہ وہ برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ اس دل کی حاضری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اجتناب ہوتا ہے۔ اسی نماز سے مدد لینے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ﴿9﴾ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب السیاسۃ الشرعیۃ میں لکھتے ہیں کہ حاکم کے لیے بالخصوص اور رعایا کے لیے بالعموم تین چیزیں عظیم مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ (الف) اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور دعا اور غیر دعا کے ذریعے اس پر توکل اور دل و جان سے نماز کی حفاظت و پابندی جو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کی اصل ہے۔ (ب) مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔ (ج) تکلیف مصیبت اور حادثات زمانہ کے وقت صبر کرنا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ صبر اور نماز کو جمع کر دیتا ہے جیسا کہ اس کا فرمان ہے: ﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ ۚۖ وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ اور آپ نماز قائم کریں دن کے دونوں اطراف میں اور رات کی چند گھڑیوں میں، بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔ اور آپ صبر کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (ہود:114,115) ﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى﴾ چنانچہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں آپ ان پر صبر کریں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کے اوقات میں بھی پس تسبیح کریں اور دن کے کناروں پر بھی تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔ (طٰہٰ:130) (تفسیر قاسمی:317/2)

سوال 2: صبر سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نفس کو مرغوب چیزوں سے روکنے کی مشقت برداشت کرنا اور خواہشات میں گرفتار ہونے سے نفس کو بچائے رکھنا صبر ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿2﴾ نفس کواللہ تعالیٰ کی اطاعت پرگامزن رکھناصبر ہے۔﴿3﴾ نفس کواللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے روکے رکھناصبر ہے۔ ﴿4﴾ مصائب کو برداشت کرنااور جزع فزع سے رکے رہناصبر ہے۔اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر پرصبر کرنااوراس پرناراضی کااظہار نہ کرنا۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''جس مومن بندے کی محبوب چیز میں نے دنیا سے اٹھالی (جیسے بیٹا، بھائی وغیرہ) اوراس نے اس پرصبر کیا تو اس کی جزا میرے یہاں جنت کے سوا اور کچھ نہیں (یعنی اس کو جنت ملے گی)۔'' (بخاری:6424)

سوال3: حق کی راہ میں مشکلات ومصائب کا بڑا سبب کیا ہے؟

جواب: حق کی راہ میں مشکلات کا سبب بندہ مومن کا تبلیغی کردار ہے۔اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ایک طرف نصیحت کا کام ہے اور دوسری طرف تنقید کا۔ایسے انسان کی عزت، جان اور مال سب کچھ خطرے میں پڑ جاتا ہے۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جومومن لوگوں سے مل کر رہتا ہے اوران کی ایذا پرصبر کرتا ہے،اس کو اس مومن کی نسبت زیادہ ثواب ملتا ہے جو نہ لوگوں سے ملتا ہے اور نہ ان کی ایذا پرصبر کرتا ہے۔'' (ابن ماجہ:4032)

سوال4: مشکلات میں کون حق پر جمارہتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مشکلات اورمصائب میں ایمان والوں کوستایا جاتا ہے۔یہ موقع واضح کردیتا ہے کون حق پر جمارہنے والا ہے اور کون پھسل جانے والا۔اس مرحلے پر جوثابت قدم رہتا ہے وہ حق پر ہے۔﴿2﴾ حق پر وہ ہے جواللہ تعالیٰ کی راہ میں بہت کچھ کھودے۔جودنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ کھودیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس آخرت میں بہت کچھ پالیتا ہے۔﴿3﴾ حق پر وہ ہے جواللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان دے دے۔دنیا میں جان دینے والا ہمیشہ کی زندگی پالیتا ہے۔﴿4﴾ حق پر وہ ہے جودنیا کی جنت سے محروم ہوا۔آخرت کی جنت اسی کے لیے ہے۔

سوال5: صبر کرنے والے کوکون سے رویے چھوڑنے پڑتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ خودترسی۔﴿2﴾ خودغرضی۔﴿3﴾ اپنی ذات سے محبت۔﴿4﴾ ناراضی اورغصہ۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے نماز سے مدد لینے کا حکم دیا،اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نماز اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہے۔ایک تنہا انسان کی سارے جہانوں کے خالق اور مالک سے ملاقات۔﴿2﴾ نماز تھکے ہوئے انسان کے لیے ایک خوش گوار احساس ہے۔﴿3﴾ نماز وہ عبادت ہے جس سے انسان سکون پاتا ہے۔﴿4﴾ باجماعت نماز سے باہمی رابطے مضبوط ہوجاتے ہیں اور کام آسان ہوجاتا ہے۔﴿5﴾ نماز انسان کوریچارج کرتی ہے اسی لیے وہ قوت کا سرچشمہ ہے۔﴿6﴾ نماز ام العبادات ہے،مومن کی معراج اوررب العالمین سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نماز سے مدد لینے کا حکم دیا ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا:''جعلت قرة عيني في الصلوٰة'' میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 7: مومن زندگی میں کس قوت کے سہارے چلتا ہے؟

جواب: مومن کی زندگی میں سب سے بڑی قوت اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ نماز ہے۔ لہٰذا نماز قوت کا سرچشمہ اور خزانوں کی چابی ہے۔

سوال 8: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھ کیسے دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھ ایسے دیتا ہے کہ دنیا میں صبر کرنے والوں کی مدد کرتا ہے۔ جو اس راستے پر چلنا چاہتا ہے اسے چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ صبر کی وجہ سے معاملات میں آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ آخرت میں صبر کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا کہ صبر کرنے والے کہاں ہیں؟ اٹھیں اور بغیر حساب کتاب کے جنت چلے جائیں۔ کچھ لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور جنت کی طرف بڑھیں گے۔ فرشتے انہیں دیکھنے پر پوچھیں گے کہ کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہیں گے جنت میں، وہ کہیں گے ابھی تو حساب بھی نہیں ہوا، کہیں گے ہاں حساب سے بھی پہلے، پوچھیں گے آخر آپ کون لوگ ہیں؟ جواب دیں گے: ہم صابر لوگ ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے: تمہارا صبر کیسا تھا؟ وہ کہیں گے: ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہے اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہے، مرتے دم تک اس پر صبر کیا اور جمے رہے، فرشتے کہیں گے: پھر تو ٹھیک ہے۔ بے شک تمہارا یہی بدلہ ہے اور اسی لائق تم ہو۔ جاؤ، جنت میں مزے کرو اچھے کام والوں کا اچھا ہی انجام ہے۔ (ابن کثیر: 232/1)

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (154) ﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں تم انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔'' (154)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: غزوہ بدر میں 14 مسلمان شہید ہوئے تھے۔ ان کے وارث حسب طبیعت انسانی ان کا رنج رکھتے تھے اور ان کا ذکر کرتے ہوئے کہتے کہ ''فلاں شخص مر گیا'' فلاں قتل ہوا' ان کو ملال ہوتا تھا۔ ادھر کفار نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ یہ لوگ ناحق ایک شخص (محمد ﷺ) کے پیچھے جان دیتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کے شہداء کو مردہ کہنے سے، جو ان کے حق میں باعث رنجیدگی ہو، روکنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

سوال 2: ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جائیں تم انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جائیں تم انہیں مردہ نہ کہو'' اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے حالات میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی ایک صورت اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ہے جو نفس پر گراں گزرتا ہے اور اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس کا نتیجہ موت ہے جب کہ سب لوگ زندگی سے محبت کرتے ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے لوگ محبت رکھتے ہیں اسے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی ضد کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔موت کو دور تو نہیں کیا جا سکتا لیکن ناپسندیدگی رکھنی ممکن ہے۔﴿2﴾﴿بَلۡ اَحۡیَآءٌ﴾ بلکہ وہ زندہ ہیں۔انسان اپنی من پسند چیز اس وقت چھوڑتا ہے جب اس سے زیادہ محبوب چیز حاصل ہونے کی امید ہو۔اللہ تعالیٰ نے یہاں بشارت دی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جنگ کرتا ہے تا کہ اس کا دین غالب ہو اور اس کے سوا اس کا کوئی اور مقصد نہ ہو تو وہ اپنی محبوب زندگی کو کھو نہیں دیتا بلکہ اسے اس زندگی سے زیادہ کامل زندگی مل جاتی ہے۔﴿3﴾رب العزت نے شہید کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:﴿وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ ۙ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۙ وَ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِیۡنَ لَمۡ یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ مِّنۡ خَلۡفِہِمۡ ۙ اَلَّا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ﴾ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو گئے انہیں تم مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے اس پر وہ بہت خوش ہیں اور جو ان کے پیچھے سے ان کے ساتھ نہیں ملے وہ ان پر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔(آل عمران:169,170) کیا اس سے بڑی خوشی کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ کوئی غم نہ ہو، ہر قسم کا بدنی اور روحانی رزق میسر ہو۔سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا گیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرے خواہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے، اس کی یہ تمنا ہوگی کہ دنیا میں دوبارہ واپس جا کر دس مرتبہ اور (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) قتل ہو کیونکہ وہ شہادت کی عزت وہاں دیکھتا ہے۔''(صحیح بخاری:2817)﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے:''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے نکل جاؤں اور مجھے اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ ان سب کو سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے ایسے لشکر کے ساتھ جانے سے بھی نہ رکتا جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں غزوہ کے لیے جا رہا ہوتا۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری تو آرزو ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔''(صحیح بخاری:2797)﴿5﴾﴿وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ﴾''لیکن تم شعور نہیں رکھتے''اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اس بات کا شعور نہیں رکھتے کہ وہ کس عزت کے مقام پر اور کن نعمتوں میں ہیں۔نبی ﷺ نے فرمایا:شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہیں اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں چرتی رہتی ہیں پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں جا کر بسیرا کرتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں جھانک کر دیکھا اور پوچھا کہ اب تم کیا چاہتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا:اے اللہ! تو نے ہمیں وہ وہ دے رکھا ہے جو کسی کو نہیں دیا پھر ہمیں کس چیز کی ضرورت ہوگی؟ ان سے پھر یہی سوال ہوا۔جب انہوں نے دیکھا کہ اب ہمیں کوئی جواب دینا ہی ہوگا تو کہا اللہ تعالیٰ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیں۔ہم تیری راہ میں پھر جنگ کریں پھر شہید ہو کر تیرے پاس آئیں اور شہادت کا دوگنا درجہ پائیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:یہ نہیں ہو سکتا یہ تو میں لکھ چکا ہوں کہ کوئی بھی مرنے کے بعد دنیا کی طرف پلٹ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنہیں جائے گا۔(مسلم:1887)﴿6﴾ سیدنا مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا: ''جنہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جائے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس سے رزق دیئے جاتے ہیں۔'' تو انہوں نے کہا: ہم نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کی روحیں سرسبز پرندوں کے جوف میں ہوتی ہیں، ان کے لیے ایسی قندیلیں ہیں جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں اور وہ جنت میں پھرتی رہتی ہیں جہاں چاہیں، پھر انہی قندیلوں میں واپس آجاتی ہیں۔ان کا رب ان کی طرف متوجہ ہوکر فرماتا ہے: کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: ہم کس چیز کی خواہش کریں حالانکہ ہم جہاں چاہتے ہیں جنت میں پھرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سے اس طرح تین مرتبہ فرماتا ہے۔جب وہ دیکھتے ہیں کہ انہیں کوئی چیز مانگے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا تو وہ عرض کرتے ہیں: اے رب! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دیں یہاں تک کہ ہم تیرے راستے میں دوسری مرتبہ قتل کیے جائیں۔جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ انہیں اب کوئی ضرورت نہیں تو انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم:4885)

سوال3: شہید کون ہے؟

جواب: شہید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے اور کوئی دوسرا مقصد اس کی نظر میں نہ ہو۔صرف دین کی راہ میں، صرف سچائی کے لیے لڑ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والا شہید ہے۔سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ایک شخص غنیمت کے لئے جنگ کرتا ہے، ایک شخص اپنی شہرت کے لیے لڑتا ہے اور ایک شخص اس لیے لڑتا ہے کہ بہادری میں اس کا مقام اور مرتبہ مشہور ہوجائے۔سو ان میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اس لیے جنگ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بلند ہو۔وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے۔(صحیح بخاری 394، صحیح مسلم:2/139)

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (155)﴾

''اور یقیناً ہم تمہیں خوف اور بھوک سے، مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان میں سے کسی نہ کسی چیز سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو آپ خوشخبری دے دیں۔'' (155)

سوال1: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ﴾ ''اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے، مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے خبر دی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ضرور آزماتا ہے تاکہ سچے جھوٹے اور صابر اور بے صبرے کے درمیان فرق واضح ہوجائے۔اپنے بندے کے معاملے میں یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔(تفسیر سعدی:1/194) ﴿2﴾ اگر مومنوں کو آزمائش نہ آئے ہمیشہ خوش حالی ملے تو فساد واقع ہوجائے۔﴿3﴾ آزمائش سے اہل ایمان کا ایمان ضائع نہیں ہوتا، نہ ہی آزمائش دین سے ہٹاتی ہے۔آزمائش کا مقصد

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پاک صاف کرنا ہوتا ہے۔اسی لیے رب العزت نے فرمایا۔﴿4﴾﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ﴾ ''اورہم تمہیں ضرورآزمائیں گے''عطاء ،ربیع اورسیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس خطاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے بعد کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔(احکام القرآن للجصاص:114/1)﴿5﴾﴿بِشَيْءٍ﴾''کسی نہ کسی چیز سے''اللہ تعالیٰ انسان کو جن طریقوں سے آزماتا ہے ان میں خوف ،بھوک ،مالی نقصانات ،جانی نقصانات ،پھلوں اور رزق کے نقصانات وغیرہ شامل ہیں۔﴿6﴾﴿مِّنَ الْخَوْفِ﴾''خوف سے''امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:خوف سے مراد دشمنوں کا خوف ہے۔(تفسیرامام شافعی:242/1)خوف سے مرادوہ ہنگامی صورت حال ہے جو جنگ احزاب سے پہلے ہروقت مدینہ کی آزاد چھوٹی سی ریاست کے گردمنڈلاتی رہتی تھی۔ایک دفعہ خودرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:کاش آج رات میرا کوئی پہرہ دے تاکہ میں سوسکوں۔یہ سن کرسیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلح ہوکرآگئے اورکہا:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !میں پہرہ دیتاہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوجائیں۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح آرام فرمایا۔(بخاری کتاب الجہاد)ایک رات اہل مدینہ ایک خوف ناک آوازسن کرگھبراگئے پھروہ اس آوازکی طرف روانہ ہوئے تودیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھرسے واپس آرہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پہلے ہی اس آوازکی جانب روانہ ہوگئے تھے اورخبرمعلوم کرکے آرہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہاڈرونہیں ڈرونہیں۔(صحیح بخاری:2908)﴿7﴾﴿وَالْجُوْعِ﴾ ''اوربھوک سے''بھوک کی آزمائش سے مرادقحط بھی،خوراک کی کمی وررمضان کے مہینے کی بھوک بھی ہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پرآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ایسازمانہ نہیں گزرا کہ انہوں نے مسلسل تین دن پیٹ بھرکرکھانا کھایا ہو۔(بخاری کتاب الاطعمہ)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہااے بھانجے!ہم پرایساوقت گزرچکا ہے کہ ہم ایک چاند دیکھتے پھردوسراچاند پھرتیسراچاندیعنی دودومہینے آپ کے گھرآگ نہیں جلتی تھی۔عروہ نے کہا کہ خالہ پھرتمہاری گزرکس چیز پرہوتی تھی؟سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایاانہی دوکالی چیزوں پریعنی کھجوراور پانی پر۔اتناضرورتھا کہ چندانصاری لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسائے تھے جن کے پاس بکریاں تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بکریوں کا دودھ تحفہ کے طور پربھیجا کرتے تھے۔جس سے وہ ہم کوبھی پلاتے۔(صحیح بخاری:2567)﴿8﴾﴿وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ﴾''اورمالوں کے نقصان سے''ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:مالی نقصان سے مرادمال کا چلا جانا ہے۔مالی نقصان چوری ،ڈاکے،حکومت کے مال غضب کرلینے،مال کے ہلاک ہونے اوردیوالیہ نکل جانے سے ہوتاہے۔(زادالمسیر :146/1)﴿9﴾﴿وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ﴾''مالوں اورجانوں کے نقصان سے''جانی نقصانات سے مرادقتل،موت اورامراض وغیرہ ہیں۔جانی نقصانات امراض کے پھیلنے سے قتل وغارت گری سے ،خانہ جنگیوں سے اورجہادمیں شہادتوں سے ہوتاہے۔﴿10﴾﴿وَالثَّمَرٰتِ﴾'' اورپھلوں کے''پھلوں کے نقصانات سے مرادفصلوں اورپھلوں کا نقصان ہے۔اس سے مراداولاد کا وفات پانا بھی ہے کیونکہ اولادقلب کا پھل ہے۔(فتح القدیر:202/1)چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ(زینب رضی اللہ عنہا کا بیٹا)فوت ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی سے فرمایا:یوں کہو: جواس نے لیاوہ اسی (اللہ تعالیٰ) ہی کا تھااورجودے رکھا ہے وہ بھی اس کا ہے اس کے ہاں ہرچیز کا ایک وقت مقررہے لہٰذاتمہیں چاہئے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صبر کرو اور اس سے ثواب کی امید رکھو۔(بخاری کتاب المرضیٰ) پھلوں کا نقصان ناگہانی آفتوں کے آنے سے، خانہ جنگیوں سے، کیڑوں کے حملہ آور ہونے سے اور ٹڈی دل سے ہوتا ہے۔ پھلوں کے نقصان سے مراد رزق کا نقصان ہے اور رزق سے برکت کا اٹھ جانا نقصان ہے۔

سوال2: انسان کو مشکلات (آزمائش) میں کیوں مبتلا کیا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات رکھے ہیں کہ انسان کے راستے میں رکاوٹیں آئیں تاکہ پتہ چل جائے کہ کون اپنے ایمان میں سنجیدہ ہے اور کون سنجیدہ نہیں ہے؟ ﴿2﴾ آزمائشوں سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ ﴿3﴾ آزمائشیں اس لیے بھی آتی ہیں تاکہ یہ جانچا جائے کون قضا پہ صبر کرتا ہے، کون نہیں کرتا؟ ﴿4﴾ آزمائش کے بعد انسان کا نفس پاک اور صاف ہوتا ہے۔ ﴿5﴾ آزمائشیں درجات کی بلندی کا باعث بنتی ہیں۔ ﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن مرد اور مومن عورت پر اس کی جان، اولاد اور مال میں آزمائشیں آتی رہتی ہیں (جن سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں اور کبیرہ گناہوں سے مومن ویسے ہی اجتناب کرتے ہیں)۔(جامع ترمذی:2399) ﴿7﴾ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کن لوگوں کا امتحان سخت ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پیغمبروں کا پھر جوان کے بعد مرتبے میں افضل ہیں پھر جوان کے بعد افضل ہیں اور آدمی پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے۔ اگر اس کا دین سخت اور قوی ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں نرمی ہوتی ہے تو اسی انداز سے وہ مشکل آتی ہے یہاں تک کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور کوئی گناہ اس پر باقی نہیں رہتا۔''(ابن ماجہ:4023)

سوال3: آزمائش میں انسان کیا کرے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان فتنوں کو پہچانے۔ ﴿2﴾ استغفار کرے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے۔ ﴿4﴾ صبر کرے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور دعا کرے۔ ﴿6﴾ فتنوں سے اپنے آپ کو بچائے۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کو یاد رکھے۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف دل سے توجہ کرے، اسے یاد رکھے اور اس کا شکر ادا کرے اور اس کا ہو کر رہے۔ ﴿9﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: میرے لیے آسمان سے گر جانا اس امر سے بڑھ کر پسندیدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلے کے بارے میں لب کشائی کروں اور کہوں کاش ایسا فیصلہ نہ ہوتا۔(تفسیر احکام القرآن للجصاص:114/1) ﴿10﴾ جس کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ کہے اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا یعنی اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اسے اجر اور بدلہ ضرور دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی مسلمان کو کوئی رنج و مصیبت پہنچے اس پر گویا وہ وقت گزر جائے پھر اسے یاد آئے اور وہ اِنَّا لِلّٰہ پڑھے تو مصیبت کے صبر کے وقت جو اجر ملا تھا وہی اب بھی ملے گا۔(ابن کثیر:233/1)

سوال4: ﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ﴾ ''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾ سے رسول اللہ ﷺ کوحکم دیا جارہا ہے اور ہراس شخص کوجو بشارت دینے کی قدرت رکھتا ہو۔(فتح القدیر:202/1)﴿2﴾صبر کرنے والوں کے لیے اچھے انجام کی خوشخبری ہے۔﴿3﴾صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو!اپنے رب سے ڈر جاؤ،ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اس دنیامیں نیکی کی ،بڑی بھلائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے، یقیناً صبر کرنے والوں کوان کا اجربغیرحساب کے پورادیا جائے گا۔(الزمر:10)﴿4﴾صبر اللہ تعالیٰ کی معیت کا ذریعہ ہے۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(البقرہ:153)﴿5﴾صبر اور یقین اللہ تعالیٰ کی مدد کے حصول کا ذریعہ ہے۔﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَي الْخٰشِعِيْنَ﴾ اور صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد مانگو اور بلاشبہ وہ (نماز) یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔(البقرہ:45)﴿6﴾صبر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ہدایت کے حصول کا ذریعہ ہے۔﴿اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ یہی لوگ ہیں جن پران کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔(البقرہ:157)﴿7﴾صبر اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے۔﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ﴾ اور کتنے ہی نبی تھے جن کے ساتھ مل کر بہت سے رب والوں نے جنگ کی اوراس کے لیے جواللہ تعالیٰ کی راہ میں انہیں تکلیف پہنچی، انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انہوں نے عاجزی دکھائی اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(آل عمران:146)﴿8﴾اللہ تعالیٰ صبر کانعم البدل عطا کرتا ہے۔سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا''ہروہ مسلمان شخص جس کومصیبت اپنے نرغے میں لے لے اوروہ زبان سے وہی کلمات نکالے جس کے نکالنے کا اللہ تعالیٰ نے اس موقع پرحکم دیا ہے۔'' اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا''ہم اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اوراسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔اے اللہ مجھے میری اس مصیبت میں ثواب سے نواز دے اوراس کانعم البدل عطافرما تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا سے اس کونعم البدل عطافرماتا ہے۔(مسلم:918)﴿9﴾صبر دنیامیں عزت وشرف کا ذریعہ ہے۔

﴿الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ(156)﴾

''وہ لوگ کہ جب کوئی مصیبت ان پرآتی ہے تو وہ کہتے ہیں:''بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی جانب لوٹنے والے ہیں۔''(156)

سوال1:﴿الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ﴾''وہ لوگ کہ جب کوئی مصیبت ان کوپہنچتی ہے''مصیبت سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: مصیبت سے مراد ہر وہ تکلیف اور مشقت ہے جو اپنی ذات کو، گھر والوں کو یا مال کو پہنچے۔ ایک رات رسول اللہ ﷺ کا چراغ بجھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ آپ ﷺ سے کہا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ بھی مصیبت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ جو چیز بھی مسلمان کو نقصان دیتی ہے وہ مصیبت ہے۔

سوال 2: مصیبت کے وقت ایک مومن کا طرز عمل کیسا ہونا چاہئے؟

جواب: مصیبت کے موقع پر سچا مومن یہ سوچتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس حال میں چاہے رکھے اسے اختیار ہے، ہم اس کی رضا پر راضی ہیں، ایک دن ہم نے اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے پھر وہ ہمارے صبر پر بے حساب اجر دے گا۔

سوال 3: ﴿ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ ''وہ کہتے ہیں: یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ ﴾ وہ پکار اٹھتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، اسی کے تصرف و تدبیر کے تحت ہیں۔ ہماری جانوں اور مالوں پر ہمارا کوئی اختیار نہیں۔ (تفسیر سعدی: 195/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کو مصیبت زدہ کے لیے پناہ اور آزمائش میں مبتلا کے لیے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ میں اللہ تعالیٰ کے معبود اور بادشاہ ہونے کا اقرار ہے، یہ دراصل بندے کی طرف سے عبودیت کا اقرار ہے اور دراصل اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے اور آزمائش میں اس کے فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ میں اپنی جان کے ہلاک ہونے، قبروں سے اٹھنے کا اقرار ہے اور یہ یقین ہے کہ سارے امور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ ﴿4﴾ یہ کہہ کر بندہ اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہے اور اس پر جو مصائب آتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سمجھ کر راضی ہو جاتا ہے۔ ﴿5﴾ بے صبری پر بڑی وعید ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے جو رخساروں پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی دھائی دے۔ (صحیح مسلم: 70/1) ﴿6﴾ بعض علاقوں میں مرنے والے کے سوگ میں بال منڈا دیتے ہیں اور خاص کر عورتیں تو بہت ہی چیختی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس سے بری ہوں جو (کسی کی موت پر) سر مونڈے، آوازیں بلند کرے اور کپڑے پھاڑے۔ (صحیح مسلم: 70/1)

﴿ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (157) ﴾

''یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔'' (157)

سوال 1: ﴿ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں'' صبر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا خوش خبریاں دی ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن پران کے رب کی طرف سے برکتیں اوررحمت ہے'' صبر کرنے والوں پراللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتیں ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿وَرَحْمَةٌ﴾ ''اوررحمت ہے'' صبر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم رحمت ہے۔سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ اورسیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو جوبھی تکان، بیماری ،فکر،غم اورتکلیف پہنچتی ہے حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تواس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔(بخاری:5641) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ خیرکاارادہ فرماتے ہیں تواس کو دنیاہی میں سزادیتے ہیں اورجب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ شرکاارادہ فرماتے ہیں تواس کے گناہوں کی سزاکوروکے رکھتے ہیں یہاں تک کہ اس کو قیامت کے دن پوری سزادے دیں گے۔(ترمذی:ابواب الزھد) ﴿3﴾ ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ ''اوریہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں'' صبر کرنے والے ہی ہدایت پانے والے ہیں۔

سوال2: ﴿صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ﴾ ''ان کے رب کی طرف سے برکتیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ﴾ ''ان کے رب کی طرف سے برکتیں ہیں'' سے مراد ہے کہ ان کے رب کی طرف سے رحمت اورمغفرت ہے۔ ﴿2﴾ صَلٰوۃ کی اصل دعا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تزکیہ اورمغفرت ہے۔

سوال3: ﴿وَرَحْمَةٌ﴾ ''رحمت'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں رحمت سے مراد تکلیف کا دورکرنا اورحاجت کا پورا کرنا ہے۔(فتح القدیر:203/1)

سوال4: ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ ''اوریہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ ''اوریہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں'' الْمُهْتَدُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ وہ سعادت اورایمان میں کمال کے راستے کی طرف ہدایت پانے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمایااورانہوں نے اس پرصبرکیا۔ ﴿2﴾ ہدایت پانے سے مراد جنت اورثواب کی طرف راہ پاناہے۔ہدایت سے مراد علم نافع اورعمل صالح کی توفیق ہے۔جنت اورثواب کی طرف وہی راہ پاتا ہے جوعلم نافع کا راستہ اختیارکرتا ہے۔ ﴿3﴾ ہدایت پانے والے سے مراد یہ ہے کہ مصیبتیں آسان کردی گئیں۔ ﴿4﴾ وہ ہدایت پانے والے ہیں حق ربوبیت اورعبودیت کی۔اسی وجہ سے ان پراللہ تعالیٰ کی مہربانیاں اورنوازشیں ہیں۔

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ (158)﴾

''یقیناً صفااورمروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں،توجوکوئی بیت اللہ کا حج یاعمرہ کرے تواس پرکوئی حرج نہیں کہ ان دونوں کا خوب طواف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرے اور جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ قدر دان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (158)

سوال 1: ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ﴾ ''یقیناً صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں'' صفا اور مروہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ ﴾ ''یقیناً صفا اور مروہ'' صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان سعی کی جاتی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں'' یعنی دین کی ظاہری علامتیں ہیں۔ ﴿3﴾ شعائر اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴾ اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔ (الحج:32) شعائر کی تعظیم کرنا دلوں کا تقویٰ ہے جو ہر مومن پر فرض ہے۔ ﴿4﴾ اس سے مراد عبادت کی جگہیں ہیں۔ (فتح القدیر:204/1) ﴿5﴾ صفا اور مروہ دونوں پہاڑوں کے درمیان دوڑنا یعنی سعی کرنا فرض اور حج اور عمرے کا لازمی رکن ہے۔ ﴿6﴾ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا مناسک حج وعمرہ میں سے ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دور سے یہ طریقہ رائج تھا۔ دور جاہلیت میں صفا پر ''اساف'' اور مروہ پر ''نائلہ'' نامی بتوں کو رکھ دیا گیا تو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے بارے میں لوگوں کو شک ہوا کہ کہیں یہ زمانۂ شرک کی ایجاد تو نہیں لہٰذا یہاں یہ واضح کر دیا گیا کہ ان مقامات کا تقدس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

سوال 2: صفا اور مروہ کو شعائر اللہ کیوں کہا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ صفا اور مروہ کو ان معنوں میں اللہ تعالیٰ کے شعائر کہا گیا کہ ان سے مناسک کا وہ حصہ وابستہ ہے جس کی ادائیگی سے عجیب طرح کی للّٰہیت پیدا ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ اس لیے بھی کہ یہ مقامات خلوص وایمان کے لیے بے پناہ جذبات کے پیدا کرنے میں مدد ومعاون ہیں۔ ﴿3﴾ انہیں اللہ تعالیٰ کے شعائر اس لیے کہا کہ ہم مناسک کی روحانیت کو فراموش نہ کریں اور صرف ظاہری رسوم کو صحیح نہ سمجھیں، بلکہ اس کی روحانیت اور اثر کو برقرار رکھیں۔ (سراج البیان:54,55/1)

سوال 3: ﴿ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ﴾ ''تو جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ اِن دونوں کا طواف کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ اِن دونوں کا طواف کرے'' طواف سے مراد سعی ہے۔ سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے: ''یقیناً صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پھر جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے۔'' میرا خیال ہے کہ اگر کوئی ان کی سعی نہ کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہونا چاہئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہرگز نہیں! جیسا کہ تمہارا خیال ہے، اگر مسئلہ یہی ہوتا تو پھر واقعی ان کی سعی نہ کرنے میں کوئی گناہ نہ تھا لیکن یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (اسلام سے پہلے) انصار منات بت کے نام سے احرام باندھتے تھے۔ یہ بت مقام قدید میں رکھا ہوا تھا اور انصار صفا اور مروہ کی سعی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ جب اسلام آیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

توانہوں نے سعی کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(بخاری:4495)﴿2﴾عاصم بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ انہوں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے صفا اور مروہ کے متعلق پوچھا۔انہوں نے بتایا کہ اسے ہم جاہلیت کے کاموں میں سے سمجھتے تھے۔جب اسلام آیا تو ہم ان کی سعی سے رک گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ﴾ سے ارشاد ﴿اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ تک۔یعنی بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں پس ان کی سعی کرنے میں حج اور عمرہ کے دوران کوئی گناہ نہیں ہے۔(بخاری:4496)﴿3﴾نبی ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے سعی فرض کردی ہے،لہٰذا سعی کرو۔''رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا:''مجھ سے مناسک حج سیکھ لو۔''اوران میں سعی بھی داخل ہے۔رسول اللہ ﷺ نے صفا سے شروع کیا اور کہا:''نبدأ بما بدأ اللہ بہ''تم شروع کرو اس سے جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا یعنی صفا سے چل کر مروہ جاؤ۔(تفسیر امام شافعی:243/1)﴿4﴾سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اس لیے کسی کے لیے اسے چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔(بخاری:1643)

سوال4:﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا﴾''اور جو کوئی شوق سے کوئی بھلائی کرے''سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾''اور جو کوئی شوق سے کوئی بھلائی کرے''یہاں اس سے مراد''سعی''ہے۔جب شوق سے ادا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اس جذبہ کی قدر کرتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دلی جذبوں اور شوق کا خوب علم ہے۔﴿2﴾جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ کوئی بھلائی کرتا ہے یعنی نماز،روزہ،صلہ رحمی وغیرہ تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔﴿3﴾جو کوئی جتنی زیادہ اطاعت کرتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔﴿4﴾نیکیوں پر بھلائیوں کی قید دلیل ہے کہ جو کوئی بدعات کا مرتکب ہوتا ہے وہ اس کے لیے شر بن جاتی ہیں۔

سوال5:﴿فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾''تو یقیناً اللہ تعالیٰ قدر دان ہے،خوب جاننے والا ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات شَاکِر اور عَلِیْم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے بھلائی کے لیے انسان کا سینہ کھل جانے سے،جس کی وجہ سے انسان کو خوشی نصیب ہوتی ہے اپنے شاکر اور علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔اگر انسان خوشی سے نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ کے علم میں خوشی بھی ہے اور نیکی بھی اور پھر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی قدر دان نہیں کیونکہ وہ بھلائیوں پر کثیر اجر عطا فرماتا ہے۔﴿2﴾الشاکر اور الشکور اس ہستی کو کہتے ہیں جو بندوں کے تھوڑے عمل کو بھی قبول کر لیتی ہے اور اس پر بہت بڑا اجر عطا کرتی ہے۔جب بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاتا ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے تو وہ اپنے بندے کی مدد کرتا ہے،اس کی مدح وثنا کرتا ہے اور اس کو یہ بدلہ دیتا ہے کہ وہ اس کے قلب کو نور اور ایمان سے لبریز کر دیتا ہے اور اس کے بدن میں قوت ونشاط،اس کے احوال میں برکت اور نشوونما اور اس کے اعمال میں مزید توفیق عطا کرتا ہے۔پھر یہ بندۂ مومن آخرت میں جب رب کے پاس حاضر ہوگا تو وہاں اسے وافر اور کامل ثواب ملے گا،مذکورہ دنیاوی جزائیں اس کے اخروی ثواب میں کمی نہیں کریں گے۔﴿3﴾اور اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے قدر دانی یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اسے اس سے بہتر چیز عطا کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ایک بالشت قریب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہے، جو چل کر اللہ تعالیٰ کی طرف آتا ہے اللہ تعالیٰ بھاگ کر اس کی طرف بڑھتا ہے، جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کئی گنا منافع سے اسے نوازتا ہے۔ ﴿4﴾ اور باوجود یہ کہ وہ بندوں کے اعمال کا قدر دان ہے، وہ یہ بات بھی خوب جانتا ہے کہ کون اپنی نیت، ایمان اور تقویٰ کے مطابق کامل ثواب کا مستحق ہے اور کون اس ثواب کا حق دار نہیں۔ وہ بندوں کے اعمال کا علم رکھتا ہے، پس وہ ان کے اعمال ضائع نہیں کرے گا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی نیتوں کے مطابق، جن کو اللہ علیم وحکیم جانتا ہے، ان عملوں کا ثواب پائیں گے۔ (تفسیر سعدی:198/1)

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ (159) ﴾

''بے شک جو لوگ واضح دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جس کو ہم نے نازل کیا ہے اس کے بعد کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں۔'' (159)

سوال 1: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ ﴾ ''یقیناً جو لوگ کھلی نشانیوں اور ہدایت میں سے چھپاتے ہیں جس کو ہم نے نازل کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یقیناً جو لوگ کھلی نشانیوں اور ہدایت میں سے چھپاتے ہیں جس کو ہم نے نازل کیا ہے'' اس آیت کے بارے میں قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کو اور محمد ﷺ کے بارے میں معلومات کو چھپایا۔ حالانکہ وہ اپنے یہاں تورات اور انجیل میں اسے لکھا ہوا پاتے تھے۔ (جامع البیان:59/2) ﴿2﴾ ﴿مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾ ''کھلی نشانیوں میں سے'' حق پر دلالت کرنے والی اور اس کو ظاہر کرنے والی باتیں۔ (تفسیر سعدی:199/1) ﴿3﴾ اس سے مراد حلال وحرام اور حدود وفرائض ہیں۔ ﴿4﴾ یہاں: بَيِّنَات سے مراد محمد ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کی وہ صفات ہیں جو پہلی کتابوں میں آئیں۔ ﴿5﴾ ﴿وَالْهُدَىٰ﴾ ''اور ہدایت'' ھدیٰ وہ علم ہے جس کے ذریعے سے صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے اور جس سے اہل جنت اور اہل جہنم کے راستوں کا فرق واضح ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:199/1)

سوال 2: ﴿ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ﴾ ''اس کے بعد کہ ہم اس کو کتاب میں لوگوں کے لئے کھول کر بیان کر چکے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں کتاب میں لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرنے سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ (زادالمسیر:148/1) ﴿2﴾ یہاں کتاب سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مرادتورات،زبور،انجیل اورقرآن ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اہل علم سے وعدہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتاب کا جوعلم عطا کیا ہے اسے لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اوراسے ہرگزنہیں چھپائیں گے۔(تفسیرسعدی:199/1)

سوال3: اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو کیسے چھپایا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کوعام لوگوں تک نہ پہنچانے سے یہ تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو ہدایت کی بجائے دنیا کے فائدوں کے حصول کا ذریعہ بنا کر یہ تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کوخاص لوگوں کی کتاب بنانے سے یہ تعلیمات عام لوگوں سے چھپ جاتی ہیں۔﴿4﴾جب کسی موقع پرحق اور باطل کے درمیان کشمکش ہوجائے تو جاننے کے باوجود خاموشی اختیارکرنے سے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم نہ دینے سے یہ تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔ ﴿6﴾جب زندگی کے معاملات کے حوالے سے عام لوگ راہ نمائی چاہیں اورکتاب کاعلم رکھنے والے اصل حکم کو چھپالیں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے علم کے بارے میں پوچھا جائے اور وہ اسے چھپائے تو اسے روز قیامت جہنم کی آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔(ابوداؤد:3658)(مسند احمد:305/2)

سوال4: ﴿أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ﴾ ''تو ان ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اورتمام لعنت کرنے والے ان پرلعنت کرتے ہیں'' سے مرادکون لوگ ہیں؟

جواب: ﴿1﴾﴿أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ﴾ ''ان ہی لوگوں پراللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے'' سے اس آیت میں یہ مراد ہے کہ علم کے چھپانے والوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت اورقربت سے دور کردے گا۔﴿2﴾﴿وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ﴾اورفرشتے اورتمام لوگ اورکل لعنت کرنے والے یعنی ہر بازبان اور ہربے زبان چاہے زبان سے کہے چاہے قرائن سے اورقیامت کے دن بھی سب چیزیں ان پرلعنت کریں گی۔(ابن کثیر:236/1)﴿3﴾لعنت کا سبب حق کو چھپانا اورمخلوق کے ساتھ دھوکا کرنا ہے۔﴿4﴾انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کا دین برباد کردیا۔﴿5﴾اعمال کی جزا اسی جنس سے دی جاتی ہے جیسے لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے پر اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتے ہیں۔اس کے فرشتے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی اس کے لیے رحمت کی دعائیں کرتی ہیں کیونکہ اس کی بھاگ دوڑ مخلوق کی بھلائی اوران کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کے لیے ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے صلے میں رحمتیں نازل کرتے ہیں،فرشتے اورسمندر کی مچھلیاں بھی دعائیں کرتی ہیں جب کہ حق کو چھپانے والا اللہ تعالیٰ کی آیات کو چھپانے اورمٹانے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اورمخلوقات کی لعنت ہے۔﴿6﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ''لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں اور(میں کہتا ہوں کہ) قرآن میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔پھر یہ آیت پڑھی: جولوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی دلیلوں اورآیات کو چھپاتے ہیں۔۔۔۔(واقعہ یہ ہے کہ) ہمارے مہاجر بھائی تو بازاروں کی خرید وفروخت میں لگے رہتے تھے اورانصار بھائی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنی جائیدادوں میں مشغول رہتے اورابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جی بھر کر رہتا (تا کہ آپ ﷺ کی رفاقت میں شکم پری سے بھی بےفکری رہے) اور (ان مجلسوں میں) حاضر رہتا جن (مجلسوں) میں دوسرے حاضر نہ ہوتے اور وہ (باتیں) محفوظ رکھتا جو دوسرے محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔'' (صحیح بخاری:118) سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر بن حازم کو لکھا کہ ''تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی جتنی بھی حدیثیں ہوں، ان پر نظر کرو اور ان کو لکھ لو کیونکہ مجھے علم دین کے مٹنے اور علمائے دین کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کی حدیث قبول نہ کرو اور لوگوں کو چاہیے کہ علم پھیلائیں اور (ایک جگہ جم کر) بیٹھیں تا کہ جاہل بھی جان لے اور علم چھپانے ہی سے ضائع ہوتا ہے۔'' (صحیح بخاری: کتاب العلم: باب 34)

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (160) ﴾

''مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کر دیا تو یہی لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔'' (160)

سوال 1: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا ﴾ ''مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور انہوں نے کھول کر بیان کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں لعنت سے بچانے والے رویوں کو واضح کیا گیا ہے: (الف) توبہ۔ (ب) اصلاح۔ (ج) جو کچھ پہلے چھپایا تھا اسے بیان کرنا۔ ﴿2﴾ ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا ﴾ ''مگر جن لوگوں نے توبہ کی'' جو لوگ ندامت کے ساتھ گناہ چھوڑ کر آئندہ کبھی نہ کرنے کا عزم لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹے۔ ﴿3﴾ اس سے مراد ہے کہ جنہوں نے اپنے کفر سے توبہ کرنے کے بعد اسلام کی طرف رجوع کیا۔ ﴿4﴾ ﴿ وَ اَصْلَحُوْا ﴾ ''اور اصلاح کر لی'' اس سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے آپس کے معاملات کی اصلاح کی اور اس کی اصلاح کی جو ان کے اور ان کے رب کے درمیان تھا۔ ﴿5﴾ محض برے کاموں کو چھوڑ دینا کافی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ جن لوگوں نے اپنی اصلاح کی۔ ﴿6﴾ ﴿ وَ بَيَّنُوْا ﴾ ''اور انہوں نے کھول کر بیان کر دیا'' انہوں نے اس چیز کو کھول دیا جو اللہ تعالیٰ اور ان کے درمیان تھا۔ نہ انہوں نے چھپایا اور نہ اس کا انکار کیا۔

سوال 2: ﴿ فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ﴾ ''تو یہی لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ﴾ ''تو یہی لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں'' ﴿ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ﴾ سے مراد ہے کہ میں رحمت کے ساتھ ان کی طرف لوٹوں گا۔ ﴿2﴾ بندوں کی طرف سے توبہ گناہوں سے رجوع کر لینا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی یہ ہے کہ اپنے بندوں سے توبہ قبول کر لے۔ ﴿3﴾ جو توبہ لے کر اللہ تعالیٰ کے آگے حاضر ہوتا ہے وہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

سوال 3: ﴿ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہوں'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات التَّوَّابُ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور الرَّحِيْمُ کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے پلٹ آنے والوں اور اصلاح کرنے والوں کو اپنی صفت ﴿التَّوَّابُ﴾ کا شعور دلایا ہے کہ اگر پلٹ آؤ گے تو گناہ گار نہیں رہو گے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ گناہ کے بعد توبہ کر لینے والے کے ساتھ عفو و درگزر سے پیش آتا ہے۔ ان پر پھر اپنے انعامات کی بارش برسا دیتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے پلٹ آنے والوں اور اصلاح کرنے والوں کو اپنی صفت ﴿الرَّحِيْمُ﴾ کا شعور دلایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ممکن ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ آئے، اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کرنا شروع کر دیا۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (161) ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے، وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔'' (161)

سوال 1: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ جو لوگ اپنے کفر پر اصرار کرتے رہے انہوں نے توبہ کی نہ اپنے رب کی طرف رجوع کیا، نہ اس کی طرف پلٹے۔ ﴿2﴾ ﴿ وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ ﴾ ''اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے'' انہوں نے کفر ہی کی حالت میں جان دے دی۔

سوال 2: کفر کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ حق کو چھپانے اور اس کو تسلیم کرنے سے انکار کرنے کو کفر کہتے ہیں۔ ﴿2﴾ قرآن حکیم کو اپنی زندگی کی راہ نمائی کی کتاب ماننے سے انکار کرنے کو کفر کہتے ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے احکامات کو ماننے سے انکار کرنے کو کفر کہتے ہیں۔

سوال 3: لعنت سے کیا مراد ہے؟

جواب: لعنت سے مراد ہے غصّے، قہر اور غضب سے کسی کو دھتکارنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا۔ (العنکبوت: 25)
(الاحکام القرآن، ابن عربی: 76/1)

سوال 4: ﴿ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾ ''وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ ﴾ ''وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے'' ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کا سبب ان کا کفر ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی لعنت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نکال دے۔ ﴿3﴾ ﴿ وَالْمَلٰٓئِكَةِ ﴾ ''اور فرشتوں کی'' فرشتوں کی لعنت سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مراد آسمان والوں کی لعنت ہے۔﴿4﴾﴿وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴾''اور سب لوگوں کی'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور ربیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب لوگوں سے مراد خاص طور پر مومن ہیں۔

سوال5: کافروں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی لعنت کا سبب کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کافروں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی لعنت کا سبب یہ ہے کہ کافر ہدایت کے کھلے دروازے کو اپنے لیے بند کرتا ہے۔ ﴿2﴾ کافر حق کو چھپاتا ہے۔﴿3﴾ کافر گمراہی پر اصرار کرتا ہے۔

﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ(162)﴾

''اس (جہنم) میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے۔''(162)

سوال1: ﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾''اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کافر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی لعنت میں رہیں گے۔﴿2﴾ یعنی جب کفر کی علت موجود ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم اس کی لعنت بھی موجود رہے گی۔﴿3﴾ لعنت اور عذاب دونوں ان کے لیے لازم وملزوم رہیں گے۔

سوال2: ﴿لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ﴾''ان پر سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ﴾''ان پر سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا'' ان کا عذاب ہلکا نہ ہوگا۔انہیں سخت اور دائمی عذاب دیا جائے گا۔﴿2﴾﴿وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ﴾''اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے'' مہلت کا وقت اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی زندگی میں دیا ہے۔اس زندگی کے گزر جانے کے بعد ان کے لیے کوئی عذر نہیں رہے گا۔

سوال3: جو لوگ کفر کی حالت میں مر جائیں ان کی کیا سزا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ان پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب انسانوں کی لعنت ہے۔﴿2﴾﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾ اس لعنت کی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿3﴾﴿لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ﴾ ان کے عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی۔﴿4﴾﴿وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ﴾ ان کو کسی قسم کی مہلت نہیں دی جائے گی۔

﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ(163)﴾

''اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے۔''(163)

سوال1: اس آیت کا سبب نزول بیان کریں؟

جواب: مشرکین عرب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ (ﷺ) جس خدا کی عبادت کو ہمیں بتلاتے ہیں اس کا کچھ حال تو بیان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیجئے۔ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔(معالم)(تفسیر ثنائی:111/1)

سوال2: ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ''تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے'' ﴿1﴾ یعنی وہ اپنی ذات، اسماء وصفات اور افعال میں اکیلا ہے۔اس کی ذات میں نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ ہم نام، نہ ہمسر، نہ اس کی کوئی مثال ہے۔ ﴿2﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کا ثبوت ہے۔ ﴿3﴾ اس کے سوا کوئی کائنات کو پیدا کرنے والا ہے نہ تدبیر اور انتظام کرنے والا۔جب حقیقت یہ ہے تو وہ اس بات کا حق رکھتا ہے کہ (الف) انسان صرف اس کی عبادت کرے۔(ب) انسان اس کے لیے جیئے اور اسی کے لیے مرے۔(ج) انسان اپنی تمام امیدوں اور تمناؤں کو اس کے ساتھ وابستہ کردے۔(د) انسان اس کی طرف توجہ رکھے۔(ہ) انسان اسے اپنا سب کچھ بنالے۔ ﴿4﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ اپنی ذات اسماء وصفات اور افعال میں اکیلا ہے۔کوئی اس کا شریک نہیں۔اس کے علاوہ کوئی خالق ومدبر نہیں۔اس لیے عبادت کی تمام صورتیں صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:89/1)

سوال3: ﴿هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ ''وہ وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی صفات الرَّحْمٰنُ اور الرَّحِيْمُ کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور اپنی تخلیق کو رحمت قرار دیا ہے اور تخلیق کی نشانیوں سے اپنے الرحمٰن اور الرحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم بے پایاں ہے۔وہ رحمٰن ہے، وہ رحیم ہے۔اس لئے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی بھی جہنم میں جائے یا اس کے غضب وجلال کا مستحق ہو۔اس لیے اگر کوئی خواہ مخواہ اس کی مخالفت کرے یا اس کی آغوش رحمت سے نکلنا چاہے تو وہ مجبور نہیں کرتا۔(سراج البیان:56/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مثل کسی کی رحمت نہیں۔ ﴿3﴾ اس کی رحمت نے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ ﴿4﴾ اس کی رحمت کی وجہ سے کائنات اور مخلوقات وجود میں آئے۔ ﴿5﴾ اس کی رحمت سے مخلوقات کمالات حاصل کرتی ہیں۔ ﴿6﴾ اس نے اپنی رحمت سے رسول بھیج کر، کتابیں بھیج کر اپنے بارے میں علم دیا اور اس کے بندوں نے اسے پہچان لیا۔ ﴿7﴾ بندوں کو جو نعمت حاصل ہوئی ہے، اس کی رحمت سے ہوئی ہے اس لیے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔ ﴿8﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کا ثبوت ہے۔

رکوع نمبر4

﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ(164)﴾

''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو وہ چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا، پھر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کی گردش میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔''(164)

سوال 1: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور اپنی قدرت کے لیے کیا دلائل دیے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریشی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دے۔ ہم اس سے گھوڑے اور ہتھیار وغیرہ خریدیں اور آپ کا ساتھ دیں اور ایمان بھی لائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پختہ وعدہ کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں پختہ وعدہ ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ سیدنا جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا: تمہاری دعا قبول ہے لیکن اگر یہ لوگ پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا وہ عذاب آئے گا جو آج سے پہلے کسی پر نہ آیا ہو، آپ ﷺ کانپ اٹھے اور عرض کرنے لگے: نہیں اللہ تعالیٰ تو انہیں یونہی رہنے دے میں انہیں تیری طرف بلاتا رہوں گا۔ کیا عجب آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں ان میں سے کوئی نہ کوئی تیری طرف جھک جائے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اگر انہیں قدرت کی نشانیاں دیکھنی ہیں تو کیا یہ کچھ کم ہیں۔ (ابن کثیر: 238/1) ﴿2﴾ ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب التفکر میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ کو پڑھ کر فرمایا: ''افسوس ہے اس شخص کے حال پر جو ان آیات کو پڑھے اور پھر غور و فکر نہ کرے۔'' اوزاعی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ فکر کا غایت درجہ کیا ہے؟ فرمایا: ان آیات کو پڑھنا اور ان کے مضمون کو سمجھنا واللہ اعلم۔ (تفسیر مظہری: 279/1) ﴿3﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور اپنی قدرت کے لیے کائنات کی تخلیق اور اس کے نظم اور تدبیر کے بارے میں سات اہم معاملات سے دلائل دیئے ہیں۔ (الف) آسمان و زمین کی پیدائش۔ (ب) رات اور دن کا اختلاف۔ (ج) سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا۔ (د) بارش جو زمین کی روئیدگی اور تازگی کے لیے ضروری ہے۔ (ہ) ہر قسم کے جانوروں کی پیدائش۔ (و) ہواؤں کی گردش۔ (ز) بادل جنہیں اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے برساتا ہے۔ اس نظم و تدبیر میں کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں۔ اس لیے عدل کا تقاضا ہے کہ اسی کو عظمت اور عبادت میں اکیلا مانا جائے۔

سوال 2: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں'' اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی پہلی دلیل ہے کیسے؟ اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ﴾ ''بے شک آسمانوں کی تخلیق میں'' اللہ تعالیٰ آسمانوں کا خالق ہے یہ اس کے تنہا معبود ہونے کی پہلی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دلیل ہے۔اس اعتبار سے کہ آسمان کی بلندی اور وسعت کو ہم دیکھتے ہیں۔اس کے سیاروں اور ستاروں کی گردش کا ایک نظام ہے۔ ہر نظام کا کوئی بنانے والا، چلانے والا اور قائم رکھنے والا ہوتا ہے۔کوئی نظام نہ خود بخود بنتا ہے اور نہ قائم رہتا ہے۔اس جہان میں کوئی بھی معمولی سے معمولی چیز نہ پیدا کر سکتا ہے نہ اسے قائم رکھ سکتا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ ہے جو اس کی تخلیق، اس کے چلانے اور قائم رکھنے میں منفرد ہے۔

﴿2﴾ ﴿وَالْاَرْضِ﴾ ''اور زمین میں (کی تخلیق میں)'' اللہ تعالیٰ کے تنہا ہونے کی دلیل ہے اس اعتبار سے کہ زمین کی پستی، اس کے سمندر، پہاڑ، صحرا، میدان، اس کی نباتات کے خواص اس کے حیوانات اور جمادات کے اثرات، اس کے رات اور دن کی لگا تار آمد و رفت ایک باقاعدہ نظام کے ساتھ جاری ہے۔یہ سارا نظام نہ خود بخود قائم ہے نہ قائم رہ سکتا ہے۔اس کا کوئی نہ کوئی بنانے والا، چلانے والا اور قائم رکھنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ واحد نے زمین کو پیدا کیا اور اس کی ہر چیز کو تخلیق کیا۔

سوال 3: ﴿وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ ''اور رات اور دن کے بدلنے میں'' اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی دلیل ہے کیسے؟ وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ ''اور رات اور دن کے بدلنے میں'' رات اور دن کی تبدیلی کائناتی عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی دوسری دلیل ہے۔اس اعتبار سے کہ اس کے رات اور دن کی لگا تار آمد و رفت ایک باقاعدہ نظام کے ساتھ جاری ہے۔کبھی دن بڑا ہو جاتا ہے کبھی رات، کبھی دن گھٹ جاتا ہے کبھی رات، کبھی برابر ہو جاتے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ ہے جو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہر اس شخص کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکر گزار بننا چاہے۔(الفرقان:62) ﴿وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا﴾ ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تا کہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو اور ہر چیز کو ہم نے خوب کھول کر بیان کیا ہے، خوب کھول کر بیان کرنا۔(بنی اسرائیل:12) ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو اس نے مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک کے لیے چل رہا ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، بادشاہی اسی کی ہے اور اس کے سوا جن لوگوں کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتے۔(فاطر:13) یہ سارا نظام خود سے قائم نہیں ہے۔اس کا کوئی بنانے والا، چلانے والا اور قائم رکھنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو پیدا کیا اور اس کی ہر چیز کو تخلیق کیا۔

سوال 4: ﴿وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ﴾ ''اور ان کشتیوں میں جو وہ چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیتی ہیں''اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی تیسری دلیل کیسے ہے؟اس کی وضاحت کریں؟

جواب:''اوران کشتیوں میں جولوگوں کونفع دینے والی چیزوں کولیے ہوئے سمندر میں چلتی ہیں''کشتیوں کا سمندر میں چلنا،پانیوں کا راستہ دینااللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی تیسری دلیل ہے۔اس اعتبار سے کہ سمندرحیات کالامتناہی سلسلہ سموئے ہوئے ہیں۔سمندروں کی سطح پر جہاز چلتے ہیں جس کے ذریعے سامان ضرورت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے۔سمندروں کا حیرت انگیز نظام چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

سوال5:﴿وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾''اوراس پانی میں جواللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا،پھر اس سے زمین کواس کی موت کے بعدزندہ کیا''اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی چوتھی دلیل کیسے ہے؟وضاحت کریں؟

جواب:''اوراس پانی میں جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا،پھراس سے زمین کواس کی موت کے بعدزندہ کیا''آسمان سے بارش کا اتارنا ایک کائناتی عمل ہے جواللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی چوتھی دلیل ہے۔اس اعتبار سے کہ آسمانوں سے جو پانی برستا ہے،زمین سے اوپراٹھتا ہے،پھروہی پانی زمین کوزندہ کرتا ہے۔یہ سارانظام بنانے والا،چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

سوال6:﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾''اوراس میں ہرقسم کے جانورپھیلا دیئے''اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی پانچویں دلیل کیسے ہے؟اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾''اوراس میں ہرقسم کے جانورپھیلا دیئے''اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہرطرح کے جانورپھیلا دیے،تخلیق اور پھیلانا اس کے تنہا معبود ہونے کی پانچویں دلیل ہے اس اعتبار سے کہ زمین پر پیداہونے والے جانوروں کی رنگت،شکلیں،جسامت ،فائدے مختلف ہیں۔ہرجانورکواللہ تعالیٰ جانتا ہے۔وہی ان کے رزق کاانتظام کرتا ہے جیسا کہ ارشادفرمایا:﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾زمین میں چلنے والاکوئی جان دارنہیں مگراس کارزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہےاوروہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کوبھی جانتا ہےاوراس کے سونپے جانے کی جگہ کوبھی،سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔(ہود:6)اللہ تعالیٰ ہی ہرجانور کے ٹھہرنے اورسپرد ہونے کی جگہ کوجانتا ہےاوروہ تنہا معبوداللہ تعالیٰ ہے۔

سوال7:﴿وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ﴾''اورہواؤں کی گردش میں''اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی چھٹی دلیل کیسے ہے؟وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ﴾''اورہواؤں کی گردش میں''ہواؤں کی تخلیق اوران کی گردش اتنابڑاعمل ہے جواللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی چھٹی دلیل ہے اس اعتبار سے کہ ہوائیں رحمت والی بھی ہوتی ہیں اورعذاب والی بھی۔کبھی بادل لے کرآتی ہیں،کبھی ان کومنتشر کردیتی ہیں۔ہواؤں کاوسیع پیمانے پرچلانا کسی چلانے والے کے بغیرممکن نہیں۔ان کوچلانے والاتنہا معبوداللہ تعالیٰ ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8: ﴿وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں'' اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی ساتویں دلیل کیسے ہے؟ وضاحت کریں؟

جواب: ''اور بادلوں میں جو آسمان وزمین کے درمیان مسخر ہیں'' بادلوں کا مسخر ہونا اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی ساتویں دلیل ہے اس اعتبار سے کہ بادلوں کا وسیع وعریض سلسلہ جو آسمان کے مختلف حصوں میں پھیلا رہتا ہے، کہیں وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں، کہیں منتشر ہو جاتے ہیں۔ کسی چلانے والے کے بغیر یہ بادل نہ چلتے ہیں نہ برستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جہاں جس وقت بھیجتا ہے چلے جاتے ہیں۔ جہاں سے چاہتا ہے وہ بادلوں کو واپس بلا لیتا ہے۔

سوال9: رب کی پہچان کے لیے پہلا کام کیا کرنا چاہئے؟

جواب: ﴿1﴾ زمین وآسمان اور پوری کائنات پر غور وفکر کرنا چاہئے۔ ﴿2﴾ کائنات کی نشانیاں کائنات کے خالق کا پتہ دیتی ہیں۔ کیونکہ (i) عظیم الشان کائنات کا ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے۔ (ii) مختلف طرح کے اختلافات اور تضادات کے باوجود کائنات کی تمام چیزوں میں حد درجہ ہم آہنگی یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کا خالق اور مالک صرف ایک ہے۔ (iii) کائنات کی ہر چیز میں نفع بخشنے کی صلاحیت کا ہونا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اس کی منصوبہ بندی پورے شعور اور ارادے کے ساتھ کی گئی ہے۔ (iv) بے جان چیزوں میں زندگی کا آنا یہ ثابت کرتا ہے کہ موت عارضی ہے اور دوسری زندگی آنی ہے۔ کوئی ہے جو پہلی زندگی کے بعد دوسری زندگی کا سسٹم بنا چکا ہے۔ (v) ایک ہی پانی، ایک ہی مٹی سے قسم قسم کے جانداروں کا پیدا ہونا بے حساب قدرت والے کا پتہ دیتا ہے۔ (vi) ہوا کا انسان کو گھیرے رکھنا یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان اپنے رب کے قبضے میں ہے۔ (vii) کائنات کی ہر چیز کا انسان کی ضرورت کے مطابق ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا خالق بے حد مہربان ہے۔ وہ اس کی ضروریات کا اہتمام اس وقت سے کر رہا ہوتا ہے جبکہ اس کا وجود بھی نہیں ہوتا۔

سوال10: کائنات اور انسان کا کیسا تعلق ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کائنات کو انسان کے لیے بنایا ہے۔ مثال کے طور پر انسان کے لیے بارش برستی ہے۔ انسان کی ایک خوراک کے لیے سارے نظام مصروف ہو جاتے ہیں۔

سوال11: ﴿لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں'' عقل والے کائنات کی نشانیوں سے کیا سبق لیتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ عقل والے کائنات کی نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتے ہیں۔ ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۙ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں،اے ہمارے رب!تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا،آپ پاک ہیں،سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔(آل عمران:190،191)

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ(165)﴾

''اورلوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو غیر اللہ کو شریک بناتے ہیں،وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں زیادہ شدید ہیں اور کاش!جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ دیکھ لیں (اس وقت کو) جب وہ عذاب کو دیکھیں گے (تو سمجھ جائیں گے) کہ یقیناً ساری کی ساری قوت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے۔''(165)

سوال1: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا﴾ ''اورلوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو غیر اللہ کو شریک بناتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ہم سر بنا لیتے ہیں۔انہیں وہ عبادت،محبت،تعظیم اور اطاعت میں اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں۔﴿2﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم سر بناتے ہیں وہ تخلیق،رزق اور تدبیر میں اللہ تعالیٰ کے برابر قرار نہیں دیتے بلکہ صرف عبادت میں برابر قرار دیتے ہیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے ماسوا جن بتوں کی عبادت کی جاتی ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔﴿4﴾ ﴿مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا﴾ ''جو غیر اللہ کو شریک بناتے ہیں''یعنی کوئی خود سے اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہے،لوگ غلط فہمی سے انہیں یہ درجہ دے دیتے ہیں۔﴿5﴾ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ﴾اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک بنا لیے ہیں۔آپ کہہ دیں تم ان کا نام پکارو،یا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جس کو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے؟یا یہ ظاہری باتوں میں سے ہیں۔(الرعد:33)﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں،ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی،نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم وگمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔حالانکہ بلاشبہ یقیناً ان کے رب کی جناب سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔(النجم:23)﴿6﴾ مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہمسر نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ رب ہے اور باقی مربوب،وہ خالق ہے اور باقی مخلوق،وہ رازق ہے اور باقی مرزوق۔﴿7﴾ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور مخلوق محتاج ہے اس لیے برابر نہیں ہو سکتے۔﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کامل ہے اور مخلوق ناقص ہے۔﴿9﴾ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں نفع ونقصان ہے اور مخلوق کو نفع ونقصان میں سے کسی چیز کا اختیار نہیں۔﴿10﴾ وہ باطل پرست ہے جو کسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرشتے، نبی، بت، بزرگ یا کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں شریک ٹھہرالیتا ہے۔

سوال 2: شرک کیا ہے؟

جواب: عبادت کے جذبے کی تسکین کے لیے اللہ تعالیٰ کی جگہ کسی فرضی خدا کو الٰہ بنالینا۔

سوال 3: انسان اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کو بڑا کیوں بنالیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کوئی اپنے غیر معمولی ذاتی اوصاف سے دوسروں کو متاثر کرلیتا ہے۔ ﴿2﴾ کسی کے یہاں انسانوں کی بڑی تعداد دیکھ کر لوگوں کو غلط فہمی ہوجاتی ہے کہ وہ عام انسانوں سے بلند تر کوئی انسان ہے۔ ﴿3﴾ کسی انسان کے بارے میں یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ غیر معمولی قوتوں کا حامل ہے۔ ﴿4﴾ کسی کے لیے پراسرار کہانیاں گھڑلی جاتی ہیں۔ اس طرح انسان اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں میں بھی بڑائی دیکھنے لگتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں کوئی بڑائی نہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اس کا ہم سر ٹھہرانا دراصل شرک کرنا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر اعتماد کرنا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے امید باندھنا۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سہارا بنانا۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنی توجہ کا مرکز بنانا۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے دعائیں مانگنا۔

سوال 5: ﴿يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ﴾ ''وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں'' انسان خود ساختہ شریکوں سے شدید محبت کیسے کرتا ہے؟

جواب: جب انسان کسی ہستی کو اپنا معبود بناتا ہے تو اس کی عقیدت اور محبت کے جذبات اس کے لیے خالص ہوجاتے ہیں۔ انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے مجبور ہے کہ وہ کسی سے شدید محبت کرے۔ انسان کی فطرت کے اس خلا کو رب العالمین کی محبت سے پر ہونا چاہئے لیکن وہ اس کی جگہ دوسری ہستیوں کو ان کی کسی ظاہری خصوصیت کی بناء پر بٹھالیتا ہے۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے محبت کرنے کے نقصانات کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کا اعتماد ٹوٹتا ہے کیونکہ جن سے انسان محبت کرتا ہے وہ اس کے اعتماد پر پورا نہیں اتر سکتے۔ ﴿2﴾ انسان ناامید ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی انسان کی امیدوں پر پورا نہیں اتر سکتا۔ ﴿3﴾ انسان کے اندر کی تشنگی اور کمی کبھی پوری نہیں ہوسکتی۔ ﴿4﴾ انسان جب کسی اور کو مرکز توجہ بناتا ہے تو اپنی زندگی میں وہ دن دیکھتا ہے کہ اسی کے ہاتھوں انسان ذلیل ورسوا ہوجاتا ہے۔ ﴿5﴾ انسان اگر دوسروں سے دعائیں مانگے تو پوری نہیں ہوتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی پورا کرہی نہیں سکتا۔ ﴿6﴾ انسان کی ذات کا خلا کسی کی محبت پر نہیں کرسکتی۔ اس طرح انسان ہمیشہ غیر مطمئن رہتا ہے۔ ﴿7﴾ انسان جب اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے حوالے کر دیتے ہیں اور وہ انسان کا مالک بن بیٹھتا ہے اور محبت کرنے والوں کے ساتھ غلاموں جیسا برتاؤ کرتا ہے۔

سوال 7: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں زیادہ شدید ہیں'' ایمان والے اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کیوں کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان لانے کا لازمی تقاضا اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ یہ محبت مومن کا سرمایہ ہے۔ اسی محبت کے لئے سبقت لے جانے والوں کو سبقت لے جانی چاہئے۔ اسی کے لیے عمل کرنے والوں کو بڑھ چڑھ کر عمل کرنا چاہئے۔ ﴿2﴾ اہل ایمان کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوتی ہے اور اہل شرک دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں شریک کر لیتے ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت بادنسیم ہے جو عبادت کرنے والوں کے لیے راحت کا سامان بنتی ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے اپنی ہمت، کوشش، اپنا وقت، صلاحیتیں، قوتیں، مال سبھی کچھ لگا دیتے ہیں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت دل کی عبادت اور اطاعت کی روح ہے۔ ہر محبت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو اپنے لیے بڑا انعام سمجھتا ہے۔ محبت میں اطاعت ناپسندیدہ نہیں رہتی، بوجھ نہیں رہتی۔ اطاعت سے قوت ملتی ہے، لذت ملتی ہے۔ ﴿6﴾ محبت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول سب سے بڑی سرگرمی بن جاتا ہے۔ ﴿7﴾ محبت سے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا اشتیاق بڑھ جاتا ہے۔ محبت میں انس ہے، رضا ہے، شوق ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پالے گا، ایک یہ کہ وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ عزیز ہوں اور دوسرے یہ کہ جو کسی بندے سے محض اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت کرے اور تیسری بات یہ کہ جسے اللہ تعالیٰ نے کفر سے نجات دی ہو پھر دوبارہ کفر اختیار کرنے کو وہ ایسا برا سمجھے جیسا آگ میں گر جانے کو برا جانتا ہے۔ (بخاری:21) ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے مومن صالحین سے، انبیاء سے، اللہ تعالیٰ سے، دین سے اور محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ ﴿9﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اسے محبوب رکھو۔ فرمایا: پس جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آسمان میں منادی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کے لیے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔'' (صحیح مسلم:6705) ﴿10﴾ اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے انسان میں وسعت آتی ہے وہ انسانوں، جانوروں اور ہر مخلوق کے لئے شفیق ہو جاتا ہے۔ ﴿11﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت زندگی کا دھارا بدل دیتی ہے، تمنائیں بدل جاتی ہیں، دل چسپیوں کے مرکز بدل جاتے ہیں، سرگرمیاں بدل جاتی ہیں، تعلقات اور روابط بدل جاتے ہیں، دوستیاں، دشمنیاں بدل جاتی ہیں، معیارات بدل جاتے ہیں۔ ﴿12﴾ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے دشمنی رکھی، اللہ تعالیٰ کے لیے دیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے روک لیا اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا (ورنہ اس کا ایمان ناقص ہے)۔'' (ابوداؤد:4681) ﴿13﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت زندگی میں کلی تبدیلی لے کر آتی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے جیسی تبدیلی انبیاء اوران کے ساتھیوں میں آئی۔اسی لیے ایمان والے اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں۔یاارحم الرّاحمین!ہمیں اپنی محبت نصیب فرمادے۔نبی ﷺ کی دعا ہے۔اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِی یُبَلِّغُنِی حُبَّکَ ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِی وَمَالِی وَاَھْلِی وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ ۔الٰہی میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا۔اورآپ سے محبت کرنے والے کی اور ایسے عمل کی محبت جو مجھ کو پہنچادے آپ کی محبت تک۔الٰہی اپنی محبت میری طرف بہت محبوب کردے،میری جان سے اور میرے مال سے اور میرے اہل سے اور ٹھنڈے پانی سے۔(مشکوٰۃ باب جامع الدعا)اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہٗ عِنْدَکَ اَللّٰھُمَّ مَا رَزَقْتَنِیْ مِمَّآ اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ قُوَّۃً لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ اَللّٰھُمَّ مَا زَوَیْتَ عَنِّیْ مِمَّآ اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ فَرَاغًا لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ اے اللہ!مجھ کو اپنی محبت عطا کر اور اس شخص کی محبت دے جس کی محبت مجھے تیرے نزدیک ہونے میں فائدہ دے۔اے اللہ!جو تو نے مجھے عطا کیا ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں تو اس کو میرے ان کاموں کے لیے قوت کا سبب بنادے جن سے تو محبت رکھتا ہے۔اے اللہ!جو تو نے مجھ سے لے لیا ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں تو اس کو میرے ان کاموں کے لیے فراغت کا باعث بنادے جس سے تو محبت کرتا ہے۔(ترمذی:5/523)اے اللہ!تیری محبت کے لیے سبقت لے جانے والے سبقت لے جاتے ہیں تو ہمیں اپنی محبت نصیب فرمادے۔اے اللہ!عمل کرنے والے تیری طرف بھاگتے ہیں،ہمیں بھاگنے والوں میں شامل فرمادے۔اے ہرقوی سے زیادہ قوت والے!تیری محبت دلوں کی قوت ہے،دل کا سرور،امیدوں کی تکمیل اور زندگی کی روح ہے۔الٰہی تیری محبت ہی سب سے بڑی دولت ہے۔ہمیں اپنی محبت نصیب فرمادے۔آمین۔

سوال8: اللہ تعالیٰ سے محبت کا دین میں کیا درجہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سے محبت دین کی اصل اور بنیاد ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ سے محبت واجب ہے۔ایک دفعہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ابوالعباس سریج رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابن سریج رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے مخاطب ہوکر سوال کیا:کیا تمہارے علم کے مطابق کتاب اللہ میں کہیں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت فرض ہے؟انہوں نے جواب دیا:''مجھے اس کا علم نہیں''ابن سریج نے جواب دیا:''اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے:﴿قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ﴾ آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو،تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(التوبہ:24)اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت نہ کرنے پر شدید وعید سنائی گئی ہے اور وعید فرض ترک کرنے پر ہی ہوتی ہے۔یہ اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بات کی دلیل ہے کہ یہ محبت فرض ہے۔(شعب الایمان:365)﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی محبت ایمان کی روح اور اعمال کی بنیاد ہے۔اگر بندے میں یہ ایمانی کیفیت نہ ہوتو اس کی حیثیت اس جسم کی سی ہے جو بے جان ہے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ جیسی محبت کسی اور سے کرنا شرک ہے، وضاحت کریں؟

جواب: محبت دوطرح کی ہوتی ہے۔ایک عام محبت اور دوسری خاص محبت۔عام محبت وہ ہے جو طبعی طور پر ہوتی ہے۔جیسی کھانے پینے سے محبت یا رحم وکرم کی بناء پر ماں باپ کی اولاد سے محبت یا میل جول اور انس کی وجہ سے محبت جو انسانوں کے باہم میل جول کی وجہ سے ان کے درمیان ہوتی ہے۔یہ محبت شرک نہیں ہے۔دوسری قسم کی محبت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے خاص ہے۔جب بھی بندہ اس قسم کی محبت کسی اور سے کرے گا تو اسے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ شرک شمار کیا جائے گا۔اس کا نام محبت عبودیت ہے جس میں محبت کرنے والا محبوب کے سامنے ذلت وخواری، خشوع وخضوع اختیار کرتا ہے، محبوب کی تعظیم کرتا ہے۔اس کی بھرپور اطاعت کرتا ہے اسے دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔ غیر اللہ سے اس قسم کی محبت روا رکھنے کا کسی صورت کوئی جواز نہیں۔(تیسیر العزیز الحمید:411)

سوال10: بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامتیں اور نشانیاں کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت ہے:اس سے ملاقات کا بے تابی سے خواہش مند ہونا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت، مناجات اور تلاوت میں سکون پانا۔﴿3﴾صالح لوگوں سے محبت کرنا۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرنا اور اس میں لذت محسوس کرنا۔ ﴿5﴾ مکروہات پر صبر کرنا۔﴿6﴾ذکر الٰہی کا عادی ہونا۔﴿7﴾خلوت میں اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیت سے رونا۔﴿8﴾ قرآن مجید سے محبت اور لگاؤ۔﴿9﴾ نیک اعمال میں سستی پر حسرت وندامت کا اظہار۔﴿10﴾اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے ہیچ سمجھنا۔ ﴿11﴾دوستی اور دشمنی کا معیار اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہونا۔﴿12﴾مسلمانوں کے لیے نرم خو اور کافروں کے لیے شدت پسند ہونا۔ ﴿13﴾شرعی احکامات کی اتباع۔

سوال11: اللہ تعالیٰ کی محبت کے اسباب اور ذرائع کون سے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اس کی نافرمانی سے بچنا۔﴿2﴾فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل ادا کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا۔﴿3﴾ زبان، دل اور اعضاء سے اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنا۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر غور وفکر کرنا۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا عبرت کے ارادے سے مشاہدہ کرنا۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ کے آسمان سے نزول کے موقع پر مناجات کرنا۔﴿7﴾ قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔

سوال12: اللہ تعالیٰ سے محبت کے کیا فوائد اور ثمرات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جنت میں داخلہ اور جہنم سے دوری۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس سے محبت کرتی ہے اور اس کی مدح سرائی کرتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿3﴾انسانوں کی لعنت ملامت اوران کے طعنوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔

سوال13: ﴿وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوٓا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ﴾ ''اور کاش! جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ دیکھ لیں (اس وقت کو) جب وہ عذاب کو دیکھیں گے (تو سمجھ جائیں گے) کہ یقیناً ساری کی ساری قوت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوٓا﴾ ''اور کاش! جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ دیکھ لیں'' ﴿1﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں کو ظالم کہا ہے جو اللہ تعالیٰ جیسی محبت غیر اللہ سے کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں کی اطاعت کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کے راستے سے روکتے ہیں اور ان کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اور آخرت میں جنت اور رب کی قربت سے دور کر دیتے ہیں۔ ﴿3﴾ ﴿إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ﴾ ''(اس وقت کو) جب وہ عذاب کو دیکھیں گے'' یعنی جب اپنی آنکھوں سے دوزخ کا عذاب دیکھیں گے۔ ﴿4﴾ ﴿أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ ''یقیناً ساری کی ساری قوت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' اس وقت یقینی طور پر سب کو معلوم ہو جائے گا کہ قوت اور قدرت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی کی کوئی قوت اور قدرت نہیں ہے۔ ﴿5﴾ اس وقت جھوٹے معبودوں کی کمزوری اور بے بسی ظاہر ہو جائے گی۔ ﴿6﴾ ﴿وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے'' اس وقت شرک کرنے والوں کو یقین آ جائے گا کہ ان کا گمان درست نہیں تھا۔ ان کی تو ساری بھاگ دوڑ باطل کے لیے تھی جس نے عذاب واجب کر دیا۔

سوال14: اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے اپنی قوت کا شعور دلایا ہے کہ جو چیز اب تمہارے شعور کے اندر بے دار نہیں ہو پا رہی عذاب دیکھ کر بے دار ہو جائے گی لیکن آج بھی اگر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں یقینی علم سے جان لو تو اس کی قوتوں کا یقین آ جائے گا۔

سوال15: اللہ تعالیٰ نے اپنے ﴿شَدِيدُ الْعَذَابِ﴾ ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اعمال کے حسرت بنا دینے سے، ظالموں کے دوزخ سے کبھی نہ نکل سکنے سے اپنے ﴿شَدِيدُ الْعَذَابِ﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ (166)﴾

''جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنہوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل ٹوٹ جائیں گے۔'' (166)

سوال1: ﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا﴾ ''جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنہوں نے پیروی کی'' قیامت کے دن دیوی، دیوتا اپنے پجاریوں سے کیسے اظہار بے زاری کریں گے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ فرشتے اپنے پجاریوں سے بے زار ہوکر رب سے کہیں گے۔ ہم ان سے بے زار ہیں یہ ہمارے پجاری نہ تھے۔ جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾ وہ کہیں گے: ''پاک ہے تیری ذات، ان کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثر ان ہی پر ایمان لانے والے تھے۔'' (سبا:41) ﴿2﴾ جن اور شیطان بھی اپنے پجاریوں سے اظہار بے زاری کریں گے جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ اور اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ ان کی دعا ہی سے غافل ہیں اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔ (الاحقاف:6،5) ﴿3﴾ پیروی کرنے والوں سے وہ لوگ کہیں گے جن کی پیروی کی گئی تھی کہ جب تمہارے پاس یہ آیت آ چکی تھی تو کیا ہم نے تمہیں اس سے روک دیا تھا؟ کمزور لوگ کہیں گے تم نے ہمیں دھوکہ دیا۔ تم ہم سے کہتے تھے ہم اللہ تعالیٰ کو نہ مانیں اس کے ساتھ شریک ٹھہرائیں، تم نہ ہوتے تو ہم ایمان لے آتے۔ ﴿4﴾ جب پیروکاروں سے ان کے راہ نما برأت کا اظہار کریں گے تو ان کے سارے تعلقات منقطع ہو جائیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان تھے۔ وہ تعلقات اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں باطل پر تھے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس لیے وہ برباد ہو جائیں گے اور حسرت اور ندامت بن جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پیروی کرنے کا انجام ہے۔

سوال 2: ﴿وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ﴾ ''اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل ٹوٹ جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پیروی کرنے والے اپنی پیروی کرنے والوں سے اظہار بے زاری کریں گے۔ ﴿2﴾ ان کے لیے عذاب مقدر ہو جائے گا۔ ﴿3﴾ ان کے سب وسیلے ٹوٹ جائیں گے۔ ﴿4﴾ وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔ کیا اس سے بڑا کوئی خسارہ ہو سکتا ہے؟ ﴿5﴾ ان کے باہمی تعلقات، محبت، دوستیاں، رشتہ داریاں سب ختم ہو جائیں گے اور رہائی کے لیے ان کے سارے حیلے بہانے ختم ہو جائیں گے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ۭ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ (167)﴾

''اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے: '' کاش ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہو تو ہم بھی ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں جیسا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ وہ ہم سے بالکل بے تعلق ہوگئے' اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ جہنم کی آگ سے کسی صورت نکلنے والے نہیں۔'' (167)

سوال 1: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ﴾ ''اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے: '' کاش ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہوتو ہم بھی ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں جیسا کہ وہ ہم سے بالکل بے تعلق ہوگئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر لوگ جن کی پیروی کرتے رہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے رہے، ان کی بے وفائی کے بعد انتقامی طور پر یہ چاہیں گے کہ جیسے وہ ہم سے لاتعلق ہیں اسی طرح ہم بھی لاتعلق ہو کر دکھا دیں۔ ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے۔ (الزخرف:67) اپنے اعمال کا برا انجام دیکھنے کے بعد اعمال کی اصلاح کے لیے انسان یہ چاہیں گے کہ انہیں لوٹا دیا جائے اور وہ اپنے انجام کو بہتر بنانے کی کوشش کر لیں۔

سوال 2: ﴿ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ﴾ ''اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا'' اللہ تعالیٰ ان کے اعمال برباد ہوتے ہوئے دکھائے گا اور یہ حسرت سے اپنے اعمال کا برا انجام دیکھ لیں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ اور ہم ان کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اسے اڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔ (الفرقان:23) ﴿2﴾ ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴾ جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے جو بھی انہوں نے کمایا تھا اس میں سے وہ کسی پر قادر نہیں ہوں گے یہی دور کی گمراہی ہے۔ (ابراہیم:18) ﴿3﴾ ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے اعمال صحرا میں سراب جیسے ہیں۔ جس کو پیاسا پانی خیال کرتا ہے حتیٰ کہ جب وہاں آیا تو اس نے اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اپنے پاس اللہ تعالیٰ کو موجود پایا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا پورا حساب چکا دیا اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (النور:39) ﴿4﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' قیامت کے دن کافر سے کہا جائے گا: اگر تیرے لیے زمین بھر کر سونا ہوتا تو کیا تو اسے عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ کر دیتا؟ تو وہ کہے گا: جی ہاں! تو اس سے کہا جائے گا: تجھ سے اس سے بھی آسان چیز کا مطالبہ کیا گیا تھا۔'' (صحیح مسلم:7085) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جہنمی جنت میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اور کہتا ہے:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کاش!اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا(تو میں جنت میں ہوتا) اوروہ(دیکھنا)اس کے لیے باعث حسرت بنے گااور ہر جنتی جہنم میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اور کہتا ہے:اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت نہ دیتا(تو میں اس جگہ ہوتا)اوروہ دیکھنا اس کے لیے باعث شکر بنتا ہے۔پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:(قیامت کے روز)کوئی آدمی یہ نہ کہے:افسوس میری اس تقصیر پر جو میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا رہا۔''(الزمر:56)(سلسلۃ احادیث صحیحۃ:2034)﴿6﴾ آج جب کہ انسان دارالعمل میں ہے،اللہ تعالیٰ اس کے شعور کو دارالجزا میں پہنچا کر اس حسرت اور پچھتاوے کو محسوس کرواتے ہیں جس کے بعد وہ دارالعمل میں اپنا رویہ تبدیل کرنے کے لیے دل سے راضی ہوسکتا ہے۔

سوال3: قیامت کے دن مشرکوں کی حسرت کیا ہوگی؟

جواب: قیامت کے دن مشرکوں کی حسرت ہوگی کاش ہم دنیا میں جاتے اوران سے اسی طرح بے زار ہوتے جس طرح آج یہ ہم سے بے زار ہیں۔ہم انہیں ٹھوکریں مارتے،پرستش نہ کرتے،ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے۔

سوال4: کیا مشرک اپنی حسرتوں میں سچے رہیں گے؟

جواب: مشرک اپنی حسرتوں میں بھی جھوٹے ہوں گے کیونکہ اگر وہ لوٹا دیے جائیں تو پھر وہی کریں گے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہوچکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔(الانعام:28)

سوال5: ﴿وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾''اوروہ جہنم کی آگ سے کسی صورت نکلنے والے نہیں'' سے کس حقیقت کا پتہ چلتا ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾''اوروہ جہنم کی آگ سے کسی صورت نکلنے والے نہیں'' سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ جہنم میں داخلے کے بعد مشرک کبھی اس سے نکل نہیں سکیں گے۔﴿2﴾رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۗءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ﴾ یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اوران سے تکبر کیا ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہوجائے اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔(الاعراف:40)

رکوع نمبر5

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۡ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (168)﴾

''اے لوگو!اس میں سے کھاؤ جو زمین میں ہے،حلال اور پاکیزہ اور تم شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو،یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''(168)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ﴾ ''اے لوگو! اس میں سے کھاؤ جو زمین میں ہے حلال اور پاکیزہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ ﴾ اے لوگو! اس میں مومن اور کافر دونوں شامل ہیں۔(تفسیر منیر:436/1) ﴿2﴾ ﴿ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ﴾ ''اس میں سے کھاؤ جو زمین میں ہے حلال اور پاکیزہ'' اللہ تعالیٰ نے حلال اور پاکیزہ کھانے کا حکم دے کر حرام سے روکا ہے۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ساری کائنات کو روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے زمین کی تمام پاکیزہ چیزیں مباح کر دیں۔ہر وہ چیز جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پابندی ختم ہو جاتی ہے، وہ حلال ہے اور ہر حلال چیز پاک ہوتی ہے۔﴿3﴾ حلال اشیاء نقصان دہ نہیں ہوتیں، نہ صحت کے لیے، نہ عقل کے لیے اور نہ ہی جسم کے لیے۔﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔(بخاری:1410)﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسولو! تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں۔(المومنون:51) اور فرمایا: اے ایمان والو! ہم نے جو تم کو پاکیزہ رزق دیا اس میں سے کھاؤ۔(البقرہ:172) پھر ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے، پریشان بال، جسم گرد آلود، اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے: اے رب! اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام تو اس کی دعا کیسے قبول ہو!(مسلم:2346)﴿6﴾ ﴿ طَيِّبًا ﴾ طیب سے مراد وہ چیزیں جو بالذات پاکیزہ ہوں اور جسم و عقل کے لیے نقصان دہ نہ ہوں۔(ابن کثیر:104/1)﴿7﴾ یعنی وہ خبیث اور ناپاک نہ ہو مثلاً مردار، خنزیر کا گوشت اور دیگر تمام ناپاک چیزیں۔﴿8﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت پڑھی۔سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔فرمایا: سعد پاکیزہ روزی کھاؤ۔مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ایک حرام لقمے سے جسے انسان اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی اور جس کا گوشت پوست حرام اور سود سے پیدا ہوا ہو اس کی حق دار آگ ہی ہے۔(ابن مردویہ)﴿9﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہر قسم کے پھل، اناج اور حیوانات کھائیں جن کا کھانا تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہو۔یعنی نہ وہ غصب شدہ مال ہو، نہ حرام ذریعے سے حاصل کیا گیا ہو اور نہ کسی حرام کام پر اس سے مدد لی گئی ہو۔﴿10﴾ اس آیت میں اس امر کی دلیل ہے کہ انسان کا کم از کم اتنی خوراک کھانا فرض ہے جس سے اس کا ڈھانچہ کھڑا رہ سکے۔اس آیت کے ظاہری حکم کے مطابق کھانا ترک کرنا گناہ ہے۔(تفسیر سعدی:209/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: شریعت میں کس چیز کو حرام کیا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شریعت میں ہر چیز حلال ہے جب تک اس کی حرمت پر دلیل قائم نہ ہو۔ اور محرمات کی دو قسمیں ہیں (الف) **محرم لذاتہ:** یعنی جو بذات خود حرام ہیں اور وہ ناپاک چیزیں ہیں جو پاکیزہ چیزوں کی ضد ہیں۔ (ب) حرام کرنے والے کسی سبب کے پیش آنے کی وجہ سے حرام ہونے والی چیزیں۔ یہ حقوق اللہ یا حقوق العباد کے تعلق کے حوالے سے حرام ہوتی ہیں۔ یہ حلال کی ضد ہیں۔ (تفسیر سعدی:209/1) ﴿2﴾ شریعت میں نقصان دہ چیزوں کو حرام کیا گیا ہے۔ ﴿3﴾ ہر وہ چیز جو کسی درجہ میں بھی انسان کی فطری طلب کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف موڑ دینے والی ہو اس کو بھی حرام کیا گیا ہے اور جو چیز حرام کا باعث ہے اس کو بھی حرام کیا گیا ہے۔

سوال3: کسی چیز کو اپنے لیے حرام ٹھہرالینا ایک سادہ معاملہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ کیسے، وضاحت کریں؟

جواب: جب کسی چیز کو حرام ٹھہرایا جاتا ہے تو کسی خودساختہ عقیدے کی وجہ سے اس کو مقدس ٹھہرایا جاتا ہے۔ ﴿1﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں غیر اللہ کو حصہ دار بنانا ہے۔ ﴿2﴾ یہ احترام اور تقدس کے فطری جذبات کو تقسیم کرنا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جن کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا چاہیے۔

سوال4: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾ ''اور تم شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿خُطُوٰتِ﴾ سے مراد شیطان کی راہیں ہیں جن پر ڈال کر وہ اپنے ماننے والوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:104/1) ﴿2﴾ ﴿خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾ سے مراد شیطان کے راستے ہیں جن پر وہ چلاتا ہے یعنی کفر، فسق، ظلم اور باقی تمام گناہ۔ اس میں تمام حرام کھانے بھی شامل ہیں۔ ﴿3﴾ شیطان کے قدموں کی پیروی کرنے سے مراد ہے کہ شیطان کے پیچھے لگ کر اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنا جیسا کہ مشرکین اپنے بتوں کے نام جانور وقف کر کے انہیں اپنے لئے حرام کر لیتے تھے۔ ﴿4﴾ ایک حدیث قدسی میں ہے: میں نے اپنے بندوں کو جو مال دیا وہ ان کے لیے حلال کر دیا۔ میں نے اپنے بندوں کو توحید پر پیدا کیا پھر شیطان ان کے پاس آ کر انہیں ان کے دین سے دور ہٹا دیتا ہے اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے۔ (مسلم:7207) ﴿5﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دن بکری کا پایا نمک لگا کر کھا رہے تھے۔ ایک شخص جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ ہٹ کر دور جا بیٹھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھاؤ۔ اس نے کہا: میں نہیں کھاؤں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا روزے سے ہو؟ کہا: نہیں میں تو اسے اپنے اوپر حرام کر چکا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ شیطان کی راہ چلنا ہے۔ اپنی قسم کا کفارہ دو اور کھالو۔ (ابن کثیر:240,241/1) ﴿6﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴾ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو دشمن بنا دیا ہے جو دھوکہ دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔ چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔ (الانعام:112)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: ﴿ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ ''یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے لہٰذا اس سے بھاگو جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہوجائیں۔(فاطر:6) اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے۔(الکہف:50) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴾ اور شیطان ارادہ رکھتا ہے کہ انہیں بہکا کر گمراہ کردے، بہت دور کا گمراہ کرنا۔(النساء:60) اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴾ بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟(المائدہ:91) ﴿ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ یقیناً وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔(القصص:15)

﴿ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(169) ﴾

''یقیناً وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے۔''(169)

سوال1: ﴿ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ ﴾ ''یقیناً وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رحیم و کریم ہے جس نے ہمیں خبردی ہے کہ شیطان ہم سے دشمنی رکھتا ہے، اس سے بچنا چاہیے پھر اس کے ساتھ یہ آگاہ فرمایا کہ شیطان کن کاموں کا حکم دیتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ ﴾ ''یقیناً وہ تمہیں وہ تمہیں برائی کا حکم دیتا ہے'' یعنی ایسے شر کا جو کرنے والے کے لیے نقصان دہ ہے۔ شیطان برائی، بے حیائی، توہم پرستی، جاہلانہ رسوم ورواج اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کا حکم دیتا ہے۔ ﴿3﴾ اس اعتبار سے جو شخص بھی انسان کو برائی کی ترغیب دلائے، بے حیائی پر آمادہ کرے، رسوم ورواج کی پابندی کے لیے مجبور کرے اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ پر بات کرے وہ شیطان ہے۔ ﴿4﴾ ﴿ وَالْفَحْشَآءِ ﴾ فواحش معاصی میں شمار ہوتے ہیں جن کی قباحت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے مثلاً زنا، شراب نوشی، قتل، ناحق تہمت اور بخل وغیرہ۔ سب ان کاموں میں سے ہیں جن کو ہر عقل مند برا سمجھتا ہے۔ ﴿5﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: السوء اس برائی کو کہتے ہیں جس میں کوئی حد شرعی معین نہ ہو اور فحشاء وہ برائی ہے جس کے ارتکاب پر شرعی حد متعین ہو۔(ابن کثیر)

سوال2: توہمات شیطانی اغواء کا کرشمہ ہیں۔ شیطان توہمات میں کیسے مبتلا کرتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ شیطان انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ خودساختہ پابندیوں کو اللہ تعالیٰ کے نام سے منسوب کرو اور انسان اللہ تعالیٰ کے نام پر وہ باتیں کہتا ہے جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل موجود نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو مال بھی میں نے اپنے بندوں کو دیا ہے حلال اور طیب ہے مگر شیاطین ان کو گمراہ کرتے ہیں۔ (مسلم:7207) ﴿2﴾ شیطان انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ کسی جانور میں پر اسرار صفات ہوتی ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہیں، ان سے برکت کی امید رکھی جاسکتی ہے، وہ کام بنا سکتے ہیں۔ یہ سب توہمات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا شیطان سے حلال وحرام کے قوانین لینے کا نتیجہ ہے۔

سوال 3: شیطان کا طریقۂ واردات کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان حرام کے لیے نرم گوشہ پیدا کرتا ہے۔ ﴿2﴾ شیطان حرام کی ترغیب دلاتا ہے۔ ﴿3﴾ شیطان برائی کی نفرت ختم کر دیتا ہے۔

سوال 4: ﴿وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے'' ﴿1﴾ اس میں اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کی تقدیر کے بارے میں کسی علم کے بغیر بات کرنا بھی شامل ہے۔ (تفسیر سعدی:210/1) ﴿2﴾ شیطان انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ خودساختہ پابندیوں کو اللہ تعالیٰ کے نام سے منسوب کرو پھر انسان اللہ تعالیٰ کے نام پر وہ باتیں کہتا ہے جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل موجود نہیں ہوتی۔ ﴿3﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے قریب میری امت میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو شراب کا کوئی دوسرا نام رکھ کر اس کو حلال بنالیں گے۔ (بخاری کتاب الاشربہ) ﴿4﴾ جو کوئی دلیل کے بغیر یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز حلال کی ہے اور فلاں حرام کی ہے یا فلاں حکم دیا ہے یا فلاں سے روکا ہے تو وہ علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف بات منسوب کرتا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے بات کرنے میں بہت سی چیزیں داخل ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکار کرنا یا اس کی تاویل کرنا، اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنانا، بغیر علم وبصیرت کے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیز حلال اور وہ چیز حرام کی ہے۔ اس کام کا حکم دیا ہے اور اس سے منع کیا ہے۔ اور اس سلسلے کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ کوئی گمراہ فرقہ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول کے کلام کی تاویل کرکے اپنی گمراہی کو حق ثابت کرنے کے لیے دلیل فراہم کرے۔ (تیسیر الرحمٰن:92/1) ﴿6﴾ بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی طرف بات منسوب کرنا حرام ہے۔ یہ شیطان کا سب سے بڑا راستہ ہے۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (170)﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا تھوڑی سی عقل بھی نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟ (170)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کا تذکرہ کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آباء کی اندھی تقلید کرنے والوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ﴿2﴾ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام کی دعوت دی اور جنت کی رغبت دلائی اور عذاب سے ڈرایا تو رافع بن حریملہ یہودی اور مالک بن عوف یہودی نے کہا کہ اے محمد ہم آپ کی اتباع نہ کریں گے بلکہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اسی پر چلیں گے۔ کیونکہ وہ ہم سے زیادہ عالم اور ہم سے اچھے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر مظہری:211/1) ﴿3﴾ ﴿اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ سے مراد یا تو قرآن ہے یا تورات ہے کیونکہ تورات بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع ہی کا حکم کرتی ہے۔ (تفسیر مظہری:211/1)

سوال2: ﴿قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ ''وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ آباء کی اندھی تقلید کرنے والوں سے جب کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو وہ اپنے بڑوں کی سنت پر قائم رہتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے، اور کیا اگرچہ ان کے آباء واجداد کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟ (المائدہ:104) ﴿3﴾ حق کو رد کرنے کا یہ ایک نہایت ہی کمزور شبہ ہے۔ یہ ان کی حق سے روگردانی اور اس سے اعراض اور ان کے عدم انصاف کی دلیل ہے۔ اگر رشد و ہدایت اور اچھے مقصد کی طرف ان کی راہ نمائی کی گئی ہوتی تو حق ان کا مقصد ہوتا اور جو کوئی حق کو اپنا مقصد بنالیتا ہے اور وہ حق اور غیر حق کے درمیان موازنہ کرتا ہے تو قطعی طور پر حق اس کے سامنے واضح ہو جاتا ہے اور اگر وہ انصاف پسند ہے تو وہ حق کی اتباع کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:211/1) ﴿4﴾ ان لوگوں نے انبیاء پر ایمان لانے سے بے رغبتی اختیار کی، اپنے آباء واجداد پر اکتفا کیا حالانکہ وہ جاہل اور گمراہ تھے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے طریقے کو چھوڑ کر باپ دادا کے طریقوں کی پابندی کیسے کی جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ باپ دادا کے طریقوں کی پابندی عقائد میں ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ پابندی رسوم ورواج میں ہوتی ہے۔ ﴿3﴾ یہ پابندی حلال وحرام میں بھی ہوتی ہے۔ مثلاً انسان جب کسی جانور یا انسان کو مقدس ٹھہرالیتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ سمجھ لیتا ہے۔ یہ چیز جب اگلی نسلوں تک پہنچتی ہے تو وہ اس کو اپنے بڑوں (آباء واجداد) کی سنت سمجھ کر پکڑ لیتے ہیں۔ پھر اس پر غور وفکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے پھر وہ وقت آتا ہے جب دلیل کی کوئی بات ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: حلال وحرام کی خودساختہ پابندیوں پر قائم رہنا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: حلال وحرام کی خودساختہ پابندیوں پر قائم رہنا یہ ثابت کرتا ہے کہ ابھی تک رگ وریشے میں جاہلیت کا زہر موجود ہے۔

سوال5: ﴿ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ ''کیا اگر چہ ان کے باپ دادا تھوڑی سی عقل بھی نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟'' اللہ تعالیٰ نے آباء واجداد کی اندھی تقلید کرنے والوں کو کیسے سمجھایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا ﴾ ''کیا اگر چہ ان کے باپ دادا تھوڑی سی عقل بھی نہ رکھتے ہوں'' یعنی وہ دین کی سمجھ نہ رکھتے ہوں، نہ ہدایت پاتے ہوں۔ (زادالمسیر :755/1) ﴿2﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہ سمجھتے ہوں اور دین کی طرف ہدایت نہ پاتے ہوں۔ (تفسیرالوسیط :254/1) ﴿3﴾ ایسے شخص کی تقلید کرنے کی حرمت ہے جو نہ علم رکھتا ہو اور نہ دین کی سمجھ رکھتا ہو۔ ﴿4﴾ ایسے شخص کی اتباع کا جواز ہے جو علم رکھتا ہو، اس کے اقوال وآراء وحی الٰہی اور کتاب وسنت سے ماخوذ ہوں۔ (ایسرالتفاسیر:82) ﴿5﴾ ﴿ وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ اور وہ ہدایت نہ پاتے ہوں یعنی نہ نفع مند علم رکھتے ہوں نہ عمل صالح کی توفیق۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے آباؤاجداد کی اندھی تقلید کرنے والوں کو دو دلائل سے سمجھایا ہے: (الف) اگر چہ باپ دادا عقل سے کام نہ لیتے ہوں پھر بھی ان کی بات مانو گے! (ب) اگر چہ انہوں نے ہدایت نہ پائی ہو پھر بھی ان کی بات مانو گے!

﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (171) ﴾

''اور ان لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ان جانوروں کو پکارتا ہے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے، وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں سمجھتے۔'' (171)

سوال1: ﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ﴾ ''اور ان لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ان جانوروں کو پکارتا ہے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے'' یہاں کن کافروں کی مثال دی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں ان کافروں کی مثال دی گئی ہے جو آباء واجداد کی تقلید کی وجہ سے عقل سے کام نہیں لیتے اور حق کو قبول کرنے کی بجائے اندھادھند اپنے آباؤاجداد کی پیروی کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ دعا سے مراد قریب کی آواز ہے۔ ﴿3﴾ نداء سے مراد دور کی آواز ہے۔ ﴿4﴾ ان کی مثال ان جانوروں کی طرح ہے جن کو چرواہا پکارتا ہے اور وہ آواز سنتے تو ہیں مگر سمجھتے نہیں کہ انہیں کیوں پکارا جا رہا ہے؟ اسی طرح آباء واجداد کی تقلید کرنے والے کافر ہیں جو حق کی آواز نہیں سنتے گویا یہ بہرے ہیں، حق ان کی زبان سے نہیں نکلتا گویا یہ گونگے ہیں اور حق دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتے گویا یہ اندھے ہیں۔

سوال2: ﴿ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ ''وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں سمجھتے'' اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

راستے پر چلنے سے انکار کرنے والوں کو بہرہ، گونگا اور اندھا قرار دیا گیا ہے، وضاحت کریں؟

جواب: ناسمجھی کی اس مثال کے دو پہلو ہیں: ﴿1﴾ ان لوگوں کی حالت نادان جانوروں جیسی ہے جو اپنے چرواہوں کے پیچھے جاتے ہیں اور سوچے سمجھے بغیر ان کی آوازوں پر حرکت کرتے ہیں۔ اس حرکت کے دوران نہ وہ کچھ سنتے ہیں، نہ بولتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں۔ اس طرح وہ بہرے، گونگے اور اندھے بن کر چرواہے کے پیچھے چلتے چلے جاتے ہیں۔ یہی معاملہ آباء واجداد کی تقلید کرنے والوں کا ہے انہیں رسوم ورواج کے واضح نقصانات نظر آئیں گے تو بھی اندھے بنے رہتے ہیں انہیں سمجھاؤ تو سمجھتے نہیں۔ ﴿2﴾ حق کی دعوت دینے والا جب ایسے افراد کو دعوت دیتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی بات کی سچائی کا عملی تجربہ ہوتا ہے کہ نہ وہ سنتے ہیں، نہ بولتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔

سوال 3: ﴿فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''سو وہ نہیں سمجھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''سو وہ نہیں سمجھتے''، یعنی جن حواس کی مدد سے انسان عقل کو کام میں لاتا ہے ان کو کافروں نے معطل کر رکھا ہے۔ اس وجہ سے ان کی عقل کام نہیں کرتی اور وہ کچھ نہیں سمجھتے کہ حق کی دعوت کیا ہے؟ ﴿2﴾ وہ نصیحت کو نہیں سمجھتے۔ (الاساس:372/1)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (172)﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔'' (172)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو'' اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس آیت میں کس چیز کی تلقین کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کیا ہے کیونکہ وہ ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور اس کے نواہی سے رکتے ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ''پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے عام حکم دینے کے بعد اہل ایمان کو پاک چیزیں کھانے کا خاص حکم دیا اور اس حکم پر اپنا شکر ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔ ﴿3﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حلال کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ پاک رزق کو ایمان والوں کے لیے مباح کیا ہے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے اب جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچا رہا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو کسی کی رکھ کے گرد اپنے جانوروں کو چراتا ہے قریب ہے کہ وہ رکھ میں جا گھسیں سن لو ہر بادشاہ کی ایک رکھ ہوتی ہے سن لو اللہ تعالیٰ کی رکھ اس کی زمین میں حرام کردہ چیزیں ہیں۔ (بخاری) عطیہ سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک اندیشہ والی چیزوں سے بچنے کی خاطر ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی اندیشہ نہیں۔(ترمذی،ابن ماجہ)سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات یادرکھی ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ واور وہ اختیار کرو جو شک میں نہیں ڈالتی۔(احمد)﴿4﴾ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ طیبات سے مراد وہ کھانے ہیں جو عقل واخلاق کے لیے نفع بخش ہیں۔اوراس کے مقابلے میں خبائث ان کھانوں کو کہتے ہیں جو عقل واخلاق کے لیے نقصان دہ ہیں اور شراب تمام خبیث کھانوں کی اصل ہے اس لیے کہ وہ عقل واخلاق میں فساد ڈال دیتی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:92/1)(تفسیر قاسمی:37/3)﴿5﴾ یعنی جس نے رزق دیا وہ حق رکھتا ہے کہ پابندیاں لگائے،حرام قرار دے یا ان کو کھول دے یعنی حلال قرار دے لہٰذا حلال وحرام کی خودساختہ پابندیاں توڑ ڈالو۔

سوال2: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: جاہلیت کی پابندیاں اور رسوم ورواج توڑ ڈالیں جو باپ دادا اور مذہبی پیشواؤں نے لگا رکھی تھیں۔

سوال3: ﴿وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہی اس کا شکر گزار ہو سکتا ہے۔

سوال4: کھانے پینے کی اشیاء استعمال کرتے ہوئے کیسے احساسات انسان کے اندر ابھرنے چاہئیں؟

جواب: ﴿1﴾ شکر کے احساسات۔﴿2﴾ اطاعتِ الٰہی کے احساسات۔یعنی یہ کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور اسی کے حکم کے مطابق کھا رہے ہیں۔یہ احساس انسان کے اندر اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی عبادت کا جذبہ ابھارتا ہے۔﴿3﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو کھانا کھاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور کچھ پیتا ہے تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔''(صحیح مسلم:6932)﴿4﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے:''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا،پلایا اور اطاعت گزاروں میں سے بنایا۔''(سنن ابی داؤد: 3850)﴿5﴾ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کچھ کھاتے یا پیتے تو فرماتے:تمام شکر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے کھلایا،پلایا اور اس کو حلق سے اتارا اور اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنایا۔(سنن ابی داؤد:3851)﴿6﴾ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے:''اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ہے،طیب اور برکتوں والا، نہ ایسا شکر جو ایک بار کافی ہو،نہ ایسا کہ جسے چھوڑ دیا جائے اور نہ ایسا کہ جس کی کچھ ضرورت باقی نہ رہے۔''(سنن ابی داؤد:3849)﴿7﴾ اس آیت کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا شکر نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی۔جیسے جس نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور وہ اس کا حکم بجالایا۔﴿8﴾ یہ آیت کریمہ اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے کہ پاکیزہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رزق کھانا اعمال صالحہ اوران کی قبولیت کا سبب ہے۔

سوال5: جن چیزوں کو پاکر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا جذبہ ابھرتا ہے، ان ہی سے ان چیزوں کے احترام کا جذبہ کیسے ابھرآتا ہے؟

جواب: رزق پاکر انسان کی توجہ جب عطا کرنے والے کی طرف نہیں جاتی تو اس کی توجہ چیزوں کے اندر موجود خصوصیات کی طرف ہوجاتی ہے۔ پھر انسان پیدا کرنے والے کو نہیں بلکہ پیدا کی گئی چیز کو ہی سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔ اس طرح اس کے دل میں ان چیزوں کے لیے احترام کا جذبہ ابھرآتا ہے۔

سوال6: نعمتوں کے ذکر کے بعد شکر بجالانے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: نعمتوں کے ذکر کے بعد شکر بجالانے کا حکم دیا ہے، کیونکہ شکر موجودہ نعمتوں کی حفاظت کرتا ہے اور غیر موجود نعمتوں کے حصول کا باعث بنتا ہے جیسے کفر غیر موجود نعمتوں کو مزید دور کرتا ہے اور موجود نعمتوں کو زائل کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:213/1)

﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (173) ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے مردار اور خون اور سؤر کے گوشت کو اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔ پھر جو شخص مجبور کردیا جائے، اس حال میں کہ نہ وہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ وہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (173)

سوال1: ﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے مردار اور خون اور سؤر کے گوشت کو اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے اس لیے حرام کو حلال مت کرو۔ ﴿2﴾ ﴿ الْمَيْتَةَ ﴾ ''مردار'' خواہ وہ کسی بھی طریقہ سے مرا ہو طبعی موت سے یا کہیں گر کر یا لاٹھی لگنے سے یا سینگ کی ضرب سے یا کسی درندے نے مار ڈالا ہو سب صورتوں میں حرام ہے۔ ﴿3﴾ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردے اور دو خون حلال کردیے گئے ہیں۔ دو مردوں سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہیا اور دو خون سے مراد کلیجی اور تلی ہے۔ (ابن ماجہ:3314) ﴿4﴾ کھانے کی ہر چیز جیسے بدن پر اثر انداز ہوتی ہے ایسے ہی انسان کے اخلاق کو بھی متاثر کرتی ہے۔ ہر انسان جو فطرت سلیم رکھتا ہو، مردار کو ناپسند کرتا ہے۔ ﴿5﴾ کیا کوئی مہذب اور شائستہ قوم مردار کھانے کے لئے آمادہ ہوسکتی ہے؟ یہ ازمنہ وحشیہ کی یادگار ہے۔ چنانچہ اب بھی وہ قومیں جو تہذیب وتمدن کی برکات سے محروم ہیں، مردار کھاتی ہیں اور شرفاء اسی وجہ سے ان سے نفرت کرتے ہیں۔ نیز مردار خوری سے پست وذلیل قسم کے اخلاق پیدا ہوتے ہیں جن میں کوئی زندگی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ مردار خور قومیں ادنیٰ درجہ کی عادات میں مبتلا رہتی ہیں۔ (سراج

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

البیان:59,60/1)﴿6﴾مردار ناپاک اورخراب ہونے کی بناپرضرررساں ہوتا ہے اوراکثر وبیشتر مردارکسی بیماری سے مرتا ہے پس وہ مرض میں اضافہ کاہی باعث ہوتا ہے۔مردارکی حرمت کی عمومیت سے ٹڈی اورمچھلی مستثنیٰ ہیں یہ دونوں مردہ ہونے کی صورت میں بھی حلال اورطیب ہیں۔(تفسیرسعدی:213/1)﴿7﴾﴿وَالدَّمَ﴾دم مسفوح یعنی بہتاہواخون۔وہ خون جوجانورکی رگوں سے بہادیا گیاہو۔جوخون گوشت کے ساتھ لگاہواہووہ بالاجماع حلال ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں گوشت پکاتی توہنڈیاکے اوپرخون کی وجہ سے زردی سی آجاتی نبی ﷺ اسے تناول فرمالیتے اوراس پرانکارنہ فرماتے۔(فتح القدیر:215/1)﴿8﴾خون کھانے میں وحشت وبربریت مترشح ہے۔اس سے خون خواری کے جذبات بڑھتے ہیں۔خون صحت انسانی کے لیے سخت مضرہے بالخصوص معدے اوردانتوں کے لیے۔عرب خون کوباقاعدہ منجمدکرکے کھاتے تھے اس لئے اس کاذکرفرمایا۔(سراج البیان:59,60/1)﴿9﴾جگراورتلی حلال ہیں جومنجمدخون ہی ہوتاہے۔(ابن ماجہ) ﴿10﴾﴿وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ﴾''اورسؤرکاگوشت''خنزیریاسؤرجونجس عین ہےاس کاصرف گوشت کھاناہی حرام نہیں بلکہ یہ زندہ یامردہ اس کی کسی بھی چیز سے استفادہ جائزنہیں۔جدیدتحقیقات کے مطابق خنزیرکےخون،گوشت اورانتڑیوں میں ایک خطرناک کیڑاموجودہوتاہے جولمبے دھاگے﴿tape worm﴾کی شکل میں ہوتاہےاوراس کے انڈےملفوف ہوتے ہیں۔﴿11﴾سؤرکےکھانے میں کئی خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ اس کے گوشت میں جراثیم کثرت سے ہوتے ہیں جنہیں دودۃ الخنزیر کہتے ہیں اوروہ مضرہوتے ہیں۔دوسرے اس کے قلب کے گردا گردایک خاص قسم کی چربی پیداہوجاتی ہے جس کی وجہ سے قلب کی حرکت میں خلل آجاتا ہے۔اسے''نشحم''کہتے ہیں۔اطبائے امریکہ کاخیال ہے کہ فوری موت جوحرکت قلب کے بندہونے سے واقع ہوتی ہے اکثروبیشترسورکھانے کانتیجہ ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہاں کی ایک سوسائٹی نے اس کےخلاف علم جہاد بلندکردیاہے۔اوروہ اس کی سخت مخالفت کررہے ہیں۔اورایک وجہ یہ ہے کہ خنزیرکھانے سے بے غیرتی پیداہوتی ہے۔دیکھ لوخنزیرکھانے والی قومیں غیرت وحمیت کے تمام جذبات سے محروم ہیں اورفواحش میں حداعتدال سے بڑھ رہی ہیں۔(سراج البیان:59,60/1)﴿12﴾﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ﴾''اورجس پرغیراللہ کانام پکاراجائے''اس میں وہ جانورآجاتے ہیں جوجاہل مسلمان اپنےفوت ہونے والے بزرگوں کی محبت اورعقیدت میں،ان کی رضااوران کاقرب حاصل کرنے کے لئے یاان سے ڈرتے ہوئے یاان سے امیدیں رکھ کرقبروں اورآستانوں پر ذبح کرتے ہیں یا مجاوروں کو بزرگوں کے نام پردے آتے ہیں۔بزرگوں کی نیاز کے لئے جوبکرے ذبح کئے جاتے ہیں یاکسی بزرگ کےمزارپردیے جاتے ہیں ان جانوروں کوذبح کرتے وقت خواہ اللہ تعالیٰ کانام لیاجائے یہ حرام ہی ہوں گے۔﴿13﴾وہ چیزیں''جس پرغیراللہ کا نام پکارا جائے''اس لیے حرام ہیں کہ ان کارخ اللہ تعالیٰ کے ماسواکسی اورکی طرف کردیاجاتاہے۔تواس طرح توجہ کامرکزبدل جاتاہے،ضمیرخالص نہیں رہتا،روح پاک نہیں رہتی،دل اللہ تعالیٰ کے لیے سالم نہیں رہتا،عقیدہ ونظریہ پاک نہیں رہتا۔یہ اسی طرح ناپاک ہے جیسے دوسری نجاستیں ناپاک ہوتی ہیں۔﴿14﴾ان جانوروں کےحرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کوذبح کرنے کا مقصداللہ تعالیٰ کی رضانہیں ہوتا بلکہ قبروالوں کی رضاہوتاہے جوکہ شرک ہے۔﴿15﴾ان جانوروں کےحرام ہونے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کو ذبح کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا بزرگوں کی تعظیم ہوتا ہے جو کہ شرک ہے۔﴿16﴾ان کے حرام ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ ان جانوروں کو ذبح کرنے کے پیچھے بعض اوقات غیر اللہ کا خوف ہوتا ہے جو کہ شرک ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں:اہل جاہلیت کچھ چیزیں کھاتے تھے اور کچھ چیزوں کو مکروہ سمجھتے ہوئے چھوڑ دیتے تھے۔پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی ﷺ بھیجا اور اپنی کتاب نازل کی اور اپنے حلال کو حلال کیا اور اپنے حرام کو حرام کیا،پس جو اس نے حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جو اس نے حرام کیا ہے وہ حرام ہے اور جس سے خاموشی اختیار کی ہے وہ معاف ہے اور آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:اے نبی ﷺ ! ان سے کہہ دیجئے کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو الا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہا یا ہوا خون ہو یا سؤر کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔(سنن ابی داؤد:3800)﴿17﴾ان کے حرام ہونے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ ان جانوروں کو ذبح کر کے غیر اللہ سے امیدیں باندھی جاتی ہیں جو کہ شرک ہے۔غیر اللہ کی رضا،تعظیم،ان سے خوف رکھنا،ان سے امیدیں باندھنا یہ سب شرک ہے۔حدیث میں ہے مَلعونٌ مَنْ ذَبحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وہ ملعون ہے جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا۔(صحیح الجامع الصغیر الالبانی:1024)﴿18﴾ایک مرتبہ ایک عورت نے گڑیا کے نکاح پر ایک جانور ذبح کیا تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فتوی دیا کہ اسے نہ کھانا چاہیے اس لئے کہ وہ ایک تصویر کے لئے ذبح کیا گیا ہے،سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ عجمی لوگ جو اپنے تہوار اور عید کے موقع پر جانور ذبح کرتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی اس میں سے ہدیہ بھیجتے ہیں ان کا گوشت کھانا چاہیے یا نہیں؟ تو فرمایا اس دن کی عظمت کے لئے جو جانور ذبح کیا جائے اسے نہ کھاؤ،ہاں اس کے درختوں کے پھل کھاؤ۔(ابن کثیر:243/1)

سوال 2:﴿الْمَيْتَةَ﴾ مردار کیوں حرام ہے؟

جواب:﴿1﴾مردار کھانے سے انسان کا بدن متاثر ہوتا ہے کیونکہ مردار میں کئی قسم کے جراثیم جمع ہو جاتے ہیں جو انسان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ انسان کو نقصان سے بچانا چاہتے ہیں اس لیے مردار حرام ہے۔﴿2﴾جو چیز انسان کے بدن پر اثر انداز ہوتی ہے اس سے انسان کی روح اور اس کا اخلاق بھی متاثر ہوتا ہے جیسے گدھ مردار کھاتا ہے۔اگر کوئی گدھ کھائے تو اس کی روح اور اس کا اخلاق بھی اس سے متاثر ہوگا۔اس لیے مردار حرام ہے۔﴿3﴾انسان کی فطرت سلیم مردار سے نفرت کرتی ہے اس لیے مردار حرام ہے۔

سوال 3: جانوروں کے علاوہ کون سی اشیاء ہیں جو ﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ ”جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے“ کے تحت آتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾جو چیزیں بھی غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز اور چڑھاوے کی ہوتی ہیں وہ اسی کے تحت آتی ہیں جو حرام ہیں۔مثال کے طور پر قبروں کے اردگرد سے خرید کر یا وہاں لے جا کر دیگیں،مٹھائی اور پیسے وغیرہ فقراء اور مساکین کو تقسیم کرنا۔﴿2﴾نذر و نیاز کے پیسے صندوقچی میں ڈالنا۔﴿3﴾عرس کے موقع پر دودھ وغیرہ پہنچانا۔یہ سب کام ناجائز اور حرام ہیں کیونکہ یہ سب غیر اللہ کی نذر و نیاز کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صورتیں ہیں۔

سوال4: نذر و نیاز کیوں حرام ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نذر بھی نماز اور روزے کی طرح عبادت ہے اور عبادت کی ہر قسم اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عہد رسالت میں یہ نذر مانی کہ بوانہ جا کر اونٹ نحر کروں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نذر کی خبر کی۔ فرمایا: ''جاہلیت کے استھانوں میں سے کوئی استھان تو وہاں نہیں تھا؟'' صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: وہاں کوئی تہوار تو نہیں منایا جاتا تھا؟ بولے نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کر لے کیونکہ اس نذر کا پورا کرنا منع ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو۔ (سنن ابی داؤد: 3313) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا گیا کہ عجمی لوگوں کے تہواروں میں ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے یا نہیں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو جانور خاص اس دن کے لیے ذبح ہوں ان کو مت کھاؤ۔ (قرطبی: 32)

سوال5: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ ''پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے اس حال میں کہ نہ وہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ وہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ﴾ ''پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے'' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ اضطرار اور بے بسی کے وقت اتنا کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں جس سے بے بسی اور اضطرار ہٹ جائے۔ (ابن کثیر: 243/1) یعنی جو کوئی بھوک، موت، جبر یا خوف کی وجہ سے حرام کھانے پر مجبور ہو جائے۔ ﴿2﴾ ''اضطرار'' یا مجبوری کی حالت سے مراد ایسی حالت ہے جب بھوک یا پیاس سے جان پر بن گئی ہو، بیماری کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور حرام کے سوا کوئی اور چیز میسر نہ ہو۔ ﴿3﴾ ﴿غَيْرَ بَاغٍ﴾ ''نہ وہ بغاوت کرنے والا ہو'' بغاوت اللہ تعالیٰ کا قانون توڑنے کی خواہش کا دل میں موجود ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا قانون عملاً توڑنے کی کوشش کرنا۔ ﴿4﴾ بغاوت کرنے والے سے مراد ڈاکو، چور، مسلمان بادشاہ پر حملہ کرنے والا، گناہ کے لیے نکلنے والا، حرام کو حلال سمجھنے والا، لذت کا خواہش مند یا مزے لے کر کھانے والا ایسے لوگوں کو اضطرار کی حالت میں بھی حرام چیزیں کھانے کی اجازت نہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 106/1) ﴿5﴾ یعنی شدت کی بھوک نہ ہونے اور حلال کھانے پر قدرت رکھنے کے باوجود وہ حرام کھانے کا طلب گار نہ ہو۔ ﴿6﴾ ﴿وَّلَا عَادٍ﴾ ''اور نہ وہ حد سے بڑھنے والا ہو'' یعنی اضطراری حالت میں جتنی مقدار اس کے لیے حرام کھانا جائز ہو اس مقدار سے نہ بڑھے۔ ﴿7﴾ حرام چیز کے چند قطرے یا چند لقمے یا چند گھونٹ جو جان بچا سکتے ہیں، یہ ضرورت کی حد ہے۔ ﴿8﴾ ﴿فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ ''تو اس پر کوئی گناہ نہیں'' یعنی اضطراری حالت میں حرام کھانے پر اس پر کوئی گناہ نہیں۔ ﴿9﴾ اگر اضطراری حالت میں کوئی حرام نہیں کھاتا اور مر جاتا ہے تو وہ خودکشی کا مرتکب ہوگا۔ (تفسیر سعدی: 214/1) ﴿10﴾ ایسی حالت میں حرام کھانا فرض ہو جاتا ہے۔ ﴿11﴾ اگر بھوک یا پیاس سے کسی کی جان پر بن گئی ہو یا بیماری کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور حرام کے سوا کوئی اور چیز میسر نہ ہو۔ ایسی صورت میں اگر کوئی نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ وہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گناہ نہیں۔

سوال 6: تمام حرام چیزوں میں کیا قدر مشترک ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دل اور نظر پاک نہیں رہتے۔ ﴿2﴾ جسم اور جگر پاک نہیں رہتے۔

سوال 7: کیا اللہ تعالیٰ نے صرف چار چیزوں کو حرام قرار دیا ہے یا اس کے علاوہ بھی کئی چیزیں حرام ہیں؟

جواب: یہاں حرام کا تذکرہ مشرکین کے اس فعل کے حوالے سے آیا ہے کہ وہ حلال جانوروں کو بھی حرام قرار دے لیتے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ وہ حرام نہیں، حرام تو یہ چار چیزیں ہیں۔ اس کے علاوہ بھی حرام چیزیں ہیں جن کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔ جن جانوروں کی حرمت حدیث سے ثابت ہے وہ بھی حرام ہیں مثلاً گدھا، کتا وغیرہ۔

سوال 8: حدیث میں جانوروں کی حلت وحرمت کے کیا اصول بیان کیے گئے ہیں؟

جواب: حدیث میں جانوروں کی حلت وحرمت کے لیے دو اصول بیان کیے گئے ہیں: ﴿1﴾ درندوں میں ذو ناب (وہ درندہ جو کچلیوں سے شکار کرے) حرام ہیں۔ ﴿2﴾ پرندوں میں ذو مخلب (جو پنجے سے شکار کرے) حرام ہیں۔

سوال 9: ﴿إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ'' ''رحیم'' نہایت رحم والا ہے جو اپنے بندوں کی زندگی کی بقا کے لیے انہیں حرام کی رخصت دیتا ہے۔ ﴿2﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا غفور ہے جو اضطرار میں حرام کو حلال کر دیتا ہے۔ (فتح القدیر: 217/1)

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (174)﴾

''یقیناً جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سے نازل کیا ہے اور اس کے بدلے میں وہ تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ بھی نہیں کھا رہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (174)

سوال 1: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ﴾ ''یقیناً جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سے نازل کیا ہے'' کون لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نازل کردہ حقائق کو چھپاتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ﴾ ''یقیناً جو لوگ چھپاتے ہیں'' یہودی کل بھی چھپاتے تھے اور آج بھی۔ ﴿2﴾ ﴿مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سے نازل کیا ہے'' یہودیوں نے نبی ﷺ کی صفات کو جو آپ ﷺ کی رسالت کے ثبوت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے بارے میں تھیں، انہیں چھپایا۔﴿ 3﴾ حق بات اس لیے چھپائی جاتی ہے کہ بیان کرنے کی صورت میں مفادات خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔﴿4﴾ حق چھپانے سے جو دنیا کی تھوڑی سی اجرت لے کر کھائیں گے، یہی ان کے پیٹ کی آگ بنے گی۔ قیامت کے دن ذلت اور رسوائی ان کا مقدر بنے گی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہ کرے گا۔ ان کو پاک کرنے اور ان کی مغفرت کا اہتمام نہیں ہوگا۔ یہ مکمل طور پر نظر انداز کر دیے جائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

سوال2: یہودی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کو کیوں چھپاتے تھے؟

جواب:﴿1﴾ یہودی دنیاوی ریاست کے چھن جانے کے خوف سے نبی ﷺ کی رسالت کے ثبوت کو چھپاتے تھے۔﴿2﴾ اس ڈر سے بھی کہ اگر اہل عرب آپ ﷺ کی اطاعت قبول کر لیں گے تو ہمیں چھوڑ دیں گے۔ اس طرح عربوں سے تحائف کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

سوال3:﴿ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴾ ''اور اس کے بدلے میں وہ تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تھوڑی قیمت کے بدلے کیسے بیچا جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ ''اور اس کے بدلے میں وہ تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں'' اس کی تعلیمات کو دنیا کے فائدوں کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کی صفات اور رسالت کے ثبوت کو عربوں کے تحائف اور اپنی سرداری کے لیے بھینٹ چڑھا دیا تھا۔

﴿2﴾ **﴿ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴾** ''تھوڑی قیمت'' سے مراد پوری دنیا ہے۔

سوال4: آج کے دور میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کو دنیا کے فائدوں کی بھینٹ کیسے چڑھایا جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ کتاب کے بارے میں غلط فہمیاں ذہن میں رکھ کر۔ مثال کے طور پر کتاب زندگی کے لیے راہ نمائی ہے لیکن کتاب سے صرف دنیا کی بہتری اور اس کے فائدوں کو وابستہ کر لینا جیسے کتاب کی تعلیم کی بجائے اس کے الفاظ پڑھ کر دنیا کے نقصانات سے بچنے اور دنیا کے فوائد کے حصول کے لیے مجالس منعقد کرنا۔ اس طریقے سے دراصل کتاب کے آنے کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔﴿2﴾ کتاب کے ذریعے ایسے فتوے دینا جن سے لوگ راضی ہو جائیں اور نذرانے پیش کریں۔﴿3﴾ کتاب کو دنیا کے فائدوں کے حصول کے لیے پڑھنا، پڑھانا وغیرہ۔

سوال5:﴿ أُولٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ إِلَّا النَّارَ ﴾ ''یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ بھی نہیں کھا رہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ حق چھپانے سے جو دنیا کی تھوڑی سی اجرت لے کر کھائیں گے یہی ان کے پیٹ کی آگ بنے گی۔﴿2﴾ جزا عمل کی جنس سے ہوگی، ان کی کمائی بدترین اور حرام طریقے سے آئی تو جزا بھی اسی کے مطابق آگ ہے۔

سوال6:﴿ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴾ ''اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات نہ کرے گا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انہیں پاک نہیں کرے گا اوران کے لیے دردناک عذاب ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس لیے ان سے بات نہیں کرے گا کہ وہ یہودیوں سے ناراض ہے کیونکہ انہوں نے جان بوجھ کر حق کو چھپایا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہودیوں کو پاک نہیں کرے گا یعنی ان کے گناہ معاف نہیں کرے گا اورانہیں دردناک عذاب میں مبتلا کردیا جائے گا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ انہیں برے اخلاق سے پاک نہیں کرے گا۔ ﴿4﴾ تزکیہ کا سب سے بڑا سبب کتاب اللہ پر عمل کرنا، اس کو راہ نما بنانا اوراس کی طرف دعوت دینا ہے۔ انہوں نے کتاب اللہ کو دور پھینک دیا، اس سے روگردانی کی، ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اور مغفرت کو چھوڑ کر عتاب اختیار کیا۔ (تفسیر سعدی:215/1) ﴿5﴾ ان کے لیے دردناک عذاب اس لیے ہوگا کہ ان کا جرم معاف نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں پاک نہیں کرے گا، ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں دردناک عذاب دے گا۔ ﴿6﴾ یہ لوگ جہنم کے قابل ہیں۔ کیسے اس آگ کو برداشت کریں گے!

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (175)﴾

''یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو اور بخشش کے بدلے میں عذاب کو خریدا ہے، سو وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں!'' (175)

سوال1: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو اور بخشش کے بدلے میں عذاب کو خریدا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو خریدا ہے'' ﴿الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ﴾ ''ہدایت کے بدلے میں گمراہی'' اس آیت میں ضلالت سے مراد نبی ﷺ کی بعثت کی بشارت اور آپ ﷺ کی تصدیق اوراتباع کو چھپانا ہے۔ ہدایت کا راستہ آپ ﷺ کی صفات کے اظہار کا راستہ تھا۔ انہوں نے نبی کی رسالت کو قبول کرنے کے بدلے میں چھپایا، یوں ہدایت کے بدلے گمراہی کے خریدار بن گئے۔ یہودیوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی۔ نبی ﷺ کی صفات ظاہر نہیں کیں۔ نبی ﷺ کی بعثت کی بشارتیں جو پہلی کتابوں میں آئی تھیں اور آپ ﷺ کی تصدیق اور آپ ﷺ کی اتباع کو فروخت کر کے گمراہی کو خرید لیا۔ انہوں نے حق کی بجائے باطل کو اختیار کرلیا۔ ﴿2﴾ ﴿وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ﴾ ''اور بخشش کے بدلے میں عذاب کو خریدا ہے'' مغفرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہوں کی بخشش ہے۔ انہوں نے مغفرت کے بدلے اللہ تعالیٰ سے قہر کا سودا کرلیا اور مغفرت کے بدلے عذاب کا سودا کرلیا۔ نبی ﷺ کی صفات کا اظہار یہود کے لیے مغفرت کا ذریعہ تھا۔ انہوں نے اسے چھپایا اور عذاب اختیار کیا۔ وہ گناہوں میں ڈوب کر آنے والے عذاب کی شدتوں پر صبر کر گئے۔ یہی ان کی تجارت تھی، جو بری تجارت تھی۔

سوال2: اس آیت میں حق چھپانے کو تجارت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ کیسی تجارت ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: کچھ دے کر کچھ لینا تجارت کہلاتا ہے۔حق چھپا کر ہدایت سے منہ پھیرا جاتا ہے اور گمراہی خریدی جاتی ہے۔مغفرت سے محروم ہوکر دائمی عذاب خریدا جاتا ہے۔اس لیے اسے تجارت سے تشبیہ دی گئی ہے جو بہت بری تجارت ہے۔

سوال3: ﴿فَمَآ اَصۡبَرَهُمۡ عَلَى النَّارِ﴾ ''سو وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''سو وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں!'' یہود کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی تصدیق نہ کرنے،ان کی اتباع چھوڑنے اور ان کی صفات کو چھپانے کے نتیجے میں آگ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے سو وہ ان گناہوں میں ڈوب کر آگ کے عذاب پر راضی ہو گئے۔کس چیز پر انہوں نے صبر کیا۔یہاں رب العزت نے حیرت کا اظہار کیا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِى الۡكِتٰبِ لَفِىۡ شِقَاقٍۢ بَعِيۡدٍ (176)﴾

''اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو یقیناً حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا بلاشبہ وہ بہت دور کی مخالفت میں ہیں۔''(176)

سوال1: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو یقیناً حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ذٰلِكَ﴾ اللہ تعالیٰ کا انصاف پر مبنی بدلہ یعنی انہیں ہدایت کے اسباب سے محروم کرنا اور ان کا دوسرے اسباب اختیار کرنا۔ ﴿2﴾ ﴿بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو یقیناً حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے'' اللہ تعالیٰ نے قرآن کو انسانوں کی ہدایت کے لیے،حق کو باطل سے الگ اور اور گمراہی سے ہدایت کو واضح کرنے کے لیے نازل کیا۔﴿3﴾ جو قرآن مجید کو اس کے اصل مقصد سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے اس کے لیے بڑی سے بڑی سزا چھوٹی ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں ہم سے کیا مطالبہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کتاب کو مان لیا جائے۔﴿2﴾ کتاب کو لوگوں تک پہنچایا جائے۔﴿3﴾ کتاب میں بیان کیے گئے حق کا ساتھ دیا جائے۔ ﴿4﴾ ان لوگوں کے گروہ میں شامل ہوا جائے جو حق کے راستے پر ہیں۔﴿5﴾ کتاب کو اللہ تعالیٰ کی زمین پر نافذ کیا جائے۔﴿6﴾ کتاب ہی کو قانون اور زندگی کا نظام بنایا جائے۔

سوال3: ﴿وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِى الۡكِتٰبِ لَفِىۡ شِقَاقٍۢ بَعِيۡدٍ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا بلاشبہ وہ بہت دور کی مخالفت میں ہیں'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے اختلاف کرتے ہیں وہ دراصل کیا کام کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پورے طور پر قبول نہیں کرتے،کسی حصے پر ایمان لاتے ہیں کسی کا انکار کرتے ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کتاب کوٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں۔﴿3﴾فطرت سے بھی ٹکراتے ہیں اوراپنے نفس سے بھی۔﴿4﴾اختلافات انسان کواللہ تعالیٰ کی نافرمانی اوراس کے غضب تک لے جاتے ہیں۔﴿5﴾﴿لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ﴾''بلاشبہ وہ بہت دور کی مخالفت میں ہیں''یعنی وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول سے دشمنی کررہے ہیں۔وہ انتہا کی گہری گمراہی میں جا پھنسے ہیں جہاں سے نکلنے کے امکانات معدوم ہیں اوروہ قرآن مجید کی مخالفت کررہے ہیں۔کتاب میں اپنی مرضی کے مطابق تحریف کرتے ہیں اوراصل معنی سے ہٹادیتے ہیں۔﴿6﴾کتاب اللہ سے دشمنی کی وجہ سے ان کا معاملہ خراب ہوگیا۔﴿7﴾قوم کے لئے جب تک کتاب اللہ سے تمسک قائم رہے فرقے اور جماعتیں الگ الگ نہیں بنتیں اور جب کتاب اللہ میں تحریف وتاویل کے ذریعہ مختلف قسم کے فرقے بنائے جائیں تو پھروحدت دینی اوراخوت مذہبی مفقود ہوجاتی ہے۔یہودیوں نے جب تک تورات کواللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھا،غالب رہےاور جب تعصب نے انہیں مختلف قوموں میں بانٹ دیا قومی حیثیت سے ہٹ گئے۔اس لئے اصل شے جومدارقومیت ہے،جب وہی نہیں تو قومیت کہاں؟ان آیات میں یہی بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں نے تورات کی جوکتاب حق ہے مخالفت کی۔اس لئے اب ان میں اختلافات اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ مٹائے نہیں جاسکتے۔(سراج البیان:60/1)﴿8﴾اس کے برعکس جنہوں نے کتاب اللہ قرآن مجید کوقبول کرلیا،اسے اپنے معاملات میں فیصلہ کن تسلیم کرلیاوہ بلندیوں پر پہنچ گئے۔

رکوع نمبر6

﴿لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآىِٕلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ(177)﴾

''نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دولیکن اصل نیکی اس کی ہے جوآدمی اللہ تعالیٰ پر،آخرت کے دن پر، فرشتوں پر،کتاب پراورنبیوں پرایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود رشتے داروں،یتیموں،مسکینوں،مسافروں،سوال کرنے والوں اورغلاموں کوچھڑانے میں اورنماز قائم کی اورزکوۃ ادا کی اوراپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں جب وہ عہد کریں اورتنگ دستی،تکلیف اورلڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہوں،یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہااوریہی متقی لوگ ہیں۔''(177)

سوال1﴿:لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾''نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیردو''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿لَیْسَ الْبِرَّ﴾''نیکی یہی نہیں ہے''یہ وہ نیکی نہیں ہے جواللہ تعالیٰ کواپنے بندے سے مطلوب ہے۔اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تم نمازیں پڑھواور دوسرے اعمال نہ کرو یہ کوئی نیکی نہیں ہے۔(ابن کثیر:246/1)﴿2﴾﴿اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾''کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیردو''یہودیوں نے بیت المقدس کے مغرب کواپنا قبلۂ عبادت بنایا۔عیسائیوں نے بیت المقدس کے مشرق کواپنا قبلۂ عبادت بنایا۔دونوں اپنی اپنی سمت کومقدس سمجھتے تھے۔دونوں کو یہ یقین تھا کہ مقدس سمت کوقبلہ بنا کراللہ تعالیٰ کے یہاں ہم نے اپنادرجہ محفوظ کرلیاہے۔یہاں پراس لیے وضاحت کردی گئی کہ مشرق اورمغرب کی طرف رخ کرنا حقیقی نیکی نہیں ہے۔﴿3﴾دین کی چندظاہری رسومات کوادا کردینا حقیقی نیکی نہیں ہے۔صرف خانہ پری کے طور پر چندمقررہ اعمال کرلیناحقیقی نیکی نہیں ہے۔

سوال2: ﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ﴾''لیکن اصل نیکی اس کی ہے جوآدمی اللہ تعالیٰ پر، آخرت کے دن پر،فرشتوں پر،کتاب پراورنبیوں پرایمان لائے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ﴾''لیکن اصل نیکی''نیکی''خیر''کے لیے جامع نام ہے۔(فتح القدیر:219/1)﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام جودل میں پختہ ہوجائیں۔(مجاہد)﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی اطاعت اورخیر کے سارے کام جواللہ تعالیٰ کے قریب کریں،ثواب کا باعث بنیں اور جنت تک پہنچادیں۔(تفسیرخازن:105/1)﴿4﴾ایمان،تقویٰ اوروہ اعمال جن سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہواجاسکے۔(زادالمسیر :161/1) نیک اعمال کی قبولیت کی دوشرائط ہیں ایک تو یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوں اوردوسرے یہ کہ محمد ﷺ کے طریقے یعنی سنت کے مطابق ہوں۔﴿5﴾﴿مَنْ اٰمَنَ﴾جوایمان لائے۔سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ ﷺ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا کہ ایمان کیاچیز ہے؟تورسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی،انہوں نے پھرسوال کیارسول اللہ ﷺ نے پھریہی آیت تلاوت فرمائی۔ پھریہی سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا:سنو نیکی سے محبت اور برائی سے عداوت ایمان ہے۔(ابن کثیر:245/1)﴿مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ﴾''جوآدمی اللہ تعالیٰ پرایمان لائے''اللہ تعالیٰ پرایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ سچے دل سے یہ اقرارکرے کہ زمین وآسمان اور پوری کائنات کا خالق ومالک،رازق،زندگی اورموت دینے والا،تنہااس کائنات کوچلانے والااورسب کی ضرورتوں کوپوراکرنے والااصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔وہ ایک ہے،وہی معبود ہے،اس کےسواکوئی بھی عبادت اور بندگی کےلائق نہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں ایک ہےاس کا کوئی شریک نہیں،وہ بے نیاز ہے۔وہ کسی کا محتاج نہیں۔کوئی اس کا ہم پلہ وہم مرتبہ نہیں،وہ کسی کے مشابہ نہیں۔اس نے سب کو پیدا فرمایا۔اس کوکسی نے وجودنہیں بخشا۔نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ پرایمان لانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ کتاب وسنت میں جتنی صفات اوراسماء آئے ہیں وہ حق ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے بیان کیاہے کہ اس کے آگے کچھ سوچنے کی اورمخلوق کے ساتھ تشبیہ دینے کی اجازت نہیں۔جیسا کہ فرمایا:﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾وہ آسمانوں اورزمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لیے خودتم میں سے جوڑا جوڑا بنایا،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے، اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ (الشوریٰ:11) ﴿7﴾ ﴿وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ ''اور آخرت کے دن پر ایمان لائے'' آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایک زبردست اور دہشت ناک انقلاب کو سچے دل سے مانے اور اس کی تصدیق کرے۔ یہ انقلاب ہمہ گیر اور وحشت انگیز ہوگا جس کے بعد زندگی فنا ہو جائے گی اور نئی زندگی کا آغاز ہوگا۔ اس نئی زندگی کا آغاز آخرت کہلاتا ہے۔ جس میں ساری مخلوق کو دوبارہ تخلیق کیا جائے گا۔ ان کا حساب کتاب ہوگا اور جزا سزا کا معاملہ ہوگا۔ ﴿8﴾ آخرت پر ایمان لانا واجب ہے کہ دین اسلام کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے جس پر مومن کے عقیدے کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ آخرت پر ایمان لائے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا اور نہ ہی اصلاح اور نہ استقامت نصیب ہوتی ہے۔ ﴿9﴾ ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةِ﴾ ''اور فرشتوں پر ایمان لائے'' فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان سچے دل سے یہ یقین رکھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی غیبی اور نوری مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور ان کے ذمے جو کام لگا دیے ہیں اس کو وہ انجام دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔ (التحریم:6) ﴿10﴾ ﴿وَالْكِتٰبِ﴾ ''اور کتاب پر ایمان لائے'' کتاب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ سچے دل سے اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور راہ نمائی کے لیے اپنے رسولوں پر کتابیں نازل کی ہیں۔ ان میں سے جن کے احکامات اور تعلیمات قرآن مجید کے مطابق ہیں انہیں مشعل راہ بنالے اور قرآن مجید کو ہدایت کی آخری کتاب سمجھے، اس کی دی ہوئی خبروں اور احکامات پر یقین کرے اور اس پر عمل کرے۔ ﴿11﴾ ﴿وَالنَّبِيّٖنَ﴾ ''اور نبیوں پر ایمان لائے'' انبیاء پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ سچے دل سے یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چنے ہوئے بندوں کو عام انسانوں کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے۔ انبیاء و رسل حق کی دعوت دینے والے، خوش خبری سنانے والے، اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔ محمد ﷺ انبیاء کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔

سوال 3: ﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّاۗىِٕلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ﴾ ''اور مال دے اس کی محبت کے باوجود رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں کو چھڑانے میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاٰتَى الْمَالَ﴾ ''اور مال دے'' نیکی کا پہلا کام ایمان لانا ہے تو دوسرا مال خرچ کرنا ہے۔ مال کے زمرے میں وہ سب چیزیں آجاتی ہیں خواہ کم ہوں یا زیادہ جو انسان مال کے طور پر جمع کرتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿عَلٰى حُبِّهٖ﴾ ''اس کی محبت کے باوجود'' اس سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ اسے مال سے محبت ہے لیکن اس کے باوجود وہ مال خرچ کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ تم ہرگز پوری نیکی حاصل نہیں کرو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت رکھتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہواور جوبھی تم خرچ کرو گے اس کو یقیناً اللہ تعالیٰ پوری طرح جاننے والا ہے۔(آل عمران:92)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا:''یارسول اللہ ﷺ! کون سا صدقہ اجر کے اعتبار سے بڑا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:'' تیرا اس وقت صدقہ کرنا جب کہ تو صحیح (تندرست وتوانا) ہو، مال کی حرص دل میں ہو،(خرچ کرنے سے) تجھے فقر کا اندیشہ (اور اپنے پاس جمع رکھنے سے) تونگری کی امید ہو اور تو صدقہ کرنے میں تاخیر نہ کر یہاں تک کہ جب روح گلے تک پہنچ جائے تو تو کہے: فلاں کے لیے اتنا، فلاں کے لیے اتنا جب کہ وہ فلاں (وارث) کا ہو چکا۔'' (صحیح بخاری:1419)﴿3﴾اس سے یہ بھی مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾اور وہ اس کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔(الدھر:8)﴿4﴾جب انسان کے اندر 'ایمان' گہرا اتر جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق میں اپنا مال ضرورت مندوں کو دے دیتا ہے اور انسانوں کو مصیبت سے نجات دلانے کے لیے دیتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی محبت میں مال خرچ کرنے کے لیے راستوں کی وضاحت کی گئی ہے۔﴿5﴾﴿ذَوِي الْقُرْبَىٰ﴾ سے مراد رشتہ دار ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت میں رشتہ داروں پر مال خرچ کیا جائے۔سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں مسجد نبوی ﷺ میں تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ یہ فرمارہے تھے:'' صدقہ کرو خواہ اپنے زیور ہی میں سے دو۔'' سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنا صدقہ اپنے شوہر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند یتیموں پر جو ان کی پرورش میں تھے، خرچ کیا کرتی تھیں، اس لیے انہوں نے اپنے خاوند سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھئے کہ کیا وہ صدقہ بھی مجھے کفایت کرے گا جو میں آپ رضی اللہ عنہ پر اور ان چند یتیموں پر خرچ کروں جو میری سپردگی میں ہیں لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم خود جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لو۔ آخر میں خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس وقت میں نے آپ ﷺ کے دروازے پر ایک انصاری خاتون کو پایا جو میری ہی جیسی ضرورت لے کر موجود تھیں (یہ زینب ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں)۔ پھر ہمارے سامنے سے بلال رضی اللہ عنہ گزرے تو ہم نے ان سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کر دیجئے کہ کیا وہ صدقہ مجھ سے کفایت کرے گا جسے میں اپنے شوہر اور اپنی زیر تحویل چند بچوں پر خرچ کروں؟ ہم نے بلال رضی اللہ عنہ سے یہ بھی کہا کہ ہمارا نام نہ لینا۔ وہ اندر گئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ دو عورتیں مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں کون ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا کہ زینب نام کی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کون سی زینب؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! بے شک درست ہے اور انہیں دوگنا ثواب ملے گا: ایک قرابت داری کا اور دوسرا خیرات کرنے کا۔'' (صحیح بخاری:1466)انفاق کے مصارف میں سب سے پہلے قرابت داروں کو رکھا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے اعزاء واقربا اگر ضرورت مند ہیں، اس کی اعانت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ یہاں تک کہ اگر وہ دل میں عداوت بھی چھپائے ہوئے ہوں تب بھی سب سے افضل انفاق وہی ہے جو ان کے لیے کیا جائے۔ (تدبرالقرآن:426/1)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک وہ دینار ہے جسے تو اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں خرچ کرے اورایک وہ دینار ہے جوکسی گردن (کے آزاد کرنے) میں خرچ کرے اورایک وہ دینار ہے جوتو کسی مسکین پرصدقہ کرے اورایک وہ دینار ہے جوتو اپنے بال بچوں پرخرچ کرے۔ان میں سب سے زیادہ اجراس دینار میں ہے جوتو اپنے بال بچوں میں خرچ کرے۔(مسلم:2311)سیدنا ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنے اہل وعیال پرثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تووہ اس کے لیے صدقہ شمار ہوتا ہے۔(بخاری:55)﴿6﴾﴿وَالْيَتٰمٰى﴾''اورتیموں کو'' اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنامال تیموں پرخرچ کریں۔ان تیموں پرجن کا کوئی کمانے والا نہ ہواورنہ خودان میں اتنی قوت ہوکہ وہ کما کرمستغنی ہوجائیں۔(تفسیر سعدی:218/1) نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: میں اوریتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ہوں گے۔اس موقعہ پرآپ نے اپنی انگلیاں (انگوٹھے کے پاس والی اوربیچ والی) ساتھ ملاکردکھائیں۔(صحیح بخاری:888/2)قرابت مندوں کے بعدمعاً یتامیٰ کا ذکراسلامی معاشرہ میں ان کے درجہ ومرتبہ کوواضح کرتا ہے کہ اپنے عزیزوں کے بعد پہلی نظرآدمی کی ان بچوں پر پڑنی چاہیے جوسایہ پدری سے محروم ہوچکے ہیں اورجن کی کفالت وتربیت کی ساری ذمہ داری معاشرہ پرمنتقل ہوچکی ہے۔(تدبرالقرآن:426/1)﴿7﴾﴿وَالْمَسٰكِيْنِ﴾''اورمسکینوں کو'' صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جو(سوال کرنے کے لیے)لوگوں کے پاس چکرلگاتا ہے جسے ایک لقمہ اوردولقمہ یاایک کھجوراوردوکھجوریں واپس کردیتے ہیں یعنی کوئی دیتا ہے کوئی نہیں دیتا(لیکن واقعی)مسکین وہ ہے جو ایسی چیزنہیں پاتا جواسے بے نیازکردے اوراسے پتہ بھی نہیں چلتا تاکہ اس پرصدقہ کیاجائے اوروہ سوال کرنے کے لیے بھی کھڑا رہے۔(صحیح بخاری:200/1)﴿8﴾﴿وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾''اورمسافروں کو''مسافر وہ ہے جواپنے گھر سے دورہو۔مسافر اپنے مسافر ہونے کی حالت کی بنا پرمدد کا مستحق ہوتا ہے خواہ صاحب استطاعت ہو یاغیرصاحب استطاعت۔﴿9﴾﴿وَالسَّآئِلِيْنَ﴾''اورسوال کرنے والوں''سائلین وہ لوگ ہیں جن پرکوئی ایسی ضرورت آن پڑے جوان کوسوال کرنے پرمجبورکردے مثلاً ایساشخص جوکسی دیت کی ادائیگی میں مبتلا ہوگیا ہو یاحکومت کی طرف سے اس پرکوئی جرمانہ عائدکردیا گیاہو یاوہ مصالح عامہ کی کوئی عمارت مثلاً مسجد، مدرسہ، پل وغیرہ تعمیرکروارہا ہواس حوالے سے سوال کرنا اس کا حق ہے خواہ وہ مال دارہی کیوں نہ ہو۔(تفسیرسعدی:218/1)رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ غنی کو،ٹھیک ٹھاک بدن والے کواورقوی آدمی کوسوال کرنا حلال نہیں ہے الا یہ کہ ایسا مجبورہوکہ تنگ دستی نے اسے مٹی میں ملارکھاہو(یعنی زمین کی مٹی کے سوااس کے پاس کچھ نہ ہو)یاقرضے میں مبتلا ہوگیاہوجوذلیل کرنے والا ہو،اورجس شخص نے مال زیادہ کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کیاتو قیامت کے دن اس کا چہرہ چھیلا ہوا ہوگا۔اوریہ مال گرم پتھر بناہوگا جس کوجہنم سے لے کرکھاتا ہوگا اب جی چاہے تو کمی کرے اورچاہے توزیادتی کرے۔(مشکوٰۃ المصابیح:163) جس نے لوگوں سے ان کے مالوں کا سوال اس لیے کیا کہ مال زیادہ جمع ہوجائے تووہ آگ کے انگاروں کا سوال کرتا ہے(جودوزخ میں سے ملیں گے)اب چاہے کم کرے یازیادہ کرے۔(مسلم:333/1)انسان دنیا میں برابرسوال کرتارہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پرگوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی۔(بخاری:199/1)﴿10﴾﴿وَفِي الرِّقَابِ﴾''اورغلاموں کوچھڑانے میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''یعنی غلاموں کوآزاد کروانے اور قیدیوں کو چھڑانے میں مال خرچ کرے۔جنگی قیدیوں کو کافروں اور ظالموں کی قید سے چھڑوانے کے لیے مال خرچ کریں۔

سوال4:﴿وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ﴾ ''اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ﴾ ''اور نماز قائم کی'' نماز قائم کرنے سے مراد سنت رسول ﷺ کے مطابق پابندی سے نماز ادا کرنا ہے۔ ﴿2﴾ اپنے مال پر زکوٰۃ واجب ہونے پر مستحق کو ادا کرنا۔(تفسیر ماوردی:227/1)﴿3﴾ نماز اور زکوٰۃ افضل عبادات ہیں ان ہی کے ذریعے سے ایمان کا وزن ہوتا ہے۔

سوال5:﴿وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا﴾ ''اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں جب وہ عہد کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وہ جب عہد کرتے ہیں تو اس عہد کو پورا کرتے ہیں۔عہد کی پابندی نیکی کا کام ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا:**لادین لمن لا عھد لہ** ''اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کی پابندی نہیں کرتا۔''(احمد،طبرانی،ابن حبان)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ یا خود بندے کی طرف سے لازم کیے ہوئے امر کا التزام کرنا عہد کہلاتا ہے۔پس تمام حقوق اللہ اس میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ان کو لازم قرار دے دیا ہے اور وہ اس التزام کو قبول کر کے اس عہد میں داخل ہو گئے اور ان کا ادا کرنا ان پر فرض قرار پایا نیز اس عہد میں وہ حقوق العباد بھی داخل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر واجب قرار دیا ہے اور اس میں وہ حقوق بھی شامل ہیں جن کو بندے اپنے آپ پر لازم قرار دے لیتے ہیں مثلاً قسم اور نذر وغیرہ۔(تفسیر سعدی:219/1)﴿3﴾ وہ انسان عہد کی پابندی کر سکتا ہے جو ہر عہد کو اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد سمجھتا ہے یعنی عہد کی پابندی کے بغیر وہ خود کو دین پر نہیں سمجھتا۔﴿4﴾ وعدہ توڑنا نفاق کی خصلت ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :**أَيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ** ''منافق کی تین نشانیاں ہیں:جب بات کرے تو جھوٹ بولے،جب وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔''(صحیح مسلم:212)﴿5﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا ہو اور یہ نہ فرمایا ہو کہ ''خبردار! اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پورا نہیں۔(مشکوٰۃ المصابیح:15)﴿6﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ دھوکہ دینے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی دھوکہ بازی (کا جھنڈا) ہے اور وہ اس جھنڈے کے ذریعہ سے پہچانا جائے گا۔(صحیح بخاری:452/1) سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی بندہ کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا راعی بنا دے (یعنی صاحب اقتدار بنا کر عوام کی نگرانی اور خیر خواہی اس کے سپرد کر دے) پھر وہ اس کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ شخص جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔(صحیح بخاری:1058/2)﴿7﴾ دور نبوی میں ایفائے عہد کی مثالیں: سیدنا حذیفہ بن یمان اور ابو حسیل (یہ سیدنا یمان کی کنیت ہے) دونوں جنگ بدر میں شمولیت کے لیے جا رہے تھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ راستہ میں قریش مکہ کے ہتھے چڑھ گئے اورانہوں نے ان سے عہد لے کر چھوڑا کہ وہ غزوہ بدر میں حصہ نہیں لیں گے چنانچہ یہ دونوں صحابہ قریش سے چھٹکارا حاصل کر کے میدان بدر میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور آپ ﷺ کو ایک ایک آدمی کی شدید ضرورت تھی لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان دونوں کو واپس چلے جانے کا حکم دیا اور فرمایا تم اپنا عہد پورا کرو اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔(مسلم کتاب الجہاد والسیر)﴿8﴾ صلح حدیبیہ کے دوران ابو جندل پابہ زنجیر قریش مکہ کی قید سے فرار ہو کر مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے ابو جندل نے اپنے زخم دکھا دکھا کر اپنا دکھڑا سنا کر التجا کی کہ خواہ کچھ بھی ہو ابو جندل کو اب کافروں کے حوالہ نہ کیا جائے لیکن آپ ﷺ نے محض ایفائے عہد کی خاطر ابو جندل کو کافروں کے سفیر سہیل بن عمر جو ابو جندل کا باپ تھا کے حوالے کیا۔ابو جندل کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی اور راہ نکال دے گا۔(بخاری کتاب الشروط)

سوال6:﴿وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ﴾ ''اور تنگ دستی،تکلیف اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿الصّٰبِرِيْنَ﴾ سے مراد صبر کرنے والے ہیں یعنی وہ لوگ جو مصیبت اور ابتلاء کا مقابلہ کر کے ڈٹے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کاموں سے رک جاتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اللہ تعالیٰ نے صبر کو نیکی قرار دیا ہے۔﴿2﴾ **﴿الْبَاْسَآءِ﴾** سے مراد فقر کی شدت اور تنگدستی ہے۔جو فقر اور تنگدستی میں صبر کرتے ہیں کیونکہ اس کی وجہ سے انسان جسمانی اور روحانی طور پر تکلیف میں رہتا ہے۔جب گھر والے بھوک کا شکار ہوں اور لوگ نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں تو اسے تکلیف ہوتی ہے۔جب وہ اپنے گھر والوں کو لباس نہیں فراہم کر سکتا تو موسم کے سرد و گرم کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ ان پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔﴿3﴾**﴿وَالضَّرَّآءِ﴾** سے مراد نقصان اور بیماری ہے۔اس میں ہر قسم کی بیماریاں آجاتی ہیں۔انسان کمزور ہے اور جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔اگر بیماری طویل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ صبر کرنے کا حکم ہے۔﴿4﴾**﴿وَحِيْنَ الْبَاْسِ﴾** ''اور لڑائی کے وقت'' اس سے مراد لڑائی اور اس کی شدّت ہے۔﴿5﴾ یعنی ان دشمنوں سے لڑائی کے وقت جن سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ صبر و استقلال سے جواں مردی کا مظاہرہ نفس انسانی کے لیے نہایت گراں بار ہے اور انسان قتل ہونے،زخمی ہونے یا قید ہونے سے بہت گھبراتا ہے۔پس وہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ پر ثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر کرنے کا سخت محتاج ہے۔(تفسیر سعدی:219/1)﴿الضَّرَّآءِ﴾ اور ﴿الْبَاْسِ﴾ کا الگ الگ تذکرہ اس لیے کیا گیا ہے کہ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کے احکامات سے سرمو انحراف نہ کرنا بہت کٹھن ہوتا ہے۔

سوال7: انسان ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے راستے پر کیسے جما رہتا ہے یعنی کیسے صبر کرتا ہے؟

جواب: جو انسان اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ تنگی،مصیبت حتیٰ کہ جنگ کے دوران بھی یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے راستے پر جما رہتا ہے۔

سوال8:﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا اور یہی متقی لوگ ہیں'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب: ﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا'' اس سے مراد یہ ہے کہ ﴿1﴾ جولوگ ان صفات سے متصف ہیں وہ اپنے ایمان میں سچے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے اقوال اور افعال سے دل کے ایمان کو سچ ثابت کیا ہے۔اسی لیے یہ لوگ سچے ہیں۔﴿2﴾ یہ لوگ اپنے ایمان میں سچے ہیں کیونکہ ان کے اعمال ان کے ایمان کی تصدیق کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:220/1)﴿3﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک سچ آدمی کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔'' (صحیح بخاری:6094)﴿4﴾ ﴿ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ ''اور یہی متقی لوگ ہیں'' یہی لوگ متقی ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے حال، عمل اور سلوک سے تقویٰ کو سچ ثابت کیا ہے۔اس لیے وہ حرام کاموں سے بچے، اطاعت کے کام کیے اور یہی نیکی ہے۔(الاساس فی التفسیر:388/1) ﴿5﴾ اور یہی لوگ متقی ہیں کیونکہ انہوں نے محظورات کو ترک کر دیا اور ماموارت پر عمل کیا۔(تفسیر سعدی:220/1)﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔'' (صحیح مسلم:6543)﴿7﴾ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ'' بھلائی یہ ہے کہ اطاعت کا مادہ دل میں پیدا ہو جائے، فرائض پابندی کے ساتھ ادا ہوں اور انسان تمام بھلائیوں کا عامل ہو۔حق تو یہ ہے کہ جس نے اس آیت پر عمل کر لیا، اس نے کامل اسلام پا لیا اور دل کھول کر بھلائی سمیٹ لی۔'' (ابن کثیر:246/1)

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ (178) ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے۔آزاد کے بدلے وہی آزاد قاتل، اور غلام کے بدلے وہی غلام قاتل اور عورت کے بدلے وہی قاتلہ عورت (قتل) ہوگی، پھر جس کو اپنے بھائی سے کچھ بھی معافی مل جائے تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا اور خوبی کے ساتھ اس (دیت) کو ادا کرنا ہے یہ ایک طرح کی آسانی اور مہربانی تمہارے رب کی طرف سے ہے، پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (178)

سوال1: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ﴾ اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول کی تصدیق کی ہے۔﴿2﴾ ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ﴾ ''تم پر مقتولوں کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کا تذکرہ کیا ہے کہ اس نے مقتولوں کے بارے میں قصاص

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یعنی قتل میں برابری کوفرض قرار دیا ہے۔﴿3﴾اس کا مطلب یہ ہے کہ قاتل کومقتول کے بدلے میں اس طریقے سے قتل کیا جائے گا جیسے اس نے مقتول کوقتل کیا۔﴿4﴾اس میں دلیل ہے کہ اہل ایمان پرفرض ہے کہ جب مقتول کا ولی قصاص کا مطالبہ کرے تو اس کی مدد کی جائے اورمقتول کے ورثاء کو بدلہ لینے سے نہ روکیں۔جس نے قصداً قتل کیا تواس میں قصاص ہے اور جوشخص قصاص نافذ کرنے کے بارے میں آڑے آجائے تو اس پراللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اورفرشتوں کی لعنت ہے اورسب انسانوں کی لعنت ہے۔(سنن ابی داؤد: کتاب الدیات) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا گیا انہوں نے بیان کیا کہ بنی اسرائیل میں قصاص یعنی بدلہ تھا لیکن دیت نہیں تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس امت سے کہا کہ ''تم پرمقتولوں کے باب میں قصاص فرض کیا گیا۔''(صحیح بخاری :4498)﴿5﴾اس آیت میں بنیادی تعزیری قانون دیا گیا ہے۔﴿6﴾سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتاب اللہ کا حکم قصاص کا ہے۔(بخاری:4499)

سوال2:﴿اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى﴾ ''آزاد کے بدلے وہی آزاد قاتل،اورغلام کے بدلے وہی غلام قاتل اورعورت کے بدلے وہی قاتلہ عورت (قتل) ہوگی''قتل کے معاملے میں یہ آیت اسلام کا کیا اصول واضح کرتی ہے؟

جواب:﴿1﴾یہ آیت واضح کرتی ہے کہ قتل کے معاملے میں اسلام کا اصول برابری کا ہے جوکہ فرض ہے،آزاد کے بدلے آزاد،غلام کے بدلے غلام اورعورت کے بدلے عورت۔﴿2﴾**﴿اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ﴾**''آزاد کے بدلے وہی آزاد قاتل''الفاظ کے اعتبار سے اس میں مرد کے بدلے مرد کا مفہوم شامل ہے۔﴿3﴾اس عموم سے والدین (اوپر تک) مستثنیٰ ہیں۔لہٰذا بیٹے کے قتل کے قصاص میں والدین کوقتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ استثناء سنت میں وارد ہوا ہے۔نیز قصاص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد دلالت کرتا ہے کہ بیٹے کے قتل کی پاداش میں باپ کوقتل کرنا انصاف نہیں۔نیز اس لیے کہ باپ کا دل اپنے بیٹے کے لیے رحمت اورشفقت سے لبریز ہوتا ہے جو اسے بیٹے کوقتل کرنے سے روکتا ہے۔سوائے اس صورت کے کہ باپ کے دماغ میں کوئی خلل ہو یا بیٹے کی طرف سے اسے نہایت سخت اذیت پہنچی ہو۔سنت نبوی ہی کی رو سے اس عموم سے کافر بھی خارج ہے۔نیز اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ یہ خطاب خاص طور پر اہل ایمان کے لیے ہے۔نیز یہ قرین انصاف بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن کے بدلے اللہ تعالیٰ کے دوست کوقتل کیا جائے اورغلام کے بدلے غلام کوقتل کیا جائے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اورخواہ ان کی قیمت مختلف ہو یا برابر۔مفہوم کلام یہ بھی دلالت کرتا ہے کہ آزاد کوغلام کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ غلام آزاد کے مساوی نہیں ہوتا۔(تفسیر سعدی:221/1)﴿4﴾امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک کے بدلے صرف ایک ہی قتل کیا جائے زیادہ قتل نہ کئے جائیں۔(ابن کثیر:249/1)﴿5﴾**﴿وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ﴾**''اورغلام کے بدلے وہی غلام قاتل''غلام کے بدلے غلام قتل کیا جائے گا خواہ مرد ہو یا عورت۔خواہ ان کی قیمت مختلف ہو یا برابر۔ہاں آزاد کوغلام کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔(تفسیر سعدی:221/1)﴿6﴾**﴿وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى﴾** ''اورعورت کے بدلے وہی قاتلہ عورت (قتل) ہوگی''مرد کے بدلے عورت اورعورت کے بدلے مرد قتل کیا جائے گا اگر مرد عورت کا قاتل ہوگا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: قصاص کا معاملہ اسلام میں کس نوعیت کا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلام میں قصاص کا معاملہ قابل راضی نامہ ہے۔ ﴿2﴾ مقتول کے وارث اگر چاہیں تو قاتل سے قصاص لینے پر راضی رہیں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتاب اللہ کا حکم قصاص کا ہے۔ (صحیح بخاری:4499) ﴿3﴾ چاہیں تو دیت (مالی معاوضہ) لے سکتے ہیں۔ چاہیں تو معاف کر سکتے ہیں۔

سوال4: قصاص کے قانون کا فائدہ کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آئندہ کے لیے قتل کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے کیونکہ اپنی جان کا خوف انسان کو دوسروں کی جان لینے سے روکتا ہے اور اس طرح سب کی جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ ﴿2﴾ قاتل کے قتل سے پورے معاشرے کو زندگی کی ضمانت ملتی ہے۔ ﴿3﴾ مقتول کے ورثاء کا انتقامی جذبہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اس طرح معاشرے میں تخریبی کاروائیوں کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔

سوال5: ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ ''پھر جس کو اپنے بھائی سے کچھ بھی معافی مل جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ یعنی اگر مقتول کا ولی قاتل کو معاف کر کے دیت قبول کر لے تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور دیت واجب ہو جائے گی۔ ﴿2﴾ اس میں نرمی اختیار کرنے اور قصاص معاف کر کے دیت قبول کرنے کی ترغیب ہے۔ اس سے بھی زیادہ احسن بات یہ ہے کہ کچھ لیے بغیر ہی قاتل کو معاف کر دیا جائے۔ (تفسیر سعدی:222/1)

سوال6: یہاں اخوت سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں اخوت سے مراد اخوت ایمانی ہے پس قتل کے ارتکاب سے قاتل دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔ (زادالمسیر :163/1) (تفسیر سعدی:222/1)

سوال7: ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾ ''تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا ہے اور خوبی کے ساتھ اس (دیت) کو ادا کرنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا ہے'' یعنی ایسے طریقے سے کہ اس پر شاق نہ گزرے۔ ﴿2﴾ جب مقتول کا ولی قاتل کو معاف کر دے تب اس پر واجب ہے کہ وہ قاتل سے معروف طریقے سے خون کا مطالبہ کرے اور اتنا زیادہ مطالبہ نہ کرے جس کو ادا کرنے کی قاتل میں طاقت نہ ہو بلکہ نہایت احسن طریقے سے قاتل سے دیت کا تقاضا کرے اور اسے تنگی میں مبتلا نہ کرے۔ (تفسیر سعدی:222/1) ﴿3﴾ ﴿وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾ سے مراد یہ ہے کہ قاتل کا بھی فرض ہے کہ اچھے طریقے سے ادا کرے جب وعدہ کرے تو بلا تامل دیت ادا کرے۔

سوال8: دیت کی گنجائش کا اصل مقصد کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ اسلامی معاشرے میں ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھنے کی فضا باقی رہے۔ ﴿2﴾ ایک دوسرے کو حریف سمجھنے کی فضا کسی حال میں پیدا نہ ہو۔ ﴿3﴾ اس کے ذریعے سے مقتول کے وارثوں کو اپنے جانے والے فرد کا مالی بدل مل جائے۔

سوال 9: قتل کے مقدموں کا فیصلہ کن صورتوں سے ہوسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قصاص۔ ﴿2﴾ دیت۔ ﴿3﴾ معافی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کا کوئی مقتول یا مجروح ہو تو اسے تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے: قصاص یعنی بدلہ لے لے، معاف کرے یا دیت لے اگر کچھ اور کرنا چاہے تو اسے روک دو۔ ان میں سے ایک کرنے کے بعد جو بھی زیادتی کرے وہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہو جائے گا۔ (مسند احمد) تاہم آپ ﷺ قصاص کی بجائے عفو کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ خود بھی معاف کرتے اور دیت لے لینے کی سفارش کرتے اور صحابہ کو بھی اس بات کی تلقین فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک آدمی قتل ہو گیا۔ آپ ﷺ نے قاتل کو مقتول کے وارث کے حوالہ کر دیا۔ قاتل کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم میرا قتل کرنے کا ارادہ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے مقتول کے ولی سے کہا: اگر یہ سچا ہے اور تم نے اسے قتل کر دیا تو تم دوزخ میں جاؤ گے۔ یہ سن کر مقتول کے ولی نے قاتل کو چھوڑ دیا۔ (ترمذی ابواب الدیات)

سوال 10: ﴿ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ﴾ ''یہ ایک طرح کی آسانی اور مہربانی تمہارے رب کی طرف سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بنی اسرائیل پر قصاص فرض تھا، درگزر کرنے اور دیت لینے کی اجازت نہ تھی۔ اس امت پر یہ مہربانی ہوئی کہ دیت لینا جائز قرار دیا گیا۔ (ابن کثیر: 249/1)

سوال 11: ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ ''پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی'' سرکشی سے مراد ہے کہ دیت قبول کرنے یا معاف کرنے کے بعد زیادتی کرے یعنی قاتل کو قتل کر دے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا گیا انہوں نے بیان کیا کہ سو جو کوئی اس کے بعد بھی زیادتی کرے گا اس کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔ (زیادتی سے مراد یہ ہے کہ) دیت بھی لے لی اور پھر اس کے بعد قتل بھی کر دیا۔ (صحیح بخاری: 4498)

سوال 12: ﴿فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جو دیت قبول کرنے یا معاف کرنے کے بعد قتل کر دے اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (179)﴾

''اور تمہارے لیے اے عقل والو! بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے تاکہ تم بچ جاؤ۔'' (179)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''اور تمہارے لیے اے عقل والو! بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور تمہارے لیے اے عقل والو! بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ ﴿1﴾ قانون قصاص سے تمہاری جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ اس قانون کی وجہ سے قاتل یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر میں نے قتل کیا تو میں بھی مارا جاؤں گا، اس طرح وہ ناجائز قتل سے باز آ جاتا ہے اور لوگوں کی جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ ﴿2﴾ پہلی کتابوں میں یہ قانون ان الفاظ میں بیان کیا گیا کہ قاتل کا قتل کیا جانا قتل کو بڑی خوبی سے روک دیتا ہے۔

سوال2: قصاص میں کس کی زندگی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قصاص میں معاشرے کی زندگی ہے۔ مقتول کے قتل ہونے کے بعد اگر قاتل کھلا پھرے گا تو معاشرے میں امن کی فضا قائم نہیں رہے گی۔ لوگوں کے اندر دہشت اور خوف پیدا ہوگا اور مقتول کے ورثاء کے اندر انتقامی جذبات پروان چڑھتے رہیں گے۔ قصاص لینے سے قاتل انجام کو پہنچتا ہے، انتقامی جذبات ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، معاشرے میں امن کی فضا قائم ہو جاتی ہے اور یوں معاشرے کو زندگی ملتی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان کہ تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اس میں یہ صراحت ہے کہ نفاذ قانون ہر صورت میں ہوگا اور عدل کامل میں حیات اجتماعی کی بقا اور فلاح کی ضمانت ہے۔ اگر عدل نہیں تو معاشرہ ایک نہ ایک دن تباہ ہو جائے گا۔ (تفسیر جصاص:199/1)

سوال3: معاشرے میں قتل وغارت گری کیسے رک سکتی ہے؟

جواب: کسی بھی معاشرے میں قتل وغارت گری سزا کے خوف سے رک سکتی ہے لیکن سزا قصاص ہو تو کسی کو قتل کرنے کی جرأت نہیں رہتی۔ قانون قصاص کے نفاذ سے معاشرہ قتل وخوں ریزی سے محفوظ رہ سکتا ہے اور امن وامان قائم ہو سکتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اولوا الالباب سے خطاب کیوں کیا ہے؟

جواب: حکم کی حقیقت کو صرف وہی لوگ جان سکتے ہیں جو عقل کامل کے مالک ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر عقل والوں کو مخاطب کیا ہے۔

سوال5: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ''تاکہ تم بچ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ''تاکہ تم بچ جاؤ'' یعنی محظورات کو ترک کر سکو اور مامورات پر عمل کر سکو۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (180)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''تم پرفرض کیا گیا جب تم میں سے کسی ایک کوموت آئے اگراس نے کچھ مال چھوڑا تو والدین اور رشتے داروں کے لیے اچھے طریقے سے وصیت کرنا ہے، یہ متقی لوگوں پرلازم ہے۔''(180)

سوال1: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ ''تم پرفرض کیا گیا جب تم میں سے کسی ایک کوموت آئے اگراس نے کچھ مال چھوڑا تو والدین اور رشتے داروں کے لیے اچھے طریقے سے وصیت کرنا ہے''اس آیت میں کیا حکم دیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ ﴾''تم پرفرض کیا گیا''ایمان والوں پر واضح کیا گیا کہ تم پرفرض کردیا گیا۔﴿2﴾﴿ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ﴾جب کسی کی موت کا وقت قریب آجائے یعنی مہلک امراض یا ہلاکت کے اسباب قریب آجائیں۔﴿3﴾﴿ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ﴾ ''اگراس نے کچھ مال چھوڑا''اگر اس نے کچھ مال چھوڑا تو وصیت کرجائے۔﴿4﴾خیر سے مرادنقدمال یاسامان یاجائیداد ہے۔ ﴿5﴾﴿ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ ''والدین اور رشتے داروں کے لیے اچھے طریقے سے وصیت کرنا ہے''اس آیت میں والدین اور رشتے داروں کومعروف طریقے سے وصیت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔﴿ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ سے مراد ہے جس سے لوگ واقف ہوں خواہ قلیل ہوں یا کثیر یعنی ایک تہائی سے زیادہ نہیں۔رسول اللہ ﷺ نے سعد بن ابی وقاص کوصرف ایک تہائی مال میں وصیت کرنے کی اجازت دی تھی۔(ایسرالتفاسیر:88)

سوال2: کیا والدین اور رشتے داروں کے حق میں وصیت کی جاسکتی ہے؟

جواب:﴿1﴾وصیت کا یہ حکم آیت میراث سے پہلے نازل ہوا۔﴿2﴾آیت وصیت کے بعد جب میراث والی آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں کی جاسکتی۔نبی ﷺ نے فرمایا:''یادرکھو!اللہ تعالیٰ نے ہرحق دارکواس کا حق دے دیا ہے لہٰذا اب وارث کے لیے وصیت نہیں۔(سنن)﴿3﴾اب یہ حکم منسوخ ہے۔امام بخاری نے باب باندھا ہے:کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔ (کتاب الوصایا،باب:6)﴿4﴾نبی ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے ہرحق والے کواس کا حق دے دیا ہے یعنی وارثوں کے حصّے مقرر کردیئے ہیں۔پھراب کسی وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں۔''(ترمذی،ابن ماجہ،کتاب الوصایا)﴿5﴾وصیت ایسے رشتے داروں کے لئے کی جاسکتی ہے جووارث نہ ہوں۔﴿6﴾وصیت راہ خیر میں خرچ کرنے کے لئے کی جاسکتی ہے۔﴿7﴾وصیت کی زیادہ سے زیادہ حدایک تہائی ہے۔ اس سے زیادہ کی وصیت نہیں کی جاسکتی۔(صحیح بخاری)﴿8﴾رشتہ دارجن کے لیے اللہ تعالیٰ نے مال میں کوئی حصہ مقرر نہیں کیا ہے ان کے لیے اسی آیت کومدّنظر رکھتے ہوئے وصیت کرنا مستحب ہے اوراس کام کے لیے مال کا تیسرا حصہ استعمال ہوگا جس کی وصیت کرنی جائز ہے۔رسول اللہ ﷺ نے وصیت کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کی ترغیب کی آیات اوراحادیث بہت ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوصرف ایک تہائی مال میں وصیت کرنے کی اجازت دی تھی۔(تیسیرالرحمٰن:98/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: قانون وصیت کے اہم نکات واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کسی وارث کو اس کے قانونی حصے کے علاوہ کوئی چیز بذریعہ وصیت نہیں دی جاسکتی۔ ﴿2﴾ وارثوں کے حصوں میں وصیت کے ذریعے سے کوئی کمی بیشی نہیں کی جاسکتی۔ ﴿3﴾ وصیت کل جائیداد کے صرف ایک تہائی حصے کی حد تک کی جاسکتی ہے۔

سوال4: ﴿حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾ ''یہ متقی لوگوں پر لازم ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں پر واجب ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ (الاساس فی التفسیر:403/1) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو وصیت پر موت آئی (یعنی وصیت کر کے موت آئی) اس نے صحیح راستہ پر اور سنت پر وفات پائی اور تقویٰ اور شہادت پر مرا اور بخشا ہوا ہونے کی حالت میں مرا۔ (سنن ابن ماجہ:194) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کسی مسلمان کے پاس کوئی چیز ہو جس کی وصیت کرنا ہو تو اس کے لیے یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ دو راتیں گزر جائیں اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری:2537)

﴿فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (181)﴾

''پھر جو اسے بدل ڈالے اس کے بعد کہ اسے سن چکا ہو تو یقیناً ان ہی لوگوں پر اس کا گناہ ہے جو اسے بدلیں، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (181)

سوال1: ﴿فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ﴾ ''پھر جو اسے بدل ڈالے اس کے بعد کہ اسے سن چکا ہو تو یقیناً ان ہی لوگوں پر اس کا گناہ ہے جو اسے بدلیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَمَنْ بَدَّلَهُ﴾ ''پھر جو اسے بدل ڈالے'' جو کوئی اس وصیت کو بدلتا ہے جو کسی کے حق میں کی گئی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿بَعْدَمَا سَمِعَهُ﴾ ''اس کے بعد کہ اسے سن چکا ہو'' اس وصیت کو سمجھ لینے کے بعد اور اس کے طریقوں اور اس کے نفاذ کو اچھی طرح جان لینے کے بعد جو کوئی اس کو تبدیل کرتا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ﴾ ''یقیناً ان ہی لوگوں پر اس کا گناہ ہے جو اسے بدلیں'' ورنہ وصیت کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کے اجر کا مستحق ہو گیا۔ (تفسیر سعدی:225/1)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے ﴿سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ ہونے کا شعور کس مقصد کے تحت دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے وصیت سننے کے بعد اسے بدلنے سے روکنے کے لئے اپنی صفات سمیع اور علیم کا شعور دلایا ہے کہ جو وصیت کرنے والے نے وصیت کی ہے اللہ تعالیٰ اسے سنتا ہے۔ وہ علیم ہے بدلنے والے کی نیت کی تبدیلی کا بھی علم رکھتا ہے۔ لہٰذا سمیع و علیم سے ڈر کر وصیت بدلنے سے باز رہو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ﴿عَلِيمٌ﴾ ہے جو تمام آوازوں کو سنتا ہے۔ وہ وصیت کرنے والے کی بات اور وصیت کو بھی سنتا ہے۔ پس وہ اس ہستی کا خوف کھاتے ہوئے جو اسے دیکھ اور سن رہی ہے اپنی وصیت میں ظلم اور زیادتی کا ارتکاب نہ کرے۔ وہ وصیت کرنے والے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نیت کو جانتا ہے اور اس شخص کے عمل کو بھی جس کو یہ وصیت کی گئی ہے۔

﴿ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (182) ﴾

''پھر جو کوئی وصیت کرنے والے سے کسی قسم کی طرف داری یا گناہ سے ڈرے، پس وہ ان کے درمیان اصلاح کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(182)

سوال1: ﴿ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا ﴾ ''پھر جو کوئی وصیت کرنے والے سے کسی قسم کی طرف داری یا گناہ سے ڈرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا ﴾ ''پھر جو کوئی وصیت کرنے والے سے کسی قسم کی طرف داری سے ڈرے'' جنف خطاء یا غلطی یا کسی قسم کی طرف داری کو کہتے ہیں اس میں ہر قسم کی طرف داری شامل ہے مثلاً کسی رشتے دار کی طرف زیادہ مائل ہونا اور دوسروں کی حق تلفی کرنا۔ ﴿2﴾ ﴿ اَوْ اِثْمًا ﴾ ''گناہ'' (الف) جان بوجھ کر گناہ کرنا۔ (ب) یہاں گناہ کی وصیت کرنا مراد ہے۔

سوال2: وصیت کرنے والے کی طرف سے کسی کی طرف داری یا گناہ کیا ہے؟

جواب: وصیت کرنے والے کی طرف سے کسی کی طرف داری یا گناہ یہ ہے کہ بیٹے یا بیٹی کو زیادہ دینے کی نیت سے نواسے یا نواسی، پوتے یا پوتی کو وصیت کر دی۔

سوال3: وصیت میں نادانستہ یا قصداً حق تلفی کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وصیت میں نادانستہ یا قصداً حق تلفی کرنا ظلم ہے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے اس بیٹے کو کچھ دیا ہے (مقصود آپ ﷺ کو گواہ بنانا تھا) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، کیا تم نے اپنی سب اولاد کو اسی قدر دیا ہے جتنا اس کو دیا ہے؟ کہا یا رسول اللہ ﷺ نہیں سب کو تو نہیں دیا۔ فرمایا: اگر یہ بات ہے تو پھر جو تم نے اس کو دیا ہے وہ لوٹا لو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا۔ (تفسیر مظہری:235/1) ﴿2﴾ وصیت میں ظلم کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''آدمی ستر سال تک نیک اعمال کرتا رہتا ہے لیکن وصیت میں ظلم کا مرتکب ہوتا ہے اور اسی پر خاتمہ کی بناء پر جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے اور بعض لوگ ستر سال تک برے اعمال کرتے ہیں لیکن وصیت میں عدل و انصاف کی وجہ سے وہ جنتی بن جاتے ہیں''۔ (ابن کثیر)

سوال4: کیا کسی کی طرف داری یا گناہ پر مبنی وصیت پر عمل کیا جائے گا؟

جواب: ﴿1﴾ ایسی وصیت پر عمل نہیں کیا جائے گا اس کی تصحیح کروا دی جائے گی تاکہ حق داروں کی حق تلفی نہ ہو اور مرنے والا اللہ تعالیٰ کے عذاب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے بچ جائے۔﴿2﴾وصیت کا بدلنا بڑا گناہ ہے اوراس میں کتمان یعنی وصیت کو چھپانا بھی داخل ہے۔لیکن اگراس میں کسی کی حق تلفی ہو یا خلاف شریعت کسی امر کی وصیت کی جائے مثلاً شراب پلانے کی، ناچ کرانے کی، کسی قبر پر چراغاں کرنے یا میلہ اورعرس وغیرہ کرانے کی تو ایسی وصیت کا تبدیل کرنا واجب اورضروری ہے۔(اشرف الحواشی:34)

سوال5:﴿فَاَصْلَحَ بَیْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ﴾''پس وہ ان کے درمیان اصلاح کردے تو اس پر کوئی گناہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿فَاَصْلَحَ بَیْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ﴾سے مراد یہ ہے کہ اگر چہ وصیت کا بدلنا بڑا گناہ ہے لیکن اگراس میں کسی کی حق تلفی ہو یا خلاف شریعت کسی امر کی وصیت کی جائے تو جو ورثا کے درمیان اصلاح کرادے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔گناہ اس پر ہے جو خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے وصیت بدل دے۔

سوال6:﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے وصیت کرنے والے کو، جو جان بوجھ کر خطا نہیں کرتا، اپنی رحمت اور مغفرت کا وعدہ دیا ہے کہ وہ﴿غَفُوْرٌ﴾بے حد بخشنے والا ہے اور﴿رَّحِیْمٌ﴾نہایت رحم والا ہے۔

سوال7:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ﴿غَفُوْرٌ اور رَّحِیْمٌ﴾ کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے وصیت کرنے والے کی طرف داری یا بھول یا جان بوجھ کر گناہ کی وصیت کا خوف کھانے والے کو اصلاح کرنے کے لیے اپنی رحمت اور مغفرت کا شعور دلایا ہے کہ وہ وسیع رحمت والا ہے، اصلاح کرو گے تو اس کی رحمت ڈھانپ لے گی اور وہ بے حد بخشنے والا ہے، اصلاح کی کوششوں کے باوجود اگر کوئی کمی، خطا اور خرابی رہ گئی تو وہ نہایت رحم والا ہے۔

رکوع نمبر 7

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ(183)﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا فرض کردیا گیا جیسے ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم بچ جاؤ۔''(183)

سوال1:﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا فرض کردیا گیا جیسے ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر روزے فرض کیے۔﴿2﴾﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔﴿3﴾﴿كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ﴾''تم پر روزے فرض کئے گئے'' امت سے خطاب ہے کہ تم پر روزے فرض کیے گئے لہٰذا ہر رمضان میں روزے رکھو۔﴿4﴾﴿كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾جس طرح پہلی امتوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر روزے فرض کیے گئے تھے۔ پہلے لوگوں سے مراد ساری امتیں ہیں۔(ابن عباس) پہلے لوگوں سے مراد یہودی اور عیسائی بھی ہیں۔ ﴿5﴾ روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے۔روزے کی وجہ سے گندے مواد اور گرے ہوئے اخلاق سے انسانوں کے اجسام اور روحیں پاک ہو جاتی ہیں۔ ﴿6﴾ رمضان کے روزے ہر عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہیں۔ اللہ کریم نے اس کی فرضیت میں سہولت پیدا کی ہے۔(البقرۃ:184) ﴿7﴾ رمضان کے روزے رکھنا اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ہے۔(بخاری:8) ﴿8﴾ مریض اور مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی لیکن یہ شرط عائد کی گئی کہ وہ بعد میں اس کی قضا کریں۔(بخاری:1943) ﴿9﴾ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں بچوں کے نقصان کے اندیشے سے روزے نہ رکھیں تو قضا کے ساتھ ایک مسکین کو کھانا بھی کھلائیں۔ چونکہ یہ روزہ بیماری کے خوف سے نہیں چھوڑا جاتا کہ قضا کافی ہو اس لئے اس کی تلافی مسکین کو کھانا کھلانے سے کی گئی ہے۔(ترمذی:715)

سوال2: روزہ کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے، فسق و فجور کے ارتکاب اور دن میں جماع کرنے سے رک جانا روزہ ہے۔ ﴿2﴾ روزہ ایک راز ہے جو رب اور بندے کے درمیان ہوتا ہے۔ اپنے خالق کی محبت میں محبوب چیزوں کو چھوڑ دینا ایسا عمل ہے جس سے کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔ یہی روزے کی حقیقت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کا ہے سوائے روزے کے کہ یہ میرا ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بڑھ کر ہے۔''(بخاری:5927)

سوال3: روزے کی فضیلت بیان کریں؟

جواب: ﴿1﴾ روزہ دار کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔(بخاری:1901، مسلم:760) ﴿2﴾ روزے کا ثواب اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔(بخاری:1904، مسلم:1151) ﴿3﴾ روزے کے برابر کوئی چیز نہیں۔(صحیح الترغیب:986) ﴿4﴾ روزہ دار کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔ (بخاری:1397، مسلم:14) ﴿5﴾ روزہ دار شہداء کے ساتھ ہوں گے۔(صحیح الترغیب:1003) ﴿6﴾ روزہ دار کے ہر عمل کا اجر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔(مسلم:1151، ابن ماجہ:1638) ﴿7﴾ جنت کا دروازہ ''ریان'' روزہ داروں کے لئے ہے۔(بخاری:1896، مسلم:1152) ﴿8﴾ ایک دن کا روزہ دوزخ کی آگ سے ستر سال دور کر دے گا۔(مسلم:1153، بخاری:2840) ﴿9﴾ روزہ قیامت کے دن سفارش کرے گا۔(صحیح الترغیب:984، مسند احمد:2/184) ﴿10﴾ روزہ گناہوں سے بچنے کے لئے ڈھال ہے۔(ترمذی:2616، صحیح الترغیب:983) ﴿11﴾ روزہ دار کی منہ کی بو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔(بخاری:1903) ﴿12﴾ روزہ دار کو افطاری کے وقت جہنم سے آزادی دی جاتی ہے۔(صحیح ابن ماجہ:1332، ابن ماجہ:1643)

سوال4: امت مسلمہ پر روزے کیسے فرض کیے گئے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: امت مسلمہ پر روزے اس طرح فرض کیے گئے: ﴿1﴾ جب محمد ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ ہر مہینے میں محرم کی دسویں تاریخ یعنی عاشورہ اور ایام بیض کے روزے رکھتے تھے۔ ﴿2﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے تندرست اور غیر مسافر پر ہر رمضان کے روزے فرض کر دیے۔ مگر روزے رکھنے اور فدیہ دینے کا اختیار دے دیا جو چاہتا روزے رکھ لیتا اور جو چاہتا فدیہ دے دیتا۔ ﴿3﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے تندرست اور غیر مسافر پر رمضان کے روزے فرض کر دیے۔ بیمار اور مسافر کو روزے نہ رکھنے کا اختیار دے کر دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرنے کا حکم دے دیا اور فدیہ اس بوڑھے کے لیے بحال رہا جو روزے نہ رکھ سکتا ہو۔ (ابن کثیر: 112/1) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن قریش زمانہ جاہلیت میں روزے رکھتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو یہاں بھی آپ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ جب رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو رمضان کے روزے فرض ہو گئے اور عاشوراء کے روزہ (کی فرضیت) باقی نہیں رہی۔ اب جس کا جی چاہے اس دن بھی روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔ (صحیح بخاری: 4504)

سوال 5: پہلی امتوں پر روزے کس طرح فرض کیے گئے تھے؟

جواب: پہلی امتوں پر روزے اس طرح فرض کئے گئے تھے: ﴿1﴾ سیدنا نوح علیہ السلام کی امت کے لیے ہر مہینے میں تین روزوں کا حکم تھا۔ ﴿2﴾ سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں پر بھی ایک پورے ماہ کے روزے فرض تھے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کو یہ حکم تھا کہ جب وہ عشاء کی نماز ادا کر لیں اور سو جائیں تو کھانا پینا اور عورتوں سے مباشرت حرام ہو جاتی ہے۔

سوال 6: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ''تاکہ تم بچ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: روزوں کی فرضیت کا بنیادی مقصد تقویٰ ہے اسی لیے روزوں کی فرضیت کے حکم کے بعد فرمایا: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ﴿1﴾ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا اس کے کرنے اور جس چیز سے منع کیا ہے اس کو ترک کر دینے کا نام تقویٰ ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: 120/3) ﴿2﴾ تقویٰ واجبات میں اہم ترین واجب کی حیثیت سے شرعاً معروف ہے۔ تقویٰ مخلوق کائنات میں سے ہر شخص پر واجب ہے۔'' (شرح العمدۃ: 621/3)

سوال 7: روزہ تقویٰ کی تربیت کیسے کرتا ہے؟

جواب: طاہر بن عاشور رحمہ اللہ کا قول ہے: ''تقویٰ کے قدیم اصولوں میں سے اہم ترین اصول روزہ ہے۔'' (التحریر والتنویر: 516) ﴿1﴾ انسان جب روزہ رکھتا ہے تو اپنی خواہشات نفس کو کنٹرول کرتا ہے یہی کنٹرول روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی کنٹرول اور دباؤ کی وجہ سے تقویٰ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ روزے کی حالت میں شدید بھوک پیاس کے باوجود، ساری نعمتوں اور تنہائی کے باوجود انسان روزہ نہیں توڑتا کیونکہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی محسوس کرتا ہے اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر نگران بنانے کی مشق کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگرانی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے شعور سے تقویٰ کی تربیت ہوتی ہے یہی نگرانی انسان کو اطاعت کے کاموں کے لیے مجبور کرتی ہے اور نافرمانی کے کاموں سے روکتی ہے یوں تقویٰ کی تربیت ہوتی ہے۔ ﴿3﴾ روزہ دار اپنے نفس کو یہ تربیت دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہے، چنانچہ وہ اپنی خواہشات نفس کو پورا کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود انہیں ترک کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر مطلع ہے، روزہ شیطان کی راہوں کو تنگ کر دیتا ہے، شیطان ابن آدم کے اندر یوں گردش کرتا ہے جیسے اس کی رگوں میں خون گردش کرتا ہے، روزے کے ذریعے سے شیطان کا اثر ونفوذ کمزور پڑ جاتا ہے اور گناہ کم ہو جاتے ہیں، غالب حالات میں روزہ دار کی نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور نیکیاں تقویٰ کے خصائل میں شمار ہوتی ہیں۔ جب خوش حال روزہ دار بھوک کی تکلیف کا مزہ چکھ لیتا ہے تو یہ چیز محتاجوں اور ناداروں کی غم گساری اور دست گیری کی موجب بنتی ہے اور یہ بھی تقویٰ کی ایک خصلت ہے۔ (تفسیر سعدی:227/1) ﴿4﴾ امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا: تقویٰ کا حکم تمام امتوں کے لیے عام ہے۔ (تفسیر قرطبی:389/5) ﴿5﴾ رمضان کے مہینے میں وقتی طور پر حلال چیزوں کو چھڑا کر یہ تربیت دی جاتی ہے کہ انسان ساری عمر کے لیے حرام چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ اس طرح انسان کو شعور دلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حلال کو چھوڑ سکتے ہو تو حرام کو بھی چھوڑ سکتے ہو، یوں تقویٰ کی تربیت ہوتی ہے۔

﴿ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۚ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (184) ﴾

''گنتی کے چند دن ہیں۔ پھر جو کوئی تم لوگوں میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے شمار کر کے مدت پوری کرنا ہے۔ اور جو لوگ اس (روزہ رکھنے) کی طاقت رکھتے ہوں تو ان پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے۔ پھر جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔'' (184)

سوال1: روزوں کے بارے میں یہ کیوں کہا گیا ﴿ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ﴾ ''گنتی کے چند دن ہیں''، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فرض روزوں کے دن کم ہوتے ہیں اور وہ طویل زمانے کا ایک چھوٹا حصہ ہوتے ہیں، اس لیے انہیں ﴿ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ﴾ کہا گیا ہے۔ ﴿2﴾ روزے سے زیادہ افطار کا زمانہ طویل ہوتا ہے۔ کھانے پینے کا دور اس سے رکے رہنے کے مقابلے میں طویل ہوتا ہے، اس لیے اسے ﴿ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ﴾ کہا گیا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے سارے زمانے کے روزے نہیں رکھوائے۔ یہ اس کی رحمت اور اس کا لطف و کرم ہے۔ ہمیشہ روزے رکھنے کے مقابلے میں رمضان کے روزے چند دن کے ہیں۔

سوال2: ﴿ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ ''پھر جو کوئی تم لوگوں میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو ہو تو دوسرے دنوں سے شمار کر کے مدت پوری کرنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مریض اپنے مرض کی وجہ سے اور مسافر اپنے سفر کی وجہ سے مشقت برداشت کرتا ہے اس لیے ان دونوں کو روزے کی رخصت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دی گئی ہے۔﴿2﴾﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ ''تو دوسرے دنوں سے شمار کر کے مدت پوری کرنا ہے'' روزے کے فوائد کثیر ہیں اور مومن کے لیے ان کا حاصل کرنا مطلوب ہے اس لیے جب مریض کا مرض جاتا رہا اور مسافر کا سفر ختم ہو جائے تو چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا دینی ہے۔﴿3﴾﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ میں اس بات کی دلیل ہے کہ رمضان کے دنوں کی گنتی کی قضا دی جائے خواہ رمضان پورا ہو یا ناقص۔﴿4﴾ اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ گرمیوں کے طویل دنوں کی قضا سردیوں کے چھوٹے دنوں میں دی جا سکتی ہے اور اس کے برعکس چھوٹے دنوں کی قضا بڑے دنوں میں دی جا سکتی ہے۔(تفسیر سعدی:227/1)

سوال3:﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ ''اور جو لوگ اس (روزہ رکھنے) کی طاقت رکھتے ہوں تو ان پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ حکم روزوں کے فرض ہونے کی ابتدا میں تھا انہیں روزے رکھنے کی عادت نہ تھی اور روزے ان پر فرض تھے۔اللہ تعالیٰ نے آسان طریقے سے انہیں فریضے کی ادائیگی پر لگا دیا اور روزے کی طاقت رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا کہ چاہے تو روزہ رکھ لے اور چاہے تو ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔مگر روزہ رکھنا افضل ہے۔(تفسیر سعدی:228/1)

سوال4:﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ﴾ ''پھر جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''جو شخص خوشی سے کوئی نیکی کرے'' یعنی ایک سے زیادہ آدمیوں کو کھلائے یا یہ کہ روزہ بھی رکھے اور مسکین کو کھانا بھی کھلائے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔

سوال5:﴿وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''تم روزے رکھو تمہارے لیے بہتر ہے'' اس بات سے اللہ تعالیٰ نے روزے رکھنے کی رغبت دلائی ہے۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا: مجھے کوئی حکم دیجیے جسے میں آپ سے لے لوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ روزے رکھو کیونکہ اس کی کوئی مثل نہیں۔﴿2﴾ مجاہد، طاؤس اور مقاتل بن حیان نے کہا: روزہ کھانے سے بہتر ہے۔(ابن ابی حاتم:309/1)﴿3﴾ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ روزے رکھنا فدیے سے بہتر ہے۔﴿4﴾﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اگر تم جانتے ہو'' (الف) یعنی اہل علم میں سے ہو۔(ب) اگر تم اس عمل کی فضیلت اور اپنے اس کام کے ثواب کو جانتے ہو تو جان لو کہ روزہ رکھنا بہتر ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کر دیئے اور طاقت نہ رکھنے والوں کو روزہ چھوڑنے اور دوسرے دنوں میں قضا دینے کی رخصت دے دی۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا ھَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(185) ﴾

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے، (جس میں) ہدایت میں سے اور حق و باطل میں فرق کرنے والے واضح دلائل ہیں۔ پھر تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پائے تو چاہئے کہ وہ اس کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی مریض ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے شمار کر کے تعداد پوری کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تم لوگوں کے ساتھ دشواری کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اور تا کہ تم شمار کی ہوئی مدت پوری کر سکو اور تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔''(185)

سوال1: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ ﴾ ''رمضان کا مہینہ'' رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں تم پر روزے فرض کیے گئے۔ **﴿2﴾ ﴿ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾** عظیم مہینہ جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا۔ **﴿3﴾** قرآن مجید کی فضیلت کی بنا پر قرآن کا یہ حق ہے کہ اس میں روزے فرض کیے جائیں اور وہ مومنوں کے لیے خیر و برکت اور نیکیوں کا مہینہ ہے۔ **﴿4﴾** اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو روزوں کے لیے مقرر کر دیا۔ **﴿5﴾** رمضان المبارک میں قرآن مجید نازل ہوا اس لئے رمضان اور قرآن کا گہرا تعلق ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن روزہ اور قرآن مجید دونوں شفاعت کریں گے، روزہ عرض کرے گا کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے اور خواہش نفس سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے، پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (صحیح الترغیب: 984، احمد: 184/2) **﴿6﴾** رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں عام دنوں سے زیادہ تلاوت کلام پاک کرتے تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور تمام اوقات سے زیادہ آپ ﷺ رمضان میں سخی ہو جاتے تھے (خصوصاً) جب آپ ﷺ سے جبرئیل علیہ السلام (آ کر) ملتے تھے اور جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے تھے اور آپ ﷺ سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ تو یقیناً (اس وقت) رسول اللہ ﷺ (خلق اللہ کی نفع رسانی میں) تند و تیز ہوا سے بھی زیادہ (سخاوت میں) تیز ہوتے تھے۔ (بخاری: 3220) **﴿7﴾** رمضان المبارک میں کرنے والے کاموں میں راتوں کے قیام میں اور بغیر قیام کے تلاوت کرنا، قرآن مجید کو ترجمے کے ساتھ سمجھ کر پڑھنا عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ تلاوت میں توجہ اور تدبر پسندیدہ ہے۔ نبی ﷺ توجہ اور تدبر سے قرآن مجید پڑھتے تھے اور اس سے اثر قبول کرتے تھے۔ **﴿8﴾ ﴿ هُدًى لِّلنَّاسِ ﴾** قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت اور راہ نمائی کا ذریعہ ہے۔ ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا کہ لوگ اس سے ہدایت پاتے ہیں۔ (الدر المنثور: 344/1) **﴿9﴾** قرآن مجید اپنے احکامات کے ذریعے حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ (تفسیر منیر: 495/1) **﴿10﴾ ﴿ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى ﴾** ''اور ہدایت میں سے واضح دلائل ہیں'' اس سے مراد ہے کہ اس میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بینات یعنی دلائل ہیں۔(فتح القدیر:233/1) قرآن مجید میں حلال وحرام کے دلائل ہیں اورحدود ہیں۔ ﴿11﴾﴿وَالْفُرْقَانِ﴾ الفرقان سے مراد ہے کہ قرآن مجید حق اور باطل میں فرق کرتا ہے۔(تفسیر ماوردی:240/1)

سوال2: رمضان المبارک کی فضیلت بیان کریں؟

جواب: رمضان برکت والامہینہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کودوسرے تمام مہینوں کے مقابلے میں خاص مقام عطا کیا ہے۔یہ مہینہ رحمت والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو کچھ خصوصیات اور فضیلتیں عطا کی ہیں جن کی وجہ سے یہ دوسرے مہینوں سے ممتاز ہے۔﴿1﴾ رمضان میں قرآن نازل کیا گیا۔﴿2﴾ آسمانی کتابیں اورصحیفے اس مہینے میں نازل کئے گئے۔﴿3﴾ رمضان کی ایک رات ہزارراتوں سے افضل ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے:﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾لیلۃ القدر ہزارمہینوں سے بہتر ہے۔(القدر:3)﴿4﴾ رمضان میں سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔﴿5﴾ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اورجہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب رمضان آتا ہے تو آسمان (یعنی جنت) کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں اورشیاطین مضبوط ترین زنجیروں سے جکڑ دیے جاتے ہیں۔''(بخاری:3277)﴿6﴾ رمضان میں اللہ تعالیٰ روزانہ جنت کوسنوارتا اورمزین کرتا ہے۔﴿7﴾ رمضان کے روزے واجب ہیں۔﴿8﴾ فرشتے روزہ داروں کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔﴿9﴾ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی بخشش کردی جاتی ہے۔﴿10﴾ رمضان سے رمضان تک کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچوں نمازیں اور جمعہ، جمعہ تک بیچ کے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے اورایک روایت میں ہے کہ رمضان، رمضان تک کفارہ ہے ان گناہوں کا جواس کے بیچ میں ہوں، جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے۔(مسلم:550)﴿11﴾ رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہوجاتا ہے۔﴿12﴾ رمضان کی ہر رات جہنم سے آزادی دی جاتی ہے۔

سوال3: رمضان المبارک میں کرنے والے نیکی اوراحسان کے کام کون کون سے ہیں، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ روزہ رکھنا۔﴿2﴾ صدقہ وخیرات کرنا۔﴿3﴾ رات کا قیام کرنا۔﴿4﴾ تلاوت قرآن مجید کرنا۔﴿5﴾ روزے افطار کروانا ۔ ﴿6﴾ اعتکاف کرنا رمضان المبارک کی خصوصی عبادت ہے۔اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے عبادت کی غرض سے مسجد میں رہنا اعتکاف کہلاتا ہے۔ ﴿7﴾ رمضان کے آخری عشرے میں خوب محنت کرنا۔ ﴿8﴾ لیلۃ القدر کرتلاش کرنا۔﴿9﴾ عمرہ کرنا۔ ﴿10﴾ کثرت سے دعائیں کرنا۔

سوال4: قرآن مجید کیسے نازل ہوا؟

جواب: قرآن مجید لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے بیت العزت میں ایک ہی بار اترا۔پھر رحمت عالم ﷺ پر 23 سالوں تک حسب ضرورت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقتاً فوقتاً اترتا رہا۔

سوال5: قرآن مجید کی کیا صفات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید دنیا کی سب سے بڑی بھلائی ہے۔(النحل:30) رب العزت کا فرمان ہے:﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔(یونس:58) اس کی بھلائی سے جن، انسان، اور کائنات کی ساری مخلوقات برکت حاصل کرتی ہیں اور قیامت تک حاصل کریں گی۔﴿2﴾ قرآن مجید انسانوں کی ہدایت اور راہ نمائی کا انمول خزانہ ہے۔(البقرۃ:2) ﴿3﴾ قرآن مجید فضل وکمال اور سربلندی کے حصول میں مدد دیتا ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو پست وذلیل کرتا ہے۔'' (مسلم:1897) ﴿4﴾ قرآن مجید دنیا وآخرت کی کامیابی کی طرف دعوت دیتا ہے۔﴿5﴾ قرآن مجید کی رحمت، شفقت اور مہربانی مومنوں اور کافروں، جانوروں اور انسانوں، جنوں اور ساری مخلوقات کے لئے جاری وساری ہے۔(لقمان:1،3) ﴿6﴾ قرآن مجید دل میں اتر جانے والی نصیحت ہے۔نیکی کی ترغیب دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔(یونس:57) ﴿7﴾ قرآن مجید نور ہے جس کی روشنی سے کفر اور شرک کے اندھیرے دور ہوجاتے ہیں اور جہالت کا میل اتر جاتا ہے۔(النساء:147) ﴿8﴾ قرآن مجید شفا ہے۔انسان فکر اور روح کی جن بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے جو کفر اور شرک، ذہنی دباؤ اور اضطراب کی وجہ سے طاری ہوتی ہیں یا باطنی بیماریاں جیسے حسد، تکبر، حرص وغیرہ کا علاج ہے۔(بنی اسرائیل:82) ﴿9﴾ قرآن مجید حق اور صداقت کا نگران ہے، حق کی تصدیق اور تائید کرتا ہے۔(بنی اسرائیل:105، المائدۃ:48) ﴿10﴾ قرآن مجید ایسا ذکر ہے جس سے روح تروتازہ ہوتی ہے، دل پاک ہوتے ہیں اور رب کی قربت نصیب ہوتی ہے۔(ص:1، الزخرف:44) ﴿11﴾ قرآن مجید میں سعادت اور کامیابی کے سارے امور کی تفصیل اور وضاحت ہے۔(النحل:87) ﴿12﴾ قرآن مجید سچی اور پاکیزہ زندگی کی روح ہے۔جب تک کسی کے اندر کلام اللہ کی سچی روح نہیں اترتی اس کی زندگی بے معنی ہے۔(الشوریٰ:52) پاکیزہ زندگی کی رونق اسی سے ہے۔

سوال6: قرآن مجید کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔(مسلم:1874) ﴿2﴾ قرآن مجید کا ماہر معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی قرآن میں ماہر ہو وہ ان فرشتوں کے ساتھ ہے جو معزز اور بزرگی والے ہیں اور جو قرآن مجید اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اسے پڑھنے میں دشواری پیش آتی ہے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔(مسلم:798، بخاری:4937، ترمذی:2904) (مسلم:1862) ﴿3﴾ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کے لیے فرشتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رات کے وقت وہ سورہ بقرہ کی تلاوت کررہے تھے اوران کا گھوڑا ان کے پاس ہی بندھا ہوا تھا۔اتنے میں ایک گھوڑا بدکنے لگا تو انہوں نے تلاوت بند کردی تو گھوڑا بھی رک گیا۔پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔اس مرتبہ بھی جب انہوں نے تلاوت بند کی تو گھوڑا بھی خاموش ہوگیا۔تیسری بار جب تلاوت شروع کی تو پھر گھوڑا بدکا ۔ان کے بیٹے یحیٰی چونکہ گھوڑے کے قریب ہی تھے اس لیے اس ڈر سے کہ کہیں انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے انہوں نے تلاوت بند کردی اور بچے کو وہاں سے ہٹادیا پھر اوپر نظر اٹھائی تو کچھ نہ دکھائی دیا۔صبح کے وقت یہ واقعہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن حضیر!تم پڑھتے رہتے تلاوت بند نہ کرتے (تو بہتر تھا)انہوں نے عرض کیا:یارسول اللہ! مجھے ڈر لگا کہ کہیں گھوڑا میرے بچے یحیٰی کو کچل نہ ڈالے،وہ اس سے بہت قریب تھا۔میں نے سر اوپر اٹھایا اور پھر یحیٰی کی طرف گیا۔پھر میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو ایک چھتری سی نظر آئی جس میں روشن چراغ تھے۔پھر جب میں دوبارہ باہر آیا تو میں نے اسے نہیں دیکھا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تمہیں معلوم بھی ہے وہ کیا چیز تھی؟اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نہیں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے تمہاری آواز سننے کے لئے قریب ہورہے تھے اگر تم رات بھر پڑھتے رہتے تو صبح تک اور لوگ بھی انہیں دیکھتے،وہ لوگوں سے چھپتے نہیں۔(بخاری:5018)﴿4﴾ صاحب قرآن کے حق میں رشک جائز ہے۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔رشک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہوسکتا ہے ،ایک تو اس پر جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا اور وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں کھڑا ہوکر نماز پڑھتا رہا اور دوسرا آدمی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسے محتاجوں پر رات دن خیرات کرتا رہا۔(بخاری:5025)﴿5﴾ قرآن مجید کے ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا اجر ملتا ہے۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے الٓمٓ سے مراد ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف،لام ایک حرف اور میم ایک حرف۔''

سوال 7:امت پر قرآن مجید کے سلسلے میں کس چیز کا اہتمام کرنا ضروری ہے؟

جواب:امت پر قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑنا،اس کا حق ادا کرنا اور اس کی پیروی کرنا لازم ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے:﴿1﴾﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ اور یہ ایک بابرکت کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔(الانعام:155)﴿2﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ کے بارے میں وصیت فرمائی ہے۔سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پکڑے رکھو اور اس کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کی خوب رغبت دلائی۔(مسلم:6228) کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنے سے مراد ہے:﴿i﴾ دن اور رات کے حصوں میں اس کی تلاوت کرنا۔﴿ii﴾ قرآن مجید کو اپنی زبان میں سمجھنے اور اس کے مفہوم کو اسی طرح سے سمجھنے کے لیے جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنا۔﴿iii﴾ قرآن مجید کی آیات میں غور وفکر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنا۔﴿iv﴾ قرآن مجید کوحفظ کرنا۔﴿v﴾ قرآن مجید کی حلال کردہ چیزوں کوحلال،حرام کردہ چیزوں کوحرام سمجھنااوراس کے احکامات پرعمل کرنا۔﴿vi﴾ قرآن مجید کی وعیدوالی آیات سے خوف کھانا۔﴿vii﴾ قرآن مجید کے واقعات سے نصیحت حاصل کرنا۔﴿viii﴾ قرآن مجید کی مثالوں سے عبرت پکڑنا۔﴿ix﴾ قرآن مجید کی محکم آیات پرعمل کرنااورمتشابہ پرسرجھکادینا۔﴿x﴾ قرآن مجید کی مقررکردہ حدود کے اندر رہنا۔﴿xi﴾ دین میں غلوکرنے والوں کا ساتھ نہ دینا بلکہ دین کا دفاع کرنا۔﴿xii﴾ قرآن مجید کی دعوت دینا۔﴿xiii﴾ قرآن مجید کی تعلیم دینااوراس کی تعلیم کے لیے اہتمام کرنا۔

سوال8: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ ''پھرتم میں سے جوکوئی اس مہینے کو پائے تو چاہئے کہ وہ اس کے روزے رکھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ﴾ پھرتم میں سے جوکوئی اس مہینے کو پائے۔﴿2﴾﴿فَلْيَصُمْهُ﴾'' تو چاہئے کہ اس کے روزے رکھے'' روزہ رکھنا واجب ہے۔اس آیت میں فرض کردیا گیا کہ جوکوئی رمضان کو پائے کہ وہ صحت مندہواورمسافرنہ ہوتو رمضان کے روزے رکھے۔جب رمضان کا چاندنظرآئے ،کوئی اپنے گھرپرہو،صحت مندہوتواس پرروزے رکھنا واجب ہے۔اسلام کے ابتدائی دورمیں لوگوں کوروزے چھوڑنے کی اجازت تھی۔اس آیت سے وہ اجازت منسوخ ہوگئی۔

سوال9: ﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ ''اورجوکوئی مریض ہو یاسفرمیں ہوتو دوسرے دنوں سے شمارکرکے تعداد پوری کرنا ہے'' مریض اورمسافر کے لیے روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مریض اورمسافرکوروزہ چھوڑنے کی اجازت دی گئی۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے مریض اورمسافرکوہدایت دی ہے کہ وہ روزوں کی تعداددوسرے دنوں میں پوری کرلیں جب مریض صحت مندہوجائے اورمسافرواپس آجائے۔

سوال10: شریعت ایمان والوں پرکوئی غیرفطری پابندی عائدنہیں کرتی،وضاحت کریں؟

جواب: شریعت ایمان والوں پرکوئی غیرفطری پابندی عائدنہیں کرتی مثلاً﴿1﴾ روزہ میں دن کے اوقات میں ازدواجی تعلق ممنوع ہے لیکن رات کے اوقات میں اجازت ہے۔﴿2﴾ سحروافطارکاوقت جاننے کے لیے کسی مخصوص وقت کا پابندبنانے کی بجائے عام افق کے مشاہدے کوبنیادقراردیا گیاہے۔﴿3﴾ بیماری اورسفرمیں قضا کرنے کا راستہ کھول دیا گیاہے۔

سوال11: ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اورتم لوگوں کے ساتھ دشواری کا ارادہ نہیں رکھتااورتاکہ تم شمارکی ہوئی مدت پوری کرسکواورتاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرواس پرکہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اورتاکہ تم شکرادا کرو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ رمضان میں عذرشرعی کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکنے والوں کے لیے قضا کا راستہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آسانی ہے اسی لیے فرمایا کہ وہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے دشواری کا رادہ نہیں رکھتا۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ نے سفر میں کبھی روزہ رکھا ہے اور کبھی نہیں رکھا۔ ﴿3﴾ ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ﴾ ''اور تا کہ تم شمار کی ہوئی مدت پوری کرسکو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آسانی ہے کہ روزوں کی تعداد رمضان کے دوسرے دنوں میں پوری کی جاسکتی ہے۔ ﴿4﴾ ﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ﴾ ''اور تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو'' (الف) یعنی عبادات کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔ (ب) اس حکم میں رمضان کے اختتام پر شوال کا چاند دیکھ کر خطبہ عید تک کہی جانے والی تکبیریں شامل ہیں۔ (ج) اس بات پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کریں کہ اس نے تمہیں اپنی شریعت اور سنت اور دین کے احکامات کی طرف ہدایت دی۔ ﴿5﴾ ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ '' تا کہ تم شکر ادا کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر اور فرائض کی طرف راہ نمائی پر اور تا کہ تم اس کی نعمتوں پر اور احسانات پر شکر ادا کرو۔

سوال 12: قرآن حکیم جیسی نعمت کی شکر گزاری کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

جواب: قرآن حکیم جیسی نعمت کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ جانیں، اسے سمجھیں، اس پر خود چلیں اور دنیا کو چلائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمالے۔

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (186)﴾

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ہی ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔'' (186)

سوال 1: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ﴾ ''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں'' دعا کی بات یہاں پر کس حوالے سے آئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایک اعرابی نے پوچھا تھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہمارا رب قریب ہے؟ اگر قریب ہے تو ہم اس سے سرگوشیاں کرلیں۔ اگر دور ہو تو ہم اونچی آوازوں سے پکاریں؟ نبی ﷺ خاموش رہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر) (ابن ابی حاتم) ﴿2﴾ ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ﴾ ''اور جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں'' اللہ تعالیٰ ہم سے قریب ہے کیونکہ وہ ہمارے دلوں کے راز جانتا ہے، وہ ہماری نگہبانی کرتا ہے، وہ نگاہوں کی خیانت کو جانتا ہے۔

سوال 2: روزے اور دعا کا کیا تعلق ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ رمضان کے مہینے میں کثرت سے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ ﴿2﴾ جیسے روزہ اہم عبادت ہے اور ایک تربیتی عمل ہے ایسے ہی دعا بھی تربیت کا اہم ذریعہ ہے۔ مسند طیالسی میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما افطار کے وقت اپنے تمام بال بچوں کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے اس لیے کہ روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:260/1) نبی ﷺ نے فرمایا: اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ ''دعا عبادت کا مغز ہے''۔ (جامع ترمذی:3371) اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ''دعا ہی عبادت ہے۔ (جامع ترمذی:3372) ﴿3﴾ دعا اللہ تعالیٰ کی توحید سے عبارت ہوتی ہے اور توحید اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ ﴿4﴾ دعا گناہوں سے توبہ کا ذریعہ ہے۔ گناہ گار توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے اور توبہ ہدایت کا ذریعہ ہے۔ دعا ہدایت کا ذریعہ ہے اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾ اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔ (مومن:60) ﴿5﴾ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: بندہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ بلند کر کے دعا مانگتا ہے تو وہ ارحم الراحمین اس کے ہاتھوں کو خالی پھیرتے ہوئے شرماتا ہے۔ (مسند احمد) ﴿6﴾ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: دعا ہی تو عبادت ہے۔ تمہارا رب فرماتا ہے: مجھے پکارو، میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔ (ابی داؤد:1479) ﴿7﴾ جب کوئی مسلمان دعا کرتا ہے جس میں گناہ یا قطع رحمی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا کرتا ہے: دعا کے مطابق اس کی خواہش پوری کر دی جاتی ہے یا اللہ تعالیٰ اس دعا کو آخرت کے لیے ذخیرۂ اجر بنا دیتا ہے یا دعا کے برابر اس سے کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے'' صحابہ نے عرض کیا: پھر تو ہم کثرت سے دعائیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی بہت زیادہ اور بے پایاں ہے۔ (مسند احمد:18/3)

سوال 3: ﴿اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ ''میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سے براہ راست دعا مانگیں اس لیے کہ: اللہ تعالیٰ قریب ہے، پکار کو سنتا ہے اور پکار کا جواب بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی دعا رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنے علم سے، انعامات سے، اور دعاؤں کو قبول کرنے کے اعتبار سے بندوں کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کو دعائیں سننے سے کوئی چیز نہیں روکتی۔ اللہ تعالیٰ دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے دعائیں مانگنے کی طرف رغبت دلائی ہے۔ ﴿4﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: جب بندہ اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے دونوں ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خالی ہاتھ پھیرنے سے شرماتا ہے۔ (ابن ماجہ) ﴿5﴾ جو کوئی دل کی حاضری کے ساتھ اپنے رب سے مشروع دعا کرتا ہے اور وہ طریقے اختیار کرتا ہے جس سے دعائیں قبول ہوتی ہیں مثلاً ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور دعا کی قبولیت میں کوئی مانع نہ ہو مثلاً حرام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کھانا تو اللہ تعالیٰ نے ایسی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ﴿6﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی الادب المفرد میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان دعا کرتا ہے جس میں گناہ یا قطع رحمی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا کرتا ہے: دعا کے مطابق اس کی خواہش پوری کر دی جاتی ہے یا اللہ تعالیٰ اس دعا کو آخرت کے لیے ذخیرۂ اجر بنا دیتا ہے یا دعا کے برابر اس سے کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے۔

سوال 4: دعا مانگنے کے آداب کیا ہیں؟

جواب: دعا مانگتے ہوئے مندرجہ ذیل آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ مانگا جائے۔ ﴿2﴾ دعا کے شروع اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہئے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہئے، یہ قبولیت کا اصل اور قریب ترین سبب ہے۔ ﴿4﴾ دعا مانگتے ہوئے قبولیت کا مکمل یقین رکھنا چاہئے۔ ﴿5﴾ دعا پوری رغبت، توجہ اور یک سوئی کے ساتھ کرنی چاہئے۔ ﴿6﴾ دعا میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ ﴿7﴾ دعا مانگتے ہوئے آواز پست رکھنی چاہئے۔ ﴿8﴾ دعا میں تصنع اور قافیہ بندی نہیں کرنی چاہئے۔ ﴿9﴾ اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کرنی چاہئے۔ ﴿10﴾ دل کو حاضر رکھنا چاہئے۔ ﴿11﴾ دعا کو تین تین بار دہرانا چاہئے۔ ﴿12﴾ قبلہ رو ہو کر بیٹھنا چاہیے۔ ﴿13﴾ دعا میں ہاتھ بلند کرنے چاہئیں۔ ﴿14﴾ دعا مانگنے والے کا رزق حلال ہونا چاہئے۔ ﴿15﴾ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے حوالے سے دعا کرنی چاہئے۔ ﴿16﴾ قطع رحمی یا گناہ کی دعا نہیں مانگنی چاہئے۔ ﴿17﴾ دعا دلجمعی اور دو ٹوک الفاظ میں کرنی چاہئے۔ ﴿18﴾ دعا مانگنے سے پہلے اپنے گناہوں کا اعتراف اور اظہار ندامت کرنا چاہئے۔ ﴿19﴾ اپنے نیک کاموں کو وسیلہ بنا کر مانگنا چاہئے۔

سوال 5: ﴿فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ ”پھر ان کو چاہئے کہ میری بات کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پا جائیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي﴾ ”پھر ان کو چاہیے کہ میری بات کو قبول کریں“ لہٰذا لوگوں کو مجھ سے دعا کرنی چاہئے یعنی اپنی ضروریات اور حاجتوں کو پورا کرنے کے لیے مجھ سے مطالبہ کرنا چاہیے۔ ﴿2﴾ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ انہیں جو حکم دیا گیا اسے پورا کرنا چاہیے اور جس سے روکا گیا اس سے رکنا چاہیے۔ ﴿3﴾ ﴿وَلْيُؤْمِنُوا بِي﴾ ”اور مجھ پر ایمان لائیں“ اور لازم ہے کہ وہ مجھ پر یقین رکھیں یعنی میرے وجود پر، اسماء حسنیٰ پر، صفات عالیہ پر، میرے قریب ہونے اور دعاؤں کے قبول کرنے پر۔ ﴿4﴾ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ ”تا کہ وہ ہدایت پا جائیں“ رشد سے مراد استقامت ہے۔ (فتح القدیر: 235/1) ﴿5﴾ تا کہ وہ ہدایت پائیں یعنی حق پر قائم ہو جائیں۔ (تفسیر بیضاوی: 467/1) ﴿6﴾ تا کہ وہ گمراہی سے ہدایت پا جائیں۔ (تفسیر سمرقندی: 124) ﴿7﴾ رب العزت کا فرمان ہے: لوگوں کو مجھ سے دعائیں مانگنی چاہئیں اور مجھ پر یقین رکھنا چاہئے تا کہ ہدایت پائیں۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہدایت کے لیے جیسے رب پر یقین ضروری ہے ایسے ہی دعا مانگنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ضروری ہے۔﴿8﴾یعنی ان کووہ رشدعطاہوگی جوایمان اوراعمال صالحہ اختیارکرنے کا نام ہے اوران سے وہ گمراہی زائل ہوجائے گی جوایمان اوراعمال صالحہ کے منافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پرایمان لانااوراس کے احکام کی اطاعت کرناحصول علم کا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوٓا إِنْ تَتَّقُوا اللهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾اے لوگو جوایمان لائے ہو!اگرتم اللہ تعالیٰ سے ڈروگے تو وہ تمہارے لیے حق اور باطل میں فرق کرنے والی قوت بنادے گا اورتمہاری برائیاں تم سے دورکردے گا،اورتمہیں بخش دے گا،اوراللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔(الانفال:29)

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ اٰيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ(187)﴾

''تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا حلال کردیا گیا۔وہ تمہارے لیے لباس ہیں اورتم ان کے لیے لباس ہو۔اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ یقیناً تم اپنی جانوں سے خیانت کررہے تھے۔ پھراس نے تم پرتوجہ فرمائی اورتم سے درگزرکیا۔پھراب تم ان عورتوں سے مباشرت کرواوراللہ تعالیٰ نے جوتمہارے لئے لکھ دیا ہے اسے تلاش کرواورکھاؤاورپیو یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ ظاہر ہوجائے۔پھررات تک روزوں کو پورا کرواور جب تم مساجد میں اعتکاف کرنے والے ہوتوان عورتوں سے مباشرت نہ کرو۔یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں توان کے قریب نہ جاؤ۔اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ (اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے) بچیں۔''(187)

سوال1:﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ﴾''تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا حلال کردیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا حلال کردیا گیا''﴿1﴾روزوں کے فرض کیے جانے کے بعد مسلمانوں پررات کے وقت سوجانے کے بعد کھانا،پینااورجماع وغیرہ حرام تھا۔بعض اصحاب کے لیے یہ چیز مشقت کا باعث ہوئی،چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف فرمادی اوررمضان کی راتوں میں ان کے لیے کھانا،پینااورجماع مباح قراردے دیا۔(تفسیرسعدی:230/1)﴿2﴾روزہ ایسی عبادت ہے جس میں انسان دن میں کھانے پینے اورمباشرت سے پرہیزکرتا ہے۔رات کے وقت جہاں کھانے پینے کی اجازت دی گئی وہاں یہ بھی واضح کردیا گیا کہ رمضان کی راتوں میں بیویوں سے صحبت کرنا حلال ہے۔

سوال2:﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اورتم ان کے لیے لباس ہو''مرداورعورت کواللہ تعالیٰ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا۔ دونوں کیسے لباس ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو'' لباس زینت، وقار، حفاظت اور عزت کے لیے ہوتا ہے۔ اس رشتے میں بھی ایک دوسرے کے رازوں کی حفاظت ہونی چاہئے۔ بیوی کو شوہر کے مال، اس کی عزت اور گھر کے تمام کاموں میں شوہر کے حقوق کی حفاظت امانت سمجھ کر کرنی چاہئے۔ شوہر بیوی کو مال، جان اور عزت کا تحفظ فراہم کرے۔ اس حفاظت میں ہی ایک دوسرے کی عزت ہے اور اسی کی وجہ سے شوہر اور بیوی کی معاشرے میں عزت ہے۔ ﴿2﴾ شوہر اور بیوی کے درمیان باہمی اعتماد اور محبت کی فضا اس رشتے کو باوقار بناتی ہے۔ ﴿3﴾ شوہر اور بیوی کے درمیان معاملات میں نرمی اور شگفتگی اس رشتے کو زینت دیتی ہے۔

سوال 3: روزے کے بارے میں کن غلط فہمیوں کی وضاحت کی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ عربوں میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ مرد اور عورت کا تعلق روزوں میں ناجائز ہے۔ رات میں اس تعلق کی اجازت دی گئی کہ اسے برا فعل سمجھتے ہوئے نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے دل کی پاکیزگی کے ساتھ کرو۔ ﴿2﴾ دوسری غلط فہمی یہ تھی کہ جنابت کی حالت میں روزہ نہیں رکھ سکتے۔ بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق فجر تک اجازت ہے۔ ﴿3﴾ تیسری یہ غلط فہمی تھی کہ عشاء کی نماز کے بعد کھانا پینا حرام ہے تو اس کے لیے روزے کی حد طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک مقرر کر دی گئی۔ ﴿4﴾ چوتھی غلط فہمی یہ تھی کہ وصال کے روزے جائز ہیں تو بغیر کھائے پیئے کئی دن کے روزے (وصال) سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

سوال 4: ﴿عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ یقیناً تم اپنی جانوں سے خیانت کر رہے تھے۔ پھر اس نے تم پر توجہ فرمائی اور تم سے درگزر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ امام بخاری نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد لوگ پورا رمضان اپنی بیویوں کے قریب نہیں جاتے تھے، لیکن بعض لوگ خیانت کرتے تھے یعنی جماع کر لیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت (علم اللہ انکم کنتم تختانون) نازل فرمائی اور رمضان کی راتوں میں جماع کرنا جائز ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایسی غلطی ہو گئی تھی۔ (صحیح بخاری: 4508) ﴿2﴾ آیت کے اس حصے میں واضح کیا گیا کہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ روزوں میں مرد اور عورت کا تعلق ناجائز ہے جب کہ شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے سے آرام پہنچتا ہے اور آپس میں ملتے جلتے، اٹھتے بیٹھتے جب ایک دوسرے سے بچنا ممکن نہیں رہتا تو اپنے اندر خیانت پاتے ہو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تم سے درگزر کیا۔

سوال 5: ﴿فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''پھر اب تم ان عورتوں سے مباشرت کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لیے لکھ دیا ہے اسے تلاش کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''پھر اب تم ان عورتوں سے مباشرت کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لیے لکھ دیا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسے تلاش کرو'اس آیت میں دو چیزوں کی اجازت دی گئی۔(الف)بیویوں سے صحبت کی۔(ب)بیویوں سے اولاد حاصل کرنے کی۔اب تمہیں ان سے ملنے اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی نعمت کو تلاش کرنے کی اجازت ہے۔

سوال6:﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ﴾''اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری(رات کی)سیاہ دھاری سے الگ ظاہر ہو جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ!(آیت میں)الخیط الابیض اور الخیط الاسود سے کیا مراد ہے،کیا ان سے مراد دو دھاگے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری کھوپڑی پھر تو بڑی لمبی چوڑی ہوگی اگر تم نے رات کو دو دھاگے دیکھے ہیں۔پھر فرمایا کہ ان سے مراد رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے۔(صحیح بخاری:4510)﴿2﴾سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ ﴾اور من الفجر کے الفاظ ابھی نازل نہیں ہوئے تھے تو کئی لوگ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگا باندھ لیتے اور پھر جب تک وہ دونوں دھاگے صاف دکھائی دینے نہ لگ جاتے برابر کھاتے پیتے رہتے پھر اللہ تعالیٰ نے من الفجر کے الفاظ اتارے تب ان کو معلوم ہوا کہ کالے دھاگے سے رات اور سفید دھاگے سے دن مراد ہے۔(صحیح بخاری:4511)﴿3﴾آیت کے اس حصے میں سحری کے آخری وقت کے بارے میں وضاحت کی گئی کہ کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفیدی رات کی سیاہی سے ممتاز ہو جائے۔﴿4﴾یہاں رات کی سیاہی کو سیاہ دھاگے اور دن کی سفیدی کو سفید دھاگے سے تشبیہ دی گئی ہے۔﴿5﴾اس میں اس امر کے جواز کی بھی دلیل ہے کہ اگر جماع کی وجہ سے حالت جنابت میں انتہائے سحر ہو جائے اور وہ غسل نہ کر سکا ہو تو اس کا روزہ صحیح ہے۔اس لیے کہ طلوع فجر تک جماع کی اباحت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جب فجر ہوگی تو وہ اس وقت جنبی ہوگا اور حق کو لازم کرنے والا امر بھی حق ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:231/1)

سوال7:﴿ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ﴾''پھر رات تک روزوں کو پورا کرو'رات تک روزہ پورا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:''پھر رات تک روزوں کو پورا کرو'جہاں رات کی حد شروع ہوتی ہے وہاں روزے کی حد ختم ہو جاتی ہے۔رات کی سرحد غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے۔

سوال8:سحری اور افطاری کے بارے میں نبی ﷺ کی تعلیمات کیا ہیں؟

جواب:﴿1﴾سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''سحری کھایا کرو اس میں برکت ہے۔''(صحیح بخاری:1923)﴿2﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تم میں سے کوئی شخص(سحری کھا رہا ہو اور)اذان کی آواز سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اسے فوراً نہ چھوڑ دے بلکہ اپنی ضرورت پوری کر لے۔''(سنن ابی داؤد:2350)﴿3﴾سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور آپ ﷺ روزے سے تھے۔سورج کے ڈوبتے ہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دی کہ لاؤ ہمارا شربت۔ بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ابھی تو دن چمک رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لاؤ ہمارا شربت۔ آپ ﷺ نے روزہ افطار کیا، پھر فرمایا: جب رات کی سیاہی مشرق سے اٹھنے لگے تو روزے کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد: 2352) ﴿4﴾ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے لوگوں میں اس وقت تک خیر باقی رہے گا جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔'' (صحیح بخاری: 1957) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ مجھے سب سے زیادہ پیارے وہ بندے ہیں جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنے والے ہیں۔ (مسند احمد)

سوال 9: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ ''اور جب تم مساجد میں اعتکاف کرنے والے ہو تو ان عورتوں سے مباشرت نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اعتکاف رمضان المبارک کی خصوصی عبادت ہے۔ اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے کے لیے برائے عبادت مسجد میں رہنا اعتکاف کہلاتا ہے۔ (منہاج المسلم: 446) ﴿2﴾ اعتکاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان رمضان کے آخری دس دن مسجد میں رہے جن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے مختص کردے۔ اعتکاف کی حالت میں انسان اپنی انسانی ضروریات کے لیے مسجد سے باہر جاسکتا ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو شہوانی لذتوں سے روکے رکھے۔ ﴿3﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم اس کے بارے میں ہے جو رمضان یا غیر رمضان میں اعتکاف کرے۔ ایسے شخص کو دن ہو یا رات بیویوں سے صحبت کی اجازت نہیں جب تک کہ اعتکاف پورا نہ ہوجائے۔ ﴿4﴾ اعتکاف صرف مساجد میں ہی کیا جاسکتا ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ اور جب تم مسجد میں اعتکاف کرنے والے ہو۔ (البقرۃ: 187) امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں علماء کا اجماع ہے کہ اعتکاف صرف مساجد میں ہوتا ہے۔ (تفسیر الرازی: 5/197) ﴿5﴾ نافع کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے مسجد نبوی میں وہ جگہ دکھلائی جہاں رسول اللہ ﷺ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ (ابوداؤد: 2465، ابن ماجہ: 1773) ﴿6﴾ نبی ﷺ پابندی سے اعتکاف کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ رمضان میں اعتکاف نہ بیٹھ سکے تو شوال میں اعتکاف کیا۔ (بخاری: 2044) ﴿7﴾ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ اپنی وفات تک برابر رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔ (بخاری: 2026، مسلم: 2782) ﴿8﴾ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری دن رات مسجد کے ایک گوشے میں گزارتے تھے۔ عام معمولات اور تعلقات ختم کردیتے تھے۔ وفات تک اعتکاف میں بیٹھنا آپ ﷺ کا معمول رہا۔ آپ ﷺ نے اس کی اتنی پابندی کی کہ جب ایک بار رمضان میں نہیں بیٹھ سکے تو شوال کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کے لئے جس کا گھر مسجد ہے خوشی، رحمت اور پل صراط سے گزر کر اپنی رضا یعنی جنت کی ضمانت دی ہے۔'' (معجم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الطبرانی،مسند بزار،منہاج المسلم:446)

سوال10: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُاللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں تو ان کے قریب نہ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿تِلْكَ حُدُوْدُاللّٰهِ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جنہیں اس نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ یعنی نافرمانی کے کنارے کنارے نہ گھومنا۔سلامتی اس میں ہے کہ انسان گناہوں کی سرحد سے دور رہے کہ کہیں بھولے سے اس کے پار نہ چلا جائے۔

سوال11: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ (اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے) بچیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سارے احکامات واضح کر کے بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ متقی بن جائیں۔ہدایت اور اطاعت کو پہچان لیں کیونکہ بعض اوقات انسان حرام فعل کا ارتکاب اس وجہ سے کر بیٹھتے ہیں کہ اس کا علم نہیں رکھتے تو اللہ تعالیٰ نے آیات کو کھول کھول کر بیان کر دیا۔اب ان کے پاس کوئی حجت نہیں رہی۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ تاکہ وہ متقی بن جائیں یعنی تقویٰ ان سے مطلوب ہے اور آیات کی وضاحت نے تقویٰ اختیار کرنے کا سبب پیدا کر دیا۔

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(188)﴾

''اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ ان کو حاکموں کی طرف کھینچ لے جاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کوئی حصّہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ اس حال میں کہ تم سب جانتے ہو۔''(188)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جس پر کسی اور کا مال ہے اور اس حق دار کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو یہ شخص اس کا انکار کر جائے اور حاکم کے پاس جا کر بری ہو جائے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ اس پر اس کا حق ہے اور وہ اس کا مال مار رہا ہے اور حرام کھا رہا ہے اور اپنے تئیں گنہگاروں میں کر رہا ہے۔(ابن کثیر:266)

سوال2: ﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ''اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا﴾ اور تم نہ کھاؤ یعنی نہ لو۔ ﴿2﴾ ﴿اَمْوَالَكُمْ﴾ ''اپنے مال'' اس سے مراد ہے دوسروں کے مال۔ ﴿3﴾ دوسروں کے مال کو اپنا اس لیے کہا کہ مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرنا چاہئے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔دوسرے اگر وہ آج اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھائی کا مال کھا رہا ہے تو جب اس کو قدرت ہوگی تو وہ اس کا مال کھالے گا۔﴿4﴾مال کھانے کے دو طریقے ہیں: حق کے ساتھ کھانا یا باطل کے ساتھ کھانا۔ یہاں رب العزت نے دوسرے کے مال کھانے کو باطل قرار دیا ہے کیونکہ حق نہیں ہے۔﴿5﴾اور باطل طریقوں سے مال جن ناجائز طریقوں سے کھائے جاتے ہیں ان میں رشوت، چوری، غصب، ڈاکہ، ناحق دغابازی اور حیلہ سازی وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں وہ معاوضہ بھی شامل ہے جو حرام ہے جیسے سودی لین دین اور جوئے سے حاصل شدہ مال وغیرہ۔﴿6﴾یہ حکم ان لوگوں کے معاملے میں دیا گیا ہے جن کے پاس کسی کا کوئی حق ہو اور حق والے کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہ ہو۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی شخص عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ کروالے تو یہ ظلم ہے۔ کسی عدالت کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کرواسکتا۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم ہے۔﴿7﴾اسی طرح خرید وفروخت اور اجارہ میں دھوکہ اور ملاوٹ کے ذریعے حاصل کیا ہوا مال بھی شامل ہے۔﴿8﴾اسی طرح مزدوروں کا کسی کام کی اجرت لینا اور اس کے بدلے میں پورا کام نہ کرنا بھی حرام کھانا ہے۔﴿9﴾اس حرام کھانے میں ان لوگوں کا زکوۃ، صدقات، اوقاف اور وصیتوں کا مال کھانا بھی داخل ہے جو اس مال کے مستحق نہیں یا وہ مستحق تھے مگر اپنے حق سے زیادہ مال وصول کیا۔﴿10﴾عبادات اور تقرب الٰہی کے کاموں پر اجرت لینا جو اس وقت تک صحیح نہیں ہوتے جب تک ان میں صرف رضائے الٰہی مقصود نہ ہو، باطل طریقے سے مال کھانے میں داخل ہے۔(تفسیر سعدی:233/1)

سوال3: روزے کے حکم کے فوراً بعد یہ حکم کہ ﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ ''اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ'' کیا اہمیت رکھتا ہے؟

جواب: یہ حکم بتاتا ہے کہ روزے کی حقیقت کیا ہے۔ روزے کا اصل مقصد انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرنا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکنے کا حکم ہو وہاں انسان رک جائے، رکنے کا حکم ہو تو جائز چیز سے بھی رک جائے۔ جو انسان اللہ تعالیٰ کے حکم پر حلال کمائی تک سے رک جائے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بناء پر حرام کمائی سے خود کو کیوں نہ روکے گا۔

سوال4: ﴿وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ''اور نہ ان کو حاکموں تک کھینچ لے جاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کوئی حصّہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ اس حال میں کہ تم سب جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ﴾ ''اور نہ ان کو حاکموں تک کھینچ لے جاؤ'' اگر مال کے بارے میں جھگڑا عدالت میں چلا جائے۔ ﴿2﴾﴿لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ﴾ ''کہ لوگوں کے مال کا کوئی حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ'' اور وہ فریق جو باطل طریقے سے مال کھانا چاہتا ہے کوئی ایسی دلیل پیش کرے جو اصل حق دار پر غالب آجائے اور حاکم اس کے مطابق فیصلہ کردے تو عدالتی فیصلے کے باوجود وہ باطل ہی رہے گا اس لیے کہ کسی حاکم کا فیصلہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کرسکتا۔﴿3﴾﴿وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ''اس حال میں کہ تم سب جانتے ہو'' اگر وکیل کو پتہ چل جائے کہ موکل دعوے میں جھوٹا ہے تو اس خائن کے لیے وکالت کرنا جائز نہیں۔ رب العزت نے فرمایا:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا﴾ اور آپ خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والے نہ ہوں۔(النساء:105)﴿4﴾ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں انسان ہوں میرے پاس لوگ جھگڑا لے کر آتے ہیں شاید ایک دوسرے سے زیادہ حجت باز ہو اور میں اس کی چکنی چپڑی تقریر سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (حالانکہ درحقیقت میرا فیصلہ واقعہ کے خلاف ہو) تو سمجھ لو کہ جس کے حق میں اس طرح کے فیصلہ سے کسی مسلمان کے حق کو میں دلواؤں وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے خواہ اٹھالے خواہ نہ اٹھائے۔(ترمذی:1339)

رکوع نمبر 8

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(189)﴾

''وہ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لئے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں اور نیکی یہ نہیں کہ تم گھروں میں ان کے پیچھے سے آؤ بلکہ نیکی اس کی ہے جو ڈرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''(189)

سوال 1: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ﴾ ''وہ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور سیدنا ثولبہ بن عنمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ چاند چھوٹا بڑا کیسے ہو جاتا ہے؟ اول باریک دھاگے کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے پھر بڑھتے بڑھتے بڑا ہو جاتا ہے اور گول ہو جاتا ہے پھر گھٹتے گھٹتے باریک ہو جاتا ہے۔ اور شروع میں جیسا تھا ویسا ہی آخر میں ہو جاتا ہے ان کے سوال پر آیت بالا نازل ہوئی۔(الدر المنثور:203/1)

سوال 2: عربوں نے (الْاَهِلَّةِ) نئے چاند کے بارے میں سوال کیوں کیا؟

جواب: اہل عرب چاند کے بارے میں دوسری قوموں کی طرح توہمات میں مبتلا تھے مثلاً ﴿1﴾ بڑھتے چاند کے دن مبارک ہیں۔ ﴿2﴾ گھٹتے چاند کے دن منحوس ہیں۔ ﴿3﴾ بعض تاریخیں سعید ہیں۔(شادی کے لیے، کاروبار کے لیے) ﴿4﴾ بعض تاریخیں منحوس ہیں۔ (شادی کے لیے، کاروبار کے لیے) ﴿5﴾ چاند کے نکلنے اور ڈوبنے، اس کی حرکت اور اس کے گہن کے بارے میں یہ تصور تھا کہ اس کا اثر انسانی قسمتوں پر پڑتا ہے۔ ان ہی چیزوں کی حقیقت نبی ﷺ سے دریافت کی گئی۔

سوال 3: ﴿قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ ''آپ کہہ دیں وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ﴾ ''آپ کہہ دیں وہ لوگوں کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے یہ نظام تخلیق کیا ہے۔ مہینے کے آغاز میں چاند باریک ہوتا ہے۔ مہینے کی درمیان تک مکمل ہو جاتا ہے پھر گھٹتا جاتا ہے اسی طرح یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ﴿2﴾ چاند کے گھٹنے بڑھنے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کے ذریعے عبادات کے اوقات یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے اوقات جان لیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے ہلال کے اوقات بتائے ہیں لہٰذا چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر ہی چھوڑ دو۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن پورے کرلو۔ (حاکم) ﴿4﴾ چاند کے ذریعے مقررہ مدت پر ادا کئے جانے والے قرض، عدت طلاق، وفات، حمل کی مدت اور اجارات کے اوقات معلوم کئے جاتے ہیں جو سب کی ضرورت ہیں۔ ﴿5﴾ ﴿وَالْحَجِّ﴾ ''اور حج کے لئے'' چونکہ حج خاص مہینوں میں ہوتا ہے اور بہت زیادہ وقت اس میں صرف ہوتا ہے اس لئے خصوصی طور پر اس کا ذکر کیا۔ یعنی چاند کے ذریعے حج کے مہینوں کا علم ہو۔

سوال 4: چاند کے متعلق سوال کے جواب میں خصوصی طور پر یہاں حج کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: چاند کے متعلق سوال کے جواب میں خصوصی طور پر حج کا ذکر یہاں اس لیے کیا گیا کہ عربوں کی مذہبی، معاشی اور معاشرتی زندگی میں حج کی اہمیت سب سے بڑھ کر تھی۔ ہر سال کے چار ماہ حج اور عمرے کے لیے مخصوص تھے۔ ان مہینوں میں لڑائیاں بند رہتی تھیں، راستے محفوظ ہوتے تھے اور کاروبار چمکتے تھے۔

سوال 5: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا﴾ ''اور نیکی یہ نہیں کہ تم گھروں میں ان کے پیچھے سے آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ﴾ اور نیکی یہ نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نے اس کی وضاحت اس لئے فرمائی کہ عربوں کے یہاں ان ہی ظاہری کاموں کو نیکی سمجھا جاتا تھا۔ ﴿2﴾ ﴿بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا﴾ ''کہ تم گھروں میں ان کے پیچھے سے آؤ'' یعنی حج کا احرام باندھنے کے بعد گھر کے پچھواڑے سے داخل ہونے کو نیکی نہ سمجھو۔ یہ نیکی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مشروع نہیں کیا۔

سوال 6: عربوں کے یہاں احرام کے حوالے سے کس کام کو نیکی سمجھا جاتا تھا؟

جواب: عرب سمجھتے تھے کہ جب انسان احرام باندھ کر گھر سے آجائے تو اپنے اور آسمان کے درمیان کسی چیز کا حائل ہونا آداب احرام کے خلاف ہے۔ اس وجہ سے وہ دوبارہ دروازے سے گھر جانے کی بجائے دیوار کے اوپر سے چڑھ کر صحن میں داخل ہوتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ ''اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔''

سوال 7: ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ ''اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔ ﴿2﴾ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب لوگ جاہلیت میں احرام باندھ لیتے تو گھروں میں پیچھے کی طرف سے چھت پر چڑھ کر داخل ہوتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ''اور یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے پیچھے کی طرف سے آؤ البتہ نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔'' (صحیح بخاری: 4512) ﴿3﴾ اس آیت سے ہمیں شریعت کا قاعدہ پتہ چلتا ہے کہ تمام معاملات میں مناسب یہی ہے کہ انسان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آسان اور قریب ترین راستہ استعمال کرے جسے اس منزل تک پہنچنے کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔(تفسیر سعدی:235/1)

سوال8: ﴿ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ﴾ ''بلکہ نیکی اس کی ہے جو ڈرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا خوف اختیار کرے۔﴿1﴾ حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا خوف اختیار کرتا ہے تو اس سے نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔﴿2﴾ انسان کے دل میں داخل ہونے والا خوف نیکی کے لیے دل کے دروازے کھول دیتا ہے۔﴿3﴾ بے معنی رسمیں جن کا انسان کی خوش بختی یا بدبختی سے کوئی تعلق نہیں، نیکی نہیں ہیں۔نیکی کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔

سوال9: نیکی کیا ہے؟

جواب: نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوں کی پابندی کرے۔

سوال10: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' تقویٰ ہی اصل نیکی ہے۔﴿2﴾ ﴿ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ ''تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' تقویٰ فلاح کی ضمانت ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس کو پورا کرو، جس سے روکا ہے اس سے رک جاؤ، اس طرز عمل یعنی تقویٰ کے ساتھ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں تبدیلی کرنے سے بچو اور اس کے افعال پر اعتراض کرنے سے ڈرو۔(بخاری: 4512) تا کہ تم ہدایت اور نیکی کو پالو۔(تفسیر بیضاوی 475/1) رب العزت نے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری جانب نازل کیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا وہ اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے اس کا بڑا اجر دے گا۔(الطلاق:5)

﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (190) ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''(190)

سوال1: ﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَقَاتِلُوْا ﴾ ''اور لڑو'' مسلمانوں کو مدینہ آنے کے بعد قتال کا حکم دیا گیا جب کہ اس سے پہلے انہیں روکا گیا تھا۔﴿2﴾ ﴿ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں'' یعنی اخلاص کے ساتھ لڑو اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے سوا تمہارا کوئی اور مقصد نہ ہو۔اس میں فتنوں کے دور میں مسلمانوں کو آپس میں لڑنے کی ممانعت بھی ہے۔﴿3﴾ ﴿ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ ﴾ ''ان سے جو تم سے لڑتے ہیں'' یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے جو مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں۔ان میں بوڑھے، بچے، عورتیں، بے عقل لوگ اور راہب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شامل نہیں ہیں ۔اس سے مراد ذمہ دار لڑنے کی اہلیت رکھنے والے کافر مرد ہیں ۔﴿4﴾﴿وَلَا تَعْتَدُوْا﴾''اور زیادتی نہ کرو''یعنی عورتوں،بچوں،راہبوں،بوڑھوں اور بے عقل لوگوں جنہوں نے جنگ میں حصہ نہ لیا ہو ان کو قتل نہ کرو،مقتولین کا مثلہ نہ کرو یعنی اعضاء نہ کاٹو، جانوروں کو قتل نہ کرو،بغیر مصلحت کے درخت نہ کاٹو اور اگر کافر جزیہ دے چکے ہوں تو ان کے خلاف لڑنا بھی زیادتی ہے۔

سوال2: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: زیادتی کے کاموں سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ وہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

سوال3: جہاد کا مقصد کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جہاد کا مقصد شر کو دفع کرنا اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا ہے۔اس کے لیے قوت کا استعمال صرف ان ہی طبقوں کے خلاف ہوگا جو عملاً جنگ کریں باقی تمام انسانوں کو اس سے محفوظ رہنا چاہیے۔﴿2﴾ اسلام نے جہاد کے لیے رائج الوقت اصطلاحات کو چھوڑ کر فی سبیل اللہ کی اصطلاح وضع کی جو وحشیانہ جنگ کے تصورات سے اس کے تصور کو بالکل جدا کر دیتی ہے۔(الجہاد فی الاسلام:177) اسلام نے جو تصور دیا اس کو اس دور کے انسانوں کی عقلیں سمجھنے سے قاصر تھیں کہ جنگ نہ مال و دولت کے لیے ہوگی،نہ زمین ہتھیانے کے لیے،نہ شہرت اور ناموری کے لیے ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے ہوگی۔سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آدمی لوٹ کے لئے لڑتا ہے اور آدمی نام کے لئے لڑتا ہے اور آدمی اپنا مرتبہ دکھانے کو لڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا کون سا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اس لئے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو،وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے۔(مسلم:4919،بخاری:2810) سیدنا سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لوگ دور ہو گئے تو ان سے اہل شام میں سے ایک آدمی نے کہا:اے شیخ! آپ ہمیں ایسی حدیث بیان فرمائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:قیامت کے دن سب سے پہلے جس کا حساب لیا جائے گا وہ شہید ہوگا اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیرے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا:تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو تو اس لیے لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے۔تحقیق وہ کہا جا چکا۔پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو۔یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(مسلم:4923)﴿3﴾ اسلام کی تعلیم جنگ کو ہر قسم کے دنیاوی مقاصد سے پاک کر دیتی ہے۔اسلام میں جنگ کا مقصد عقیدے کی آزادی کی حفاظت اور اس کی دعوت و تبلیغ کے حق کی آزادی کے لیے امن و امان قائم رکھنا ہے۔نیز اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ مسلم علاقوں پر خارجی ظلم و جور کا استیصال ہوتا رہے۔(الرسول القائد:19)

سوال4: دنیا میں کن معروف مقاصد کے لیے جنگیں لڑی جاتی ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ خاندانی عزت کے لیے۔ ﴿2﴾ زمین میں اپنی برتری قائم کرنے کے لیے۔ ﴿3﴾ دولت کے حصول کے لیے۔ ﴿4﴾ منڈیوں اور خام اشیاء پر قبضے کے لیے۔ ﴿5﴾ ایک طبقے پر دوسرے طبقے کی حکمرانی کے لیے۔ ﴿6﴾ ایک نسل پر دوسری نسل کی حکومت کے لیے۔

سوال5: اس آیت میں مسلمانوں کو کن لوگوں کے ساتھ جنگ کی تاکید کی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جنہوں نے ان کے ساتھ جنگ کی۔ یہ وہ لوگ تھے جن لوگوں نے محض دینی نظریات کی وجہ سے مسلمانوں پر تشدد کیا۔ ﴿2﴾ جن لوگوں نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالا۔

سوال6: جہاد کن لوگوں کے ساتھ کیا جائے؟

جواب: ﴿1﴾ آئمہ کفر سے یعنی وہ افراد جو اپنے قائدانہ مقام کی وجہ سے اسلام کے خلاف اٹھنے والی تحریک کی قیادت کر رہے ہوں۔ ﴿وَاِنۡ نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَطَعَنُوۡا فِىۡ دِيۡنِكُمۡ فَقَاتِلُوۡۤا اَئِمَّةَ الۡكُفۡرِ ۙ اِنَّهُمۡ لَاۤ اَيۡمَانَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنۡتَهُوۡنَ﴾ اور اگر اپنے عہد کے بعد وہ اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔ بلاشبہ ان لوگوں کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، تاکہ وہ باز آجائیں۔ (التوبہ:12) ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی بندگی کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حرام کردہ کو حرام نہیں ٹھہراتے۔ ﴿4﴾ جو سچے دین کو نہیں اپناتے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ کر کسی اور کے قانون پر چلتے ہیں۔ ﴿6﴾ اسلام کے سوا کسی اور کے اقتدار اعلیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

سوال7: اسلام نے جنگ کے لیے کیا آداب مقرر کیے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی آدمی کو کسی لشکر یا سریہ کا امیر بناتے تو وصیت فرماتے: ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کے راستے میں جہاد کرو۔ جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اس سے جنگ کرو اور خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو اور مثلہ نہ کرو اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔'' (مسلم:4522) ﴿2﴾ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجا تو ان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: (الف) ''تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے آپ کو (دنیا سے) الگ کر رکھا ہے، انہیں ان کی حالت میں چھوڑ دو۔ (ب) عورت کو قتل نہ کرنا۔ (ج) بچے اور زیادہ بوڑھے کو بھی قتل نہ کرنا (د)۔ پھل دار درخت نہ کاٹنا۔ (ہ) بستی نہ اجاڑنا۔ (و) اذیت دے کر قتل نہ کرنا۔ (ز) کھیتوں اور باغوں کو خراب نہیں کرنا۔ (سوائے مصلحت جنگی کے)۔ (ح) جانوروں کو ضائع نہیں کرنا۔ (ط) خیانت نہ کرنا۔ (ی) دوران جنگ بزدلی نہ دکھانا''۔ (مؤطا امام مالک) ﴿3﴾ ایک مرتبہ ایک غزوے میں ایک عورت قتل کی ہوئی پائی گئی رسول اللہ ﷺ نے اسے بہت برا مانا اور عورتوں اور بچوں کے قتل کو منع فرما دیا۔ (ابن کثیر:269/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ (191) ﴾

''اورانہیں قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ اور انہیں بھی نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے اور تم مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو تم انہیں قتل کرو، کافروں کی ایسی ہی سزا ہے۔''(191)

سوال1: ﴿ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ ''اورانہیں قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ اور انہیں بھی نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ﴾ ''اورانہیں قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ'' اللہ تعالیٰ نے قتال کا حکم دیا ہے کہ ہر وقت ہر دور میں جہاں وہ پائے جائیں ان کے خلاف مدافعانہ اور جارحانہ جنگ جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جب تمہارے اور ان کے درمیان جنگ ہے تو انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کرو۔ ﴿2﴾ یہ کفار کے خلاف ہر وقت اور دائمی جہاد ہے یہاں تک کہ وہ کفر چھوڑ کر اسلام قبول کر لیں۔ ﴿3﴾ ﴿ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ ﴾ ''اورانہیں بھی نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مشرکین کو وہاں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے یعنی مکہ سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا حکم عادلانہ ہے۔ ﴿4﴾ ﴿ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ ''اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے'' اسلام نے فتنے یعنی شرک کو قتل سے زیادہ برا قرار دیا ہے۔ فتنہ سے مراد کفر اور شرک ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شرک قتل سے بڑھ کر ہے۔ شرک کو کسی کی زندگی ختم کر دینے سے زیادہ گھناؤنا فعل قرار دیا گیا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے دین سے روکنے کا فساد، قتل کے فساد سے زیادہ بڑا ہے۔

سوال2: ﴿ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اورتم مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو تم انہیں قتل کرو، کافروں کی ایسی ہی سزا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اورتم مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو تم انہیں قتل کرو، کافروں کی ایسی ہی سزا ہے۔ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ حرم میں جنگ نہ کرنے کا حکم اس وقت تک ہے جب تک مشرک تم سے جنگ نہ کریں۔ اگر وہ تم سے جنگ کریں تو پھر آپ بھی انہیں مارو کیونکہ کافروں کا یہی بدلہ ہے۔ یعنی حرم میں مدافعت کے لیے جنگ کا جواز ہے۔ ﴿2﴾ فقہ کا قاعدہ ہے کہ دو برائیوں میں سے ایک کو اختیار کرنا ضروری ہے تو کم تر برائی کو اختیار کیا جائے گا تاکہ بڑی برائی کا سدباب کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائے۔(تفسیر سعدی:237/1)

سوال3: مسجد حرام کے قریب جنگ کرنے سے کیوں روکا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ مسجد حرام کو دارالامان قرار دیا گیا تھا۔اسے عوام الناس کے لیے مرکز قرار دیا گیا تھا۔چونکہ جنگ کی صورت میں مرکز متاثر ہونے کا خدشہ تھا اس لیے اس کے قریب جنگ کرنے سے روکا گیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو آسمان وزمین کی پیدائش کے دن ہی سے حرام قرار دیا ہے لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی حرمت پر قیامت تک قائم ہے۔بس میرے لیے ایک دن تھوڑی ہی دیر کے لیے حلال کیا گیا تھا پھر اس کی حرمت حسب سابق لوٹ آئی لہٰذا نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ اس کی گھاس اکھیڑی جائے۔اگر کوئی میرے جہاد کی وجہ سے اس میں جواز جنگ کا قائل ہو تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی تمہیں نہیں دی۔(بخاری ومسلم)

سوال4: کیا اسلام صرف دفاعی جنگ کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: دفاعی جنگ صرف مسجد حرام کے آس پاس حرم مکہ کے ساتھ مخصوص ہے۔دوسرے مقامات میں جیسے دفاعی جہاد ضروری ہے اسی طرح ابتدائی جہاد وقتال بھی درست ہے۔(معارف القرآن:471/1)

﴿فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (192)﴾

''پھر اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔''(192)

سوال1: ﴿فَإِنِ انْتَهَوْا﴾ ''پھر اگر وہ باز آجائیں'' یہاں باز آجانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں باز آجانے سے مراد جنگ بندی ہے مگر اس صورت میں جب: ﴿1﴾ وہ مسلمانوں پر تشدد سے باز آجائیں۔ ﴿2﴾ جنگ سے باز آجائیں۔ ﴿3﴾ شرک اور کفر سے باز آجائیں۔

سوال2: ﴿فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کفار اور مشرک کس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے مستحق ہو سکتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ شرک اور کفر چھوڑ کر۔ ﴿2﴾ ظلم چھوڑ کر۔

سوال3: کفار کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سابقہ گناہوں کی معافی۔ ﴿2﴾ تشدد اور ظلم کے قصاص کی معافی۔ ﴿3﴾ دیت کی معافی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی صفات غَفُورٌ اور رَّحِيمٌ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے ایمان اور توبہ کو قبول کر کے ان پر رحمت فرماتا ہے۔(الاساس فی التفسیر:444/1) اللہ تعالیٰ کی صفت غفور سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے شرک اور جرم کو معاف کر کے ان کی مغفرت فرماتا ہے۔(زادالمسیر :182/1) اللہ تعالیٰ نے جنگ بندی کی صورت میں مغفرت اور رحمت کا وعدہ کیا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کو سلامتی اور رحمت کی طرف بلاتا ہے۔جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ﴾ اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے۔(یونس:25)

﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَي الظّٰلِمِيْنَ (193) ﴾

''اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر کوئی زیادتی نہ ہوگی۔''(193)

سوال1: ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ﴾ ''اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ اسلامی جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک شرک کا فتنہ مٹ نہ جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین تمام دینوں پر غالب نہ آ جائے۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں، اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دیں، جس وقت وہ یہ کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیں گے۔سوائے اسلام کے حق کے (رہا ان کے دل کا حال تو) ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔(صحیح بخاری:25) ﴿2﴾ ﴿ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ﴾ ''اور دین اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے'' جہاد فی سبیل اللہ کا مقصد خون بہانا اور مال لوٹنا نہیں ہے فتنے اور فساد کی صورت حال کو ختم کرنا یعنی دین سے روکنے والوں کی رکاوٹیں دور کرنا اور دین کو غالب کرنا ہے۔﴿3﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے پاس سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے فتنے کے زمانے میں (جب ان پر حجاج ظالم نے حملہ کیا اور مکہ کا محاصرہ کیا) دو آدمی (علاء بن عرار اور حبان سلمی) آئے اور کہا کہ لوگ آپس میں لڑ کر تباہ ہو رہے ہیں آپ عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں پھر آپ رضی اللہ عنہ کیوں خاموش ہیں؟ اس فساد کو رفع کیوں نہیں کرتے؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میری خاموشی کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے کسی بھی مسلمان بھائی کا خون مجھ پر حرام قرار دیا ہے اس پر انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ ''اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے'' سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم (قرآن کے حکم کے مطابق) لڑے ہیں یہاں تک کہ فتنہ یعنی شرک و کفر باقی نہیں رہا اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو گیا لیکن تم لوگ چاہتے ہو کہ تم اس لیے لڑو کہ فتنہ اور فساد پیدا ہو اور دین اسلام ضعیف ہو، کافروں کو جیت ہو اور خدا کے برخلاف دوسروں کا حکم سنا جائے۔(بخاری:4513) ﴿4﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کا دین تمام ادیان پر غالب آ جائے اور شرک وغیرہ اور ان تمام نظریات کا قلع قمع کر دیا جائے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواللہ تعالیٰ کے دین کے منافی ہیں اورفتنہ سے بھی یہی مراد ہے۔جب یہ مقصدحاصل ہوجائے توقتل کرنااورلڑائی کرنا جائزنہیں۔(تفسیر سعدی:273/1)

سوال2: ﴿فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پھراگروہ بازآجائیں توظالموں کے سواکسی پرکوئی زیادتی نہ ہوگی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَاِنِ انْتَهَوْا﴾ پھراگرمشرک بازآجائیں۔﴿2﴾ ﴿فَلَا عُدْوَانَ﴾ ''توکوئی زیادتی نہ ہوگی'' توانہیں چھیڑنے کی اوران سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔اگرکوئی جنگ کرے تووہ ظالم ہے اورظالموں سے ہی جنگ کی جائے۔﴿3﴾ ﴿اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''سوائے ظالموں پر''یعنی تمہاری جانب سے کسی پرزیادتی نہیں ہونی چاہئے سوائے ظالموں کے کیونکہ وہ اپنے ظلم کی وجہ سے سزا کے مستحق ہیں۔﴿4﴾ یعنی اگر یہ شرک اورمسلمانوں کے ساتھ مقاتلہ سے بازآجائیں تواس کے بعد جوشخص ان سے جنگ کرے گاوہ ظالم ہےاوراسے اس زیادتی کی سزاملے گی۔یہاں ''عدوان'' کالفظ ایسی ہی سزاکے معنی میں استعمال ہواہے۔(ابن کثیر)

﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (194)﴾

''حرمت والامہینہ،حرمت والے مہینے کابدلہ ہےاورتمام حرمتوں کا قصاص ہے،چنانچہ جوتم پرزیادتی کرتاہےتوتم بھی اس پرزیادتی کروجیسی کہ اس نے تم پرزیادتی کی ہے،اوراللہ تعالیٰ سے ڈرواورجان لوکہ یقیناًاللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔''(194)

سوال1: ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ﴾ ''حرمت والامہینہ،حرمت والے مہینے کابدلہ ہے اورتمام حرمتوں کا قصاص ہے'' ماہ حرام کون سے ہیں؟انہیں ماہ حرام کیوں کہا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ﴾ حرمت والامہینہ۔ذوالقعدہ،ذوالحجہ،محرم اوررجب یہ چارمہینے ماہ حرام ہیں۔ان چارمہینوں میں جنگ وجدال اور غارت گری منع تھی تاکہ بیت اللہ آنے والے زائرین امن کے ساتھ آئیں اوراپنے گھروں کوواپس جائیں،اسی وجہ سے انہیں حرمت والے مہینے کہا جاتا تھا۔﴿2﴾ ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾ ''حرمت والامہینہ حرمت والے مہینے کابدلہ ہے'' اس سے مراد ہے کہ اگرکوئی حرمت والے مہینے کی حرمت کو پامال کرکےتم سے جنگ کرتاہےتوتم بھی بھرپور بدلہ لو۔اگروہ حرمت والے مہینے کا خیال نہ رکھیں توتم بھی نہ رکھو۔سیدنا جابربن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حرمت والے مہینے میں جنگ نہیں کرتے تھےتاوقت یہ کہ آپ ﷺ سے جنگ نہ کی جاتی۔اگر پہلے سے آپ ﷺ جہاد میں مصروف ہوتے توان مہینوں کے آتے ہی جہاد بند کردیتے تھے۔(مسنداحمد)﴿3﴾ ﴿وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ﴾ ''اورتمام حرمتوں کا قصاص ہے''یعنی ہروہ چیز قابل احترام ہے جس کی حرمت کا شریعت نے حکم دیاہے۔جو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوئی حرمتوں کو پامال کرے گا اس سے بدلہ لیا جائے گا۔ جو حرام مہینے میں قتال کرے گا اس سے قتال کیا جائے گا۔ جو بلد امین کی بے حرمتی کرے گا اس پر حد جاری کی جائے گی جو حرم میں کسی کو قتل کرے گا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ جو کسی کا مال لے گا اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ ﴿4﴾ عربوں نے جنگ اور لوٹ مار کی خاطر نسی کا قاعدہ بنا رکھا تھا۔ وہ کسی حرام مہینے میں لوٹ مار کرتے اور دوسرے حلال مہینے کو حرام قرار دے لیتے۔ اسی وجہ سے یہ واضح کیا گیا کہ اگر کافر نسی کے حیلے کو کام میں لا کر حرام مہینوں میں جنگی کاروائی کر بیٹھیں تو اس صورت میں مسلمان ماہ حرام میں بدلہ لینے کے مجاز ہیں۔ ﴿5﴾ زیادتی پر بدلے کا حکم عین عدل ہے۔ ظلم زیادتی کے برابر نہیں اس سے بڑھ کر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص کو تکلیف پہنچے تو وہ دوسرے کو اتنی تکلیف پہنچا سکتا ہے جتنی اس کو پہنچی ہے زیادہ کی اجازت نہیں۔

سوال 2: ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ ''چنانچہ جو تم پر زیادتی کرتا ہے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی کہ اس نے تم پر زیادتی کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی حرمت والے مہینے کی حرمت کو پامال کر کے تم سے جنگ کرتا ہے تو تم بھی بھرپور بدلہ لو یعنی اگر وہ حرمت والے مہینے کا خیال نہ رکھیں تو تم بھی نہ رکھو۔

سوال 3: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حرام مہینوں میں ان سے قتال کی ابتدا نہ کرو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے قتال کے احکامات کے درمیان بھی تقویٰ کا حکم دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ ﴿3﴾ ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے'' یعنی اچھی طرح سے جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تقویٰ والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھ اس لیے دیتے ہیں کہ متقی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ وہ گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہی آخرت میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ ہمیشہ کی کامیابی کا راز تقویٰ میں ہے۔

﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (195)﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور نیکی کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (195)

سوال 1: ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو'' انفاق فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انفاق فی سبیل اللہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے اور قائم کرنے کے لیے مالی قربانیاں دینا۔ ﴿2﴾ سیدنا حذیفہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ''اوراللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہواوراپنے آپ کواپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو''اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔(بخاری:4516)﴿3﴾اس آیت میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے انفاق کا حکم ہے۔(فتح القدیر:245/1)

سوال2: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ''اوراپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو''اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿التَّهْلُكَةِ﴾اور ہلاک کے ایک ہی معنی ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾یہاں ہلاکت سے مراد ہے:انفاق کوچھوڑ دینا،جہاد کوترک کرنا،گناہ پرگناہ کیے جانا۔﴿3﴾جہادکونہ چھوڑواگرچھوڑوگےتوتمہارادشمن قوی ہوجائے گا جس کا نتیجہ تباہی ہے۔جہاد کے لئے مال لگانے سے گریز کروگےتوتمہارادشمن مضبوط ہوگااورتم کمزورہوجاؤگے،یہ ہلاکت کاراستہ ہے۔﴿4﴾سعید بن منصورنے کہاوہ فقیری کے ڈر سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔(فتح القدیر:246/1)﴿5﴾اپنے آپ کوہلاکت میں ڈالنے سے مراد''بخل''ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنا۔انسان خرچ کردینے کوہلاکت سمجھتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مال کواللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے۔خرچ کرنے سے انسان کا دل تنگ ہوتا ہے۔یہ دل کی تنگی دنیااورآخرت کی ہلاکت ہے۔انسان کے پاس جوکچھ ہے اگروہ اس کواللہ تعالیٰ کےحوالے نہ کرےتواللہ تعالیٰ کے پاس جوکچھ ہے وہ آخرکیوں اس کوآدمی کےحوالے کردے؟﴿6﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہردن جس میں بندے صبح کرتے ہیں،دوفرشتے اترتے ہیں،ان میں سے ایک کہتا ہے:اے اللہ! خرچ کرنے والےکواس کابدل عطافرمااوردوسراکہتا ہےاے اللہ!روک کررکھنے والے(کے مال)کوضائع فرمادے۔''(بخاری:1442)

سوال3:مال کا صحیح استعمال کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾مال کا صحیح استعمال یہ ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ دینی ضروریات کے لیےخرچ کیا جائے۔مال کوصرف اپنی ضروریات اور خواہشات کے لیےخرچ کرنا انسان کواللہ تعالیٰ کےغضب اورناراضی کا مستحق بناتا ہے جب کہ مال کواللہ تعالیٰ کے لیےخرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشی اوررضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔اس طرح سے افرادادر جماعت دونوں پراللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہےاوراللہ تعالیٰ کی مدد ملتی ہے۔ خرچ کرنے والوں کودنیاوآخرت میں فائدہ ہوتا ہے۔

سوال4: ﴿وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اورنیکی کرو،بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاَحْسِنُوْا﴾''اورنیکی کرو''احسان سے مرادا خلاص ہے۔﴿2﴾احسان سے مرادفرائض کی ادائیگی ہے۔(ابواسحٰق)﴿3﴾احسان سے مرادا للہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا ہے۔(عکرمہ،جامع البیان)﴿4﴾یہاں احسان کے معنی کسی کام کوخوبی کے ساتھ کرنے کے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں فیاضی اورخوش دلی کے ساتھ خرچ کرو۔اوروہ مال خرچ کروجوتمہیں عزیزومحبوب ہو۔انفاق کے معاملے میں اس احسان کی تاکید قرآن حکیم نے جگہ جگہ فرمائی ہے۔سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہرچیز کے بارے میں خوبی اختیارکرنے کاحکم فرمایاسوجب تم (کسی کوشریعت کی اجازت سے)قتل کروتوقتل کرنے میں خوبی اختیار کرو(مثلاً ہاتھ پاؤں نہ کاٹ دو، چہرہ نہ بگاڑ دو)اورجب تم ذبح کرنے لگوتو خوبی کے ساتھ ذبح کرواپنی چھری کوتیز کرلواوراپنے ذبیحہ کوآرام پہنچاؤ۔ (مسلم:152/2)﴿5﴾اس آیت کے معنی میں ہرقسم کااحسان شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کسی صفت اورشرط وغیرہ سے مقیدنہیں کیا۔پس اس میں مالی احسان بھی شامل ہے۔اپنے جاہ ومنصب کی بنیاد پر(کسی حق دارکی)سفارش کرنے کااحسان بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔امر بالمعروف نہی عن المنکر اورعلم نافع کی تعلیم بھی احسان میں داخل ہے۔لوگوں کی ضروریات پوری کرنا،ان کی تکالیف کودور کرنا،ان کی مصیبتوں کاازالہ کرنا،ان کے مریضوں کی عیادت کرنا،ان کے جنازوں کے ساتھ جانا،ان کے بھٹکے ہوؤں کوراستہ بتانا،کسی کے کام میں ہاتھ بٹانااورکسی ایسے شخص کے لیے کام کردینا جسے کام نہ آتا ہو۔یہ تمام اموراس احسان کے زمرے میں شمارہوتے ہیں جس کااللہ تعالیٰ نے حکم دیاہے۔اوراس احسان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت احسن طریقے سے کرنا بھی داخل ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:احسان یہ ہے کہ تواس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا کہ تواسے دیکھ رہاہےاوراگر یہ کیفیت پیدانہ ہوکہ تواسے دیکھ رہاہے تب وہ تو تجھے دیکھ رہاہے۔ (بخاری:50)﴿6﴾جوکوئی ان صفات سے متصف ہوجاتا ہے وہ ان لوگوں میں شامل ہوجاتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھابدلہ ہےاورکچھ مزید ہے۔(یونس:26)اللہ تعالیٰ کی معیت اسے حاصل رہتی ہے،اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتاہے،اس کی راہ نمائی کرتاہےاور ہرمعاملے میں اس کی مدد کرتاہے۔ (تفسیرسعدی:240/1)﴿7﴾﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتاہے''اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کواحسان کی ترغیب اس طرح دلائی ہے کہ وہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتاہے۔مومن اللہ تعالیٰ کی محبت میں شدید ہوتے ہیں جوچیز اللہ تعالیٰ کومحبوب ہے اس کواختیارکرتے ہیں۔اس لیے وہ احسان کی روش اختیارکرتے ہیں۔

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنْتُمْ ۖ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ(196)﴾

''اورحج اورعمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے پوراکرو،پھراگرتمہیں روک دیاجائے تو قربانی کا جوبھی جانورمیسرہو(ذبح کردو)اوراپنے سروں کونہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

منڈواؤجب تک قربانی (کا جانور) اپنے مقام تک نہ پہنچ جائے، پھر تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی کا فدیہ ہے۔ پھر جب تم امن میں ہو تو جو کوئی عمرے سے حج تک ساتھ فائدہ اٹھائے تو قربانی میں سے جو میسر ہو (ذبح کرے) پھر جو قربانی نہ پائے وہ تین دن کے روزے حج میں رکھے اور سات دن کے اس وقت جب تم واپس آؤ، یہ پورے دس ہیں۔ یہ اس کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے قریب رہائشی نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے۔'' (196)

سوال1: ﴿ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ ''اور حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو'' حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ ''اور حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو'' حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کریں۔ حج اور عمرہ خواہ نفلی ہو جب شروع کر دیا جائے تو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ حج اور عمرے کو تمام آداب اور شرائط کے مطابق ادا کیا جائے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ نہ کوئی شرط فوت ہو اور نہ کوئی فرض نظر انداز کیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: خُذُوْا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ۔ اپنے مناسک حج مجھ سے سیکھو۔ (بیہقی: 125/5) ﴿3﴾ حج اور عمرے کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ادا کیا جائے، کوئی اور مقصد پیش نظر نہ ہو۔ ﴿4﴾ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴾ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔ (آل عمران: 97) نبی ﷺ نے فرمایا: وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ ''حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔'' (صحیح مسلم: 3289)

سوال2: ﴿ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ﴾ ''پھر اگر تمہیں روک دیا جائے تو قربانی کا جو بھی جانور میسر ہو (ذبح کردو)'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر محرم سفر میں روک لیا جائے، مرض کی وجہ سے، راستہ بھول جانے یا دشمن کے روک لینے کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے حج اور عمرے کے لئے بیت اللہ نہ پہنچ پاؤ۔ ﴿2﴾ ﴿ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ﴾ ''تو قربانی کا جو بھی جانور میسر ہو (ذبح کردو)'' ہدی کا جانور گائے، اونٹ یا بکری جو بھی میسر ہو وہیں ذبح کر دیں جیسا کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قربانیاں کی تھیں۔

سوال3: ﴿ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ﴾ ''اور اپنے سروں کو نہ منڈواؤ جب تک قربانی (کا جانور) اپنے مقام تک نہ پہنچ جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اپنے سروں کو نہ منڈواؤ جب تک قربانی (کا جانور) اپنے مقام تک نہ پہنچ جائے'' یعنی اگر کوئی حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھے اور عمرہ کر کے حلال ہو جائے پھر حج کا احرام باندھے تو جب تک حج اور عمرے کے احکام سے یا صرف حج کے یا عمرے کے احکام سے فارغ نہ ہو جائے سر منڈوانا جائز نہیں۔ ﴿2﴾ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے پوچھا کہ لوگوں نے تو اپنے آپ عمرے کھول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ڈالے ،آپ ﷺ عمرے سے حلال کیوں نہیں ہوئے؟ فرمایا: میں نے سر کے بال جما لیے ہیں اور قربانی کے گلے میں نشانی ڈال دی ہے۔میں جب تک قربانی نہ کروں حلال نہیں ہوسکتا۔(بخاری ومسلم)(مختصر ابن کثیر:123/1)

سوال4: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾ ''پھر تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی کا فدیہ ہے'' فدیے کے طور پر کتنے روزے رکھے جائیں، کتنا صدقہ یا کتنی قربانی دی جائے؟

جواب: ﴿1﴾ قبل از وقت سر منڈوانے پر فدیہ دینا ضروری ہے۔سیدنا عبداللہ بن معقل نے بیان کیا کہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس مسجد میں حاضر ہوا ان کی مراد کوفہ کی مسجد سے تھی اور ان سے روزے کے فدیے کے متعلق پوچھا۔انہوں نے بیان کیا کہ مجھے احرام میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لوگ لے گئے اور جوئیں (سر سے) میرے چہرے پر گر رہی تھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا یہ خیال نہیں تھا کہ تم اس حد تک تکلیف میں مبتلا ہو گئے ہو تم کوئی بکری نہیں مہیا کر سکتے؟ میں نے عرض کیا: نہیں فرمایا: پھر تین دن کے روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ہر مسکین کو آدھا صاع کھانا کھلانا اور اپنا سر منڈوالو۔سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے کہا تو یہ آیت خاص میرے بارے میں نازل ہوئی تھی اور اس کا حکم تم سب کے لیے عام ہے۔(صحیح بخاری:4517) ﴿2﴾ (الف) حدیث کی رو سے ایسا فرد چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔(ب) یا ایک بکری ذبح کرے۔(ج) یا تین روزے رکھے۔﴿3﴾ مسکینوں کو کہاں کھانا کھلانے اور بکری ذبح کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔کچھ لوگوں کا خیال ہے مکہ میں دے۔کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ روزوں کی طرح اس کی جگہ متعین نہیں۔

سوال5: ﴿فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ ''پھر جب تم امن میں ہو تو جو کوئی عمرے سے حج تک ساتھ فائدہ اٹھائے تو قربانی میں سے جو میسر ہو (ذبح کرے)'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَاِذَآ اَمِنْتُمْ﴾ ''پھر جب تم امن میں ہو'' سے مراد وہ سبب دور ہو جانا ہے جس کی وجہ سے راستے میں رک جانا پڑا تھا۔﴿2﴾ جس عمرے میں بیماری یا دشمن رکاوٹ بن جائے جمہور علماء کے نزدیک اس عمرے کی قضا واجب نہیں۔احناف کے نزدیک قضا واجب ہے۔﴿3﴾ نبی ﷺ نے جو عمرۃ القضا کیا تھا اسے اس فیصلے کی وجہ سے عمرۃ القضا کہتے ہیں جو اس وقت قریش اور مسلمانوں کے درمیان ہوا۔وہ آپ ﷺ نے قضا کے طور پر نہیں کیا تھا۔(فتح الباری، باب کم اعتمر النبی ﷺ) ﴿4﴾ ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ﴾ ''تو جو کوئی عمرے سے حج تک ساتھ فائدہ اٹھائے'' حج کی تین قسمیں ہیں۔(الف) حج تمتع۔(ب) حج قران۔(ج) حج افراد۔تینوں میں سے کوئی صورت بھی اختیار کی جا سکتی ہے۔یعنی جو عمرہ کو حج کے ساتھ ملا دے اور پھر عمرے سے فارغ ہو کر احرام کھول دے پھر آٹھویں ذوالحجہ کو احرام باندھ لے۔﴿5﴾ ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ ''تو قربانی میں سے جو میسر ہو (ذبح کرے)'' تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔وہ ایسا جانور قربان کرے جو قربانی کے لئے جائز ہو۔یہ قربانی حج کی قربانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکرانہ ہے کہ ایک ہی سفر میں دو عبادات سے استفادہ کرنے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صورت میں نصیب ہوگی ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ﴿اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ سے مراد ازواج ثمانیہ ہیں یعنی آٹھ قسمیں دو اونٹ میں سے، دو گائیں میں سے، دو بھیڑ میں سے اور دو بکری میں سے۔

سوال 6: ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ ''پھر جو قربانی نہ پائے وہ تین دن کے روزے حج میں رکھے اور سات دن کے اس وقت جب تم واپس آؤ، یہ پورے دس ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ﴾ جس کے پاس قربانی یا اس کی قیمت نہ ہو۔ ﴿2﴾ ﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ﴾ یہ روزے عمرے کے احرام کے ساتھ رکھے جائیں اور ان کا آخری وقت یوم النحر کے بعد کے تین دن ہیں۔ افضل یہ ہے کہ ساتویں، آٹھویں اور نویں ذوالحجہ کو رکھے جائیں۔ (تفسیر سعدی:243/1) ﴿3﴾ ﴿وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ﴾ ''اور سات دن کے اس وقت جب تم واپس آؤ'' اگر حج تمتع والے کے پاس قربانی نہ ہو تو وہ اس کے بدلے میں روزے رکھ سکتا ہے تین حج کے دنوں میں اور سات روزے مکہ میں آ کر واپسی کے سفر میں اور گھر پہنچ کر رکھے جا سکتے ہیں۔ ﴿4﴾ ﴿تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ ''یہ پورے دس ہیں'' تین حج کے دنوں کے اور سات گھر جا کر رکھنے والے روزوں کو ملائیں تو یہ پورے دس ہو جاتے ہیں۔

سوال 7: ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''یہ اس کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے قریب رہائشی نہ ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ذٰلِكَ﴾ یہ قربانی کا حج تمتع کرنے والے پر واجب ہونا۔ ﴿2﴾ ﴿لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''یہ اس کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے قریب رہائشی نہ ہوں'' یہ صرف ان کے لئے ہے جن کے گھر والے مسجد حرام سے دور رہتے ہوں یعنی جو نماز قصر کرے۔ ﴿3﴾ حج تمتع کرنے والے پر ایک ہی سفر میں دو عبادات کے ثواب کے حصول کی وجہ سے قربانی واجب ہے۔ ﴿4﴾ جو مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے پاس رہتا ہے اس پر قربانی واجب نہیں۔

سوال 8: حج اور عمرہ کب قدر و قیمت کا حامل ہوتا ہے؟

جواب: حج اور عمرے کی اصل قدر و قیمت اسی وقت ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ کرنے والا ظاہری طور پر تو وہی مناسک ادا کر رہا ہوتا ہے لیکن اندرونی طور پر وہ ایک ایسی عبادت کا تجربہ کر رہا ہوتا ہے جس میں وہ اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے آگے ڈال دیتا ہے۔ وہی شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر سکتا ہے جس کو آخرت کی پکڑ کا اندیشہ ہو جو متقی ہو (پکڑ کا اندیشہ) اس کی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ بن گیا ہو۔

سوال 9: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کے احکامات کی اطاعت کرتے ہوئے اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کی نواہی سے اجتناب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس کے احکامات اور فرائض کو پورا کیا جائے۔ (فتح القدیر) یہاں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر حج کے حوالے سے حکم دیا ہے کہ جس کا حکم دیا جائے وہ کرلو اور جس سے روکا جائے رک جاؤ۔ ﴿4﴾ ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے دلوں میں تقویٰ پیدا کرنے کے لئے اپنے شدید العقاب ہونے کا شعور دلایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کو سخت سزا دیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہی (عذاب کا خوف) تقویٰ کا موجب ہے کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہے وہ ان تمام امور سے اجتناب کرتا ہے جو عذاب کے موجب ہیں۔ جیسے جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتا ہے وہ ایسے کام کرتا ہے جو ثواب کے موجب ہیں اور جو کوئی عذاب سے نہیں ڈرتا اور ثواب کی امید نہیں رکھتا وہ حرام میں گھس جاتا ہے اور فرائض کو چھوڑ دینے کی جرات کا مرتکب ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی)

رکوع نمبر 9

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ (197)﴾

''حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں، چنانچہ جو شخص ان میں حج فرض کرلے تو حج میں نہ کوئی شہوانی فعل ہو، نہ کوئی نافرمانی، اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا اور نیکی میں سے جو کام بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا اور اپنے ساتھ زاد راہ لے لو تو یقیناً بہترین زاد راہ تقویٰ ہے اور اے عقل والو! مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔'' (197)

سوال 1: ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾ ''حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں'' اس سے حج اور عمرے کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿اَلْحَجُّ﴾ حج۔ ﴿2﴾ ﴿اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾ معلوم مہینوں میں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: شوال، ذی قعدہ، اور ذوالحجہ کے دس دن۔ (بخاری:33) ﴿3﴾ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حج کے مہینے مقرر ہیں۔ سنت یہی ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں ہی باندھا جائے۔ (ابن مردویہ، ابن خزیمہ) ﴿4﴾ دوسرے مہینوں میں حج کا احرام نہیں اور دلیل ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾ ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کو یہ لائق نہیں کہ دوسرے مہینوں میں حج کا احرام باندھے۔ ﴿5﴾ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عمرہ سال میں ہر وقت جائز ہے۔

سوال 2: ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ﴾ ''چنانچہ جو شخص ان میں حج فرض کرلے'' اپنے اوپر حج فرض کرنے سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ اپنے اوپر حج فرض کرنے سے مراد حج کی نیت کرنا اور حج کے لیے احرام باندھنا ہے۔(ایسر التفاسیر:100) ﴿2﴾ کیونکہ جو حج شروع کر لیتا ہے اس پر پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے اور ان مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھنا درست نہیں۔

سوال3: حج کیسی عبادت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔اللہ رب العزت نے میں فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔(آل عمران:97) ﴿2﴾ حج ساری زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے۔ ﴿3﴾ نبی ﷺ نے فرمایا:(وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّة) ''حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔''(صحیح مسلم:3289) ﴿4﴾ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جس نے قدرت ہونے کے باوجود حج نہ کیا، اس کے لیے برابر ہے یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔(الحج والعمرۃ والزیارۃ للشیخ عبدالعزیز بن باز،ص:8) مال دار، آزاد، عاقل مسلمان پر حج فرض ہے، عورت کے لیے محرم کے ساتھ ہونے کی شرط ہے، راستے کا پرامن ہونا اور حکومت کی طرف سے رکاوٹ نہ ہونا شرط ہے۔

سوال4: ﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ ''تو حج میں نہ کوئی شہوانی فعل ہو، نہ کوئی نافرمانی، اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَلَا رَفَثَ﴾ ''تو نہ کوئی شہوانی فعل ہو'' رفث سے مراد جماع اور اس کے مقدمات ہیں چاہے قولی ہوں یا فعلی۔ جماع جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے۔ فحش باتیں کرنا، دبی زبان سے ذکر کرنا، اشاروں کنایوں میں ذکر کرنا، چھیڑ چھاڑ کرنا اور چھونا۔ احرام کی حالت میں یہ سب باتیں حرام ہیں۔(ابن کثیر) ﴿2﴾ ﴿وَلَا فُسُوْقَ﴾ ''اور نہ کوئی نافرمانی'' فسوق سے تمام نافرمانی کے کام مراد ہیں۔ ہر طرح کی نافرمانی اور گالی گلوچ وغیرہ۔ اس میں احرام کے ممنوعات بھی شامل ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احرام کی پابندیاں مثلاً شکار کھیلنا، بال منڈوانا، ناخن کاٹنا، وغیرہ۔ ﴿3﴾ ﴿وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ ''اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا حج میں'' جدال سے لڑائی جھگڑا مراد ہے جو شر کا آغاز ہے اور دشمنی پیدا کرنے والا ہے۔ آپس میں جھگڑنا، ایک دوسرے کو غصہ دلانا، گالیاں دینا وغیرہ۔ ﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ وَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ ''جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حج کیا اور اس دوران کوئی بے ہودہ بات یا گناہ نہ کیا، وہ حج کر کے اس دن کی طرح (گناہوں سے پاک) ہو جائے گا جس طرح اس کی ماں نے اسے (گناہوں سے پاک) جنا تھا۔''(صحیح بخاری:1521)

سوال5: حج کی پابندیوں سے کس طرح کی تربیت مقصود ہے؟

جواب: حج کی پابندیوں سے یہ تربیت مقصود ہے کہ ﴿1﴾ مومن اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے والا بن جائے۔ ﴿2﴾ مومن شہوت کے لیے جینے کی بجائے مقصد کے لیے جینے لگے۔ ﴿3﴾ اجتماعی زندگی میں آپس کی لڑائی سے بچا رہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: حج ظاہر میں تو چند مناسک ہیں لیکن اپنی روح کے اعتبار سے کیسی عبادت ہے؟

جواب: روحانی اعتبار سے حج ایسی عبادت ہے جس میں انسان نے اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے آگے ڈال دینا ہے، اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے کیونکہ آخرت کی پکڑ کا مسئلہ اسے اپنی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ بنانا ہے۔

سوال7: ﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ ''اور نیکی میں سے جو کام بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا'' اس میں مؤمن کے لیے کیا نصیحت ہے؟

جواب: ''اور نیکی میں سے جو کام بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا'' ﴿1﴾ اس میں مومن کے لیے یہ نصیحت ہے کہ صرف ترک معاصی سے اللہ تعالیٰ کا قرب نہیں ملتا جب تک کہ نیکی کے دوسرے کام انجام نہ دیے جائیں۔ ﴿2﴾ مؤمن کے لیے یہ بات انتہائی تسکین بہم پہنچانے والی ہے کہ میرا مالک میرے ہر اچھے کام کو ہر وقت دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ احساس دلا رہا ہے کہ اپنے احساس کو جگاؤ، تمہارا مالک دیکھتا ہے، بھلائیاں جمع کرلو، آگے بڑھتے جاؤ۔ یہ احساس آخرت کے انعامات سے پہلے اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے۔

سوال8: اللہ تعالیٰ نے نیکیاں کرنے کے لئے کیسے تیار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کے لئے شعور دلایا ہے کہ ﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ اور نیکی میں سے جو کام بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا۔ تم نیکی کرتے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں آجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نیک اعمال کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ پورا پورا بدلہ دینے والا ہے۔

سوال9: ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ ''اور اپنے ساتھ زادراہ لے لو تو یقیناً بہترین زادراہ تقویٰ ہے'' اللہ تعالیٰ نے اس مبارک سفر میں زادہ راہ ساتھ لینے کا حکم کیوں دیا؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَتَزَوَّدُوْا﴾ ''اور اپنے ساتھ زادراہ لے لو'' اللہ تعالیٰ نے اس مبارک سفر میں زادہ راہ ساتھ لینے کا حکم دیا ہے کیونکہ زادہ راہ مسافر کو لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے اور اسے لوگوں کے مال کی طرف دیکھنے اور سوال کرنے سے روک دیتا ہے۔ ضرورت سے زائد زادراہ ساتھ لینے میں فائدہ اور ساتھی مسافروں کی اعانت ہے اور اس سے اللہ رب العالمین کے تقرب میں اضافہ ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:245/1)

﴿2﴾ بعض لوگ حج کے لئے زادراہ لئے بغیر نکلتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ پر توکل ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے زادراہ لینے کی تلقین کی تاکہ سوال سے بچ سکیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یمن کے لوگ راستہ کا خرچ ساتھ لائے بغیر حج کے لیے آجاتے تھے کہتے تو یہ تھے کہ ہم توکل کرتے ہیں لیکن جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگنے لگتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''اور زادراہ لے لیا کرو کہ سب سے بہتر زادراہ تو تقویٰ ہی ہے۔ (صحیح بخاری:1523) ﴿3﴾ ﴿فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ ''تو یقیناً بہترین زادراہ تقویٰ ہے'' تقویٰ ایسی حالت ہے جس میں ایک انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی عظمت اور اس کے خوف سے بھر جاتا ہے۔ جیسے حج کے لیے زادراہ یعنی سامان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سفر ساتھ لینے کا حکم دیا گیا اسی طرح آخرت کے سفر کے لیے تقویٰ کا حکم دیا گیا جو سفر آخرت کے لیے بہترین زادراہ ہے۔

سوال 10: ﴿ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ ''اور اے عقل والو! مجھ ہی سے ڈرتے رہو'' میں تقویٰ کا رشتہ عقل سے جوڑا گیا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عقل والے ہی اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈر کر ہدایت کو چمٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں یہی عقل اور تقویٰ کا تعلق ہے۔ عقل باندھ کر رکھتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان حقیقی متقی نہیں بن سکتا جب تک حرج کے خوف سے غیر حرج والے کام نہ چھوڑ دے''۔ (ترمذی) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور تقویٰ ہی عقل ہے۔ (i) سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ''عقل والا اور ہوشیار وہ ہے جس نے اپنے نفس کو تابعدار بنالیا اور مرنے کے بعد کے لیے عمل کیا۔'' (جامع ترمذی:2459) (ii) نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے عقل والا اور ہوشیار وہ ہے جو موت کو زیادہ یاد کرے اور مرنے کے بعد کے لیے تیاری کرے۔

﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ (198) ﴾

''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً تم گمراہ لوگوں میں سے تھے۔'' (198)

سوال 1: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ ﴾ اس سے مراد ہے کہ سفر حج میں تجارت کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز جاہلیت کے بازار تھے اس لیے لوگوں نے سفر حج میں تجارت کو گناہ سمجھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ''تمہیں اس بارے میں کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے پروردگار کے یہاں سے تلاش معاش کرو''۔ یعنی موسم حج میں تجارت کے لیے مذکورہ منڈیوں میں جاؤ۔'' (صحیح بخاری:4519) ﴿3﴾ ﴿ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ''کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو'' رب کے فضل کو تلاش کرنے سے مراد تجارت اور روزی کے لیے کوششیں ہیں۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ''ہم جانور کرائے پر دیتے ہیں، کیا ہمارا حج بھی ہوجاتا ہے؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم بیت اللہ کا طواف نہیں کرتے؟ کیا تم عرفات میں نہیں ٹھہرتے؟ کیا تم شیطانوں کو کنکریاں نہیں مارتے؟ کیا تم سر نہیں منڈواتے؟'' اس نے کہا: ''یہ سب کام تو ہم کرتے ہیں۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سنو! ایک شخص نے یہی سوال نبی ﷺ سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا تھا،اس کے جواب میں سیدنا جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے:﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾اور آپ ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا:''تمہارا حج ہوگیا۔''(سنن ابی داؤد،1733)﴿4﴾اصل چیز اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے،اگر یہ کیفیت موجود ہے تو حج کے دوران تجارت کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا آپ ﷺ حج کے دنوں میں تجارت بھی کرتے تھے؟انہوں نے کہا:''اور تجارت کا موسم ہی کون سا تھا؟''

سوال2:﴿فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ﴾''پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ''مناسک حج میں سے عرفات جانے کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:﴿1﴾9ذوالحجہ کو زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک میدان عرفات میں وقوف حج کا سب سے اہم رکن ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اَلْحَجُّ عَرَفَه حج عرفات جانے کا نام ہے۔(ابوداؤد:1703)﴿2﴾عرفات حدود حرم سے باہر ہے اس لیے قریش مکہ عرفات نہیں جاتے تھے بلکہ مزدلفہ سے ہی لوٹ آتے تھے اس لیے حکم دیا گیا کہ جہاں سے سب لوٹ کر آتے ہیں تم بھی وہیں سے لوٹ کر آؤ یعنی عرفات سے۔

سوال3:﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾''مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو''مشعر حرام سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ مشعر حرام سے مراد مزدلفہ ہے۔﴿2﴾عرفات حاجیوں اور حکام حج کا ستون ہے اس لیے مزدلفہ لوٹ کر آنے اور رات گزارنے کی انتہائی اہمیت ہے۔وقوف عرفہ اور مزدلفہ میں رات گزارنا حج کے ارکان میں سے ہے۔﴿3﴾عمرو بن میمون فرماتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مشعر حرام کے بارے میں پوچھا تو آپ چپ رہے۔جب آپ ہماری سواریوں کے ساتھ مزدلفہ میں اتر آئے تو پوچھا مشعر حرام کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟یہ ہے مشعر حرام،سارا مزدلفہ مشعر حرام ہے۔(عبدالرزاق)﴿4﴾مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کے ذکر کی دو صورتیں ہیں ایک مغرب اور عشاء کی نماز جو کہ ذکر کی اہم صورت ہے اور دوسرے فجر کے بعد ذکر الٰہی۔

سوال4:﴿وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ﴾''اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی ہے''اللہ تعالیٰ نے ذکر کے بارے میں کیا خاص بات ارشاد فرمائی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**﴿وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ﴾**''اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی ہے''یعنی ذکر کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہدایت ضروری ہے اس کے لیے بھی خود ساختہ طریقے اختیار نہیں کئے جائیں گے۔

سوال6:﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾''اور بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً تم گمراہ لوگوں میں سے تھے''کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً تم گمراہ لوگوں میں سے تھے''﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے یہاں وضاحت فرمائی ہے کہ اگرچہ اس سے پہلے تم گمراہ تھے یعنی باپ دادا کو یاد کرتے تھے پھر اب تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تو اب اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جس پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔﴿2﴾قریش منیٰ میں جانا باپ دادا کے جلسے کرنے کے لیے کافی سمجھتے تھے۔اختتام حج کے بعد عرب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوق عکاظ، مجنہ اورذوالمجاز نامی بازاروں میں جاتے تھے اوران میں ہرشخص اپنانسب نامہ بیان کرتا۔اپنے باپ دادا کے کارناموں کے اظہار کےعلاوہ ان کے پاس کوئی پروگرام نہیں تھا۔لہٰذا واضح کیا گیا کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے ہیں۔

﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(199)﴾

''پھرتم وہیں سے واپس آؤجہاں سے لوگ واپس آتے ہیں اوراللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو،یقیناًاللہ تعالیٰ بے حدبخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔''(199)

سوال1: ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ ''پھرتم وہیں سے واپس آؤجہاں سے لوگ واپس آتے ہیں''اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ افاضہ یعنی واپسی قریش کوحکم دیا گیا کہ جیسے لوگ عرفات جاکرمزدلفہ واپس آتے ہیں ایسے ہی آپ بھی عرفات کے رکن کو پورا کرکے مزدلفہ کے رکن کو پورا کرو۔ ﴿2﴾ یہ عمل ابراہیم علیہ السلام کے دور سے چل رہا ہے۔اس کا مقصدرمی جمار،قربانی،طواف، سعی، تشریق کے میں منیٰ میں رات گزارنااور باقی مناسک کو پورا کرنا ہے۔ ﴿2﴾ قریش نےفخروتکبر کی وجہ سے اپنے لیے یہ ضروری ٹھہرالیا تھا کہ وہ حدودحرم سے باہر(عرفات) نہ جائیں۔ ﴿3﴾ قریش اوران کے ہم خیال لوگ مزدلفہ میں رک جایا کرتے تھے اوراپنانام حمس رکھتے تھے۔باقی عرب کےلوگ عرفات جاکرٹھہرتے اوروہاں سےلوٹتے تھے،اسی لیے یہ حکم آیا کہ(ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ)''جہاں سے اورلوگ لوٹتے ہیں تم وہیں سے لوٹا کرو''(صحیح بخاری:1910) نبی ﷺ نے فرمایا:(اَلْحَجُّ عَرَفَةُ)''حج تو عرفات میں ٹھہرنے کا نام ہے''(سنن نسائی:3019)اسلام نےنسلی،قومی اورلسانی بت توڑے ہیں اورایک امت کاتصوردیا ہے۔

سوال2: ﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حدبخشنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو''استغفار کاحکم اس لیے دیا گیا کہ عبادتوں کے بعددعائے مغفرت کی جاتی ہے اسی لیے نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفراللہ فرماتے تھے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''جس نے استغفارکواپنے اوپرلازم کرلیا،اللہ تعالیٰ ہرتنگی میں اس کے لیے کشادگی پیدا کرتا ہے، ہرغم میں راحت کی راہ ہموار کرتا ہے اوراس کووہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کوگمان نہیں ہوتا۔''(ابن ماجہ:3819) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی دعا کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ یقیناًاللہ تعالیٰ بے حدبخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔اس لیے بڑے سے بڑے گناہ پربھی استغفار کرنے سے نہ ہچکچاؤ۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی صفات غَفُوْرٌ اور رَّحِيْمٌ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی صفت غفور سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے شرک اورجرم کومعاف کرکے ان کی مغفرت فرماتا ہے۔(زادالمسیر:182/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے ایمان اورتوبہ کوقبول کرکے ان پررحمت فرماتا ہے۔(الاساس فی التفسیر:444/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (200) ﴾

''پھر جب تم اپنے حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اپنے آباء واجداد کو یاد کرنے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ یاد کرنا، پھر لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں دے'' اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔''(200)

سوال1: ﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ ﴾ ''پھر جب تم اپنے حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو'' حج کے اعمال پورے کرنے کے بعد ذکر اور دعا کا حکم دیا گیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ ﴾ پھر جب تم اپنے حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں پر استغفار کرو اور عبادت کی توفیق ملنے پر شکر ادا کرو اور اسے یاد کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے اعمال قبول ہو جائیں۔ ﴿2﴾ ﴿ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو'' اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے جیسے کہ فرمایا: ﴿ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر تو بہت بڑا ہے۔(العنکبوت:45) اس لیے ذکر کا حکم دیا گیا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر دلوں کو اس سے جوڑے رکھتا ہے اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے لیے پیدا کیے گئے ہیں تا کہ ہمارے دل محبت اور تعظیم سے اس سے جڑ جائیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دعاؤں کی ترغیب اس لیے دلائی گئی ہے کہ حج قبولیت والا عمل ہے۔

سوال2: حج کے دوران کیسی فضا جاری رہنی چاہئے؟

جواب: حج کے دوران اللہ تعالیٰ کے خوف، اس کی یاد، اس کی نعمتوں پر شکر اور اس کے لیے حوالگی کے جذبوں کی فضا رہنی چاہئے۔ حج کے دوران کوئی ایسا کام نہیں ہونا چاہئے جو ان کیفیات کے خلاف ہو مثلاً ﴿1﴾ کسی گروہ کی عبادت میں امتیاز۔ ﴿2﴾ آباء واجداد کے کارناموں کا بیان۔ ﴿3﴾ حج اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے لیے ہے اور سب انسانوں کے لیے ایک جیسا ہے۔ حج کے دوران یہ فضا قائم رہے تو بعد کی زندگی میں بھی یہ فضا قائم ہو سکتی ہے۔

سوال3: ﴿ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ﴾ ''اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اپنے آباء واجداد کو یاد کرنے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ یاد کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جاہلیت میں لوگ حج کے بعد بھی اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے اس لیے فرمایا کہ جیسے اولاد اپنے ماں باپ کو یاد کرتی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ ﴿2﴾ منیٰ میں ہر قبیلے کے لوگ اپنے باپ دادا کے کارناموں پر فخر کرتے تھے۔ ﴿3﴾ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہاں ذکر سے مراد قیام منیٰ کے زمانے کا ذکر ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں ہر وقت اور ہر حال میں تکبیر کہتے رہتے تھے رمی جمار کے وقت تکبیر کہنا اسی میں شامل ہے۔(بخاری: کتاب العیدین)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: ﴿فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ پھر لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں دے'' اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں'' اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے والوں کی دعائیں مختلف کیوں ہو جاتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ دعا انسان کی اندرونی حالت کا اظہار ہے۔ ﴿2﴾ جو شخص دنیا کی چیزوں میں اپنا دل لگا لیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ وہ چیز مانگتا ہے جس کی تڑپ لے کر وہاں پہنچتا ہے۔ ﴿3﴾ جو شخص آخرت کے خوف کو دل میں رکھ کر جیتا ہے تو حج کے مقامات پر اس کے دل سے آخرت والی دعائیں نکلتی ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ بعض اعراب یہاں ٹھہر کر صرف یہی دعائیں مانگتے ہیں کہ اللہ اس سال بارشیں اچھی برسا تا کہ غلے اچھے پیدا ہوں اولادیں بکثرت ہوں وغیرہ۔ (تفسیر ابن کثیر: 286/1) محمد بن احمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جاہلیت میں عرب صرف دنیا کی بہتری کے لیے دعائیں مانگتے تھے وہ اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی کثرت اور دشمن پر فتح و نصرت کی دعائیں کرتے اور آخرت کی طلب نہ رکھتے، اس لیے کہ آخرت پر ان کا یقین نہ تھا اور نہ وہ اس کی حقیقت ہی سے آشنا تھے۔'' (قرطبی)

سوال5: اللہ تعالیٰ سے صرف دنیا مانگنا کیسا عمل ہے؟

جواب: دنیا مانگنا دنیا کو ترجیح دینے والا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الاعلیٰ میں فرماتے ہیں: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ (الاعلیٰ: 16,17)

سوال6: ﴿وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ ''اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں'' اللہ تعالیٰ سے صرف دنیا مانگنے کا انجام کیا ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے صرف دنیا مانگنے والے کو آخرت میں کوئی اچھا بدلہ نہیں ملے گا۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (201)﴾

''اور ان میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔'' (201)

سوال: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''اور ان میں وہ بھی ہے جو کہتا ہے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما'' دنیا کی بھلائی سے مراد نیک کام کرنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی توفیق ہے۔دنیا کامال واسباب اس طرح سے طلب کرنا کہ اس میں بھلائی ملے مثلاً عافیت کاحصول،نیک بیوی، کشادہ گھر،فراخ روزی،مفیدعلم،نیک عمل،برکت والی سواری عزت وآبرواوردنیا کی تمام آرام دہ چیزیں۔﴿2﴾﴿وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً﴾''اورآخرت میں بھی بھلائی عطافرما'' آخرت کی بھلائی سے مراداعلیٰ درجے کی جنت یعنی جنت الفردوس ہے۔آخرت کی بھلائی کا آغازموقف کی گھبراہٹ سے نجات ملنے سے ہوتا ہے،پھرحساب کا آسان ہونا،پھراعمال نامے کاسیدھے ہاتھ میں ہونااورآخرمیں جنت الفردوس میں پہنچنااوراللہ تعالیٰ کی رضاہے۔﴿3﴾ایسی دعااس دل سے نکل سکتی ہے جس کے لیے آخرت پہلی ترجیح ہولیکن دنیاکے معاملات میں بھی رب پرہی بھروسہ کرتاہو۔﴿4﴾سب سے بہترین دعا یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے دعاکرے کہ جودنیامیں میرے لیے بہترہووہ دنیامیں عطاکردے اورجوآخرت میں میرے لیے آپ کے نزدیک بہترہووہ آخرت میں عطاکردےاوراپنی ناراضی(عذاب)سے بچالے۔رسول اللہ ﷺ ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ کی دعاطواف کے دوران رکن یمانی اورحجراسود کے درمیان پڑھاکرتے تھے یہی دعاپڑھنی مسنون ہے۔مختلف چکروں میں جودعائیں مختص کرلی گئی ہیں وہ خودساختہ ہیں۔سیدناانس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ دعاکرتے تھے''اے ہمارے پروردگار!ہم کودنیامیں بھی بہتری دےاورآخرت میں بھی بہتری اورہم کودوزخ کے عذاب سے بچایئے۔''(صحیح بخاری:4522)سیدناانس رضی اللہ عنہ خودبھی جب کبھی دعامانگتے اس دعاکونہ چھوڑتے،چنانچہ سیدناثابت رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کہا کہ آپ کے یہ بھائی چاہتے ہیں کہ آپ ان کے لیے دعاکریں آپ نے یہی دعاالـلّٰهم اتنا فی الدنیا الخ پڑھی پھرکچھ دیربیٹھےاوربات چیت کرنے کے بعدجب وہ جانے لگے تو پھردعا کی درخواست کی آپ نے فرمایاکیاتم ٹکڑے کرانا چاہتے ہواس دعامیں تو تمام بھلائیاں آگئیں۔(ابن کثیر:287/1)

﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ(202)﴾

''یہی لوگ ہیں جن کے لیےاس میں سےایک حصہ ہے جوانہوں نے کمایااوراللہ تعالیٰ بہت جلدحساب لینے والاہے۔''(202)

سوال1:﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا﴾''یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جوانہوں نے کمایا'' سے کیامرادہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مرادیہ ہے کہ جومانگااورجوکیا،آج بھی اورکل بھی وہی ملے گا۔﴿2﴾﴿نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا﴾''اس میں سےایک حصہ ہے جوانہوں نے کمایا''یہ اعمال صالحہ اوران کی صالح دعاؤں میں سےان کا حصہ ہے۔(ایسرالتفاسیر:101)سیدناانس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کی عیادت کی جن کی آواز بہت ہی زیادہ کمزورہوگئی تھی اوروہ چوزہ کی طرح دبلے ہوگئے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایاکیاتم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعاکرتے رہے ہو؟انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں میں یہ دعاکرتا تھا کہ یااللہ مجھے جوکچھ سزاآخرت میں دینی ہووہ دنیاہی میں دےدیجئے۔یہ سن کرآپ ﷺ نے فرمایاکہ سبحان اللہ!تم میں اس کی طاقت نہیں ہےتم نے دعامیں یوں کیوں نہ کہا:(رَبَّنَآ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ)(انوارالبیان:316/1)

سوال2: ﴿وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان جو بھی عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے حساب لینے میں مشکل نہیں وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے حساب لینے کی وجہ سے انسان کو اپنے اعمال کے بارے میں فکر دلائی گئی ہے۔

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ۚ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰی ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ(203)﴾

''اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، پھر جو شخص دو دن میں جلدی کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں، اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً تم اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔''(203)

سوال1: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ''اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ﴾ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں کیونکہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اتنے فضل والا ہے جو دوسرے دنوں میں نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔ (مسند احمد: 76/5) ﴿2﴾ ﴿اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ''اور گنتی کے چند دن'' اس سے مراد ایام تشریق ہیں یعنی 11، 12 اور 13 ذوالحجہ۔ یہ وہ دن ہیں جن میں حج کے باقی تمام مناسک پورے کیے جاتے ہیں۔ ﴿3﴾ ایام تشریق میں رسول اللہ ﷺ کی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہئے۔ آپ ﷺ ان دنوں میں خاص طور پر تکبیرات پڑھا کرتے تھے۔ بلند آواز میں تکبیرات پڑھنا مسنون ہے۔ یہ تکبیرات صرف فرض نمازوں کے بعد ہی نہیں ہر وقت پڑھی جائیں، کنکریاں مارتے وقت ہر کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھنی مسنون ہے، قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت اور فرض نمازوں کے بعد ایام تشریق میں اَللّٰهُ اَكْبَر، اَللّٰهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر، اَللّٰهُ اَكْبَر وَلِلّٰهِ الْحَمْد پڑھنی چاہیے۔

سوال2: ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰی﴾ ''پھر جو شخص دو دن میں جلدی کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ﴾ ''پھر جو شخص دو دن میں جلدی کرتا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ ایام تشریق میں منیٰ سے مکہ واپسی خواہ 12 ذوالحجہ کو ہو یا 13 ذوالحجہ کو۔ ﴿2﴾ ﴿فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ﴾ ''تو اس پر کوئی گناہ نہیں'' دونوں صورتوں میں حرج کی کوئی بات نہیں۔ ﴿وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ﴾ ''اور جو تاخیر کرے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں'' اصل اہمیت تعداد میں کمی یا اضافے کی نہیں بلکہ اس کی ہے کہ ان دنوں میں تمہارا رب کے ساتھ کیسا تعلق رہا ہے؟ تم اس کو کیسے یاد کرتے رہے ہو؟ کیسے اس کی بڑائی بیان کرتے رہے ہو؟ کیسے اس سے دعائیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے رہے ہو؟﴿3﴾﴿لِمَنِ اتَّقٰی﴾جس نے تقویٰ اختیار کیا جس نے ہر معاملے میں تقویٰ اختیار کیا اس کے لیے ہر معاملے میں حرج کی نفی ہوگئی۔

سوال3:﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً تم اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے''اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو''اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ اس کے احکامات پر عمل کرو اور اس سے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے اجتناب کرو۔﴿2﴾﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾''اور جان لو کہ یقیناً تم اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے''حج ختم ہونے کے بعد لوگوں نے گھروں کو واپس جانا ہوتا ہے اس لیے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تمہیں ایک دن اسی کے سامنے جمع ہونا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے میدان عرفات، مزدلفہ کی رات اور حج کے مختلف مقامات کے اجتماعات سے آخرت کے بڑے اجتماع یعنی حشر میں اکٹھے ہونے کو یاد دلایا ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے وہ تمہیں جمع کرے گا اس لیے اس سے خوف کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی شریعت پر کاربند رہو۔﴿4﴾جزا و سزا کا علم تقویٰ کا سب سے بڑا داعیہ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی ترغیب دلائی ہے۔حج کا سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے، عرفات کا اجتماع قیامت کے اجتماع کی ایک تمثیل ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (204)﴾

''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جس کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو پسند آتی ہے اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔''(204)

سوال1:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جس کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو پسند آتی ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَمِنَ النَّاسِ﴾''اور لوگوں میں سے کوئی ہے''پچھلی آیات میں دو قسم کے لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ایک دنیا کا طلب گار اور دوسرا آخرت کا طلب گار۔اب اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے حال کے بارے میں خبر دی ہے جو زبان سے ایسی بات کرتا ہے کہ اس کا عمل اس کی مخالفت کرتا ہے۔﴿2﴾﴿مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾''جس کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو پسند آتی ہے''یعنی جب بات کرتا ہے تو اس کی بات آپ کو اچھی لگتی ہے اور آپ سمجھتے ہو کہ بڑی نفع مند بات ہے۔﴿3﴾وہ دنیاوی زندگی اور معاش کے بارے میں حیرت انگیز معلومات رکھنے والا ہے۔(تفسیر منار، اشرف الحواشی:39)﴿4﴾مصلحت پسند لوگوں کی باتیں سب کو اچھی لگتی ہیں کیونکہ وہ لوگوں کی پسند کو دیکھ کر بات کرتے ہیں۔ایسے شخص کے سامنے کوئی مستقل معیار نہیں ہوتا اس لیے وہ ہمیشہ دوسرے شخص کو متاثر کرنا چاہتا ہے۔وہ یہ نہیں دیکھتا کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا ہے؟ حق کے ساتھ وفاداری نہ ہونے کی وجہ سے وہ دلی جذبے کے بغیر صرف زبان سے خوب صورت باتیں کرتا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جو پسند کی جاتی ہیں۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿ وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ﴾اور جب آپ انہیں دیکھیں تو ان کے جسم آپ کو اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو آپ ان کی بات سنتے رہ جاؤ گے۔(المنافقون:4)﴿5﴾ سنن الترمذی، ابواب الزہد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ نکلیں گے جو دین کے ذریعہ دنیا حاصل کریں گے اور تواضع ظاہر کرنے کے لیے بھیڑوں کی کھالوں کے کپڑے پہنیں گے ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی۔اوران کے دل بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کیا یہ لوگ میرے حلم سے دھوکہ کھاتے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں۔میں اپنی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان لوگوں پر ان ہی میں سے ایسا فتنہ بھیجوں گا جو ان میں ہوش مند، عقل والا ہوگا اسے بھی حیران کردے گا۔(ابن ابی حاتم :364/1)﴿6﴾ کلام انسان کو بلندی بھی عطا کرتا ہے اور پستی میں بھی گرا دیتا ہے۔

سوال2:﴿ وَیُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ ﴾ ''اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ وَیُشْهِدُ اللّٰهَ ﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے مثلاً سدی نے کہا: وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں اور میرا ارادہ ہے کہ اسلام لے آؤں وغیرہ۔(جامع البیان:354/2)﴿2﴾﴿ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ ﴾ جو اس کے دل میں ہے اس کے بارے میں وہ خبر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ دل میں ہے اسی کا زبان سے اظہار کر رہا ہوں حالانکہ وہ اس بارے میں جھوٹا ہوتا ہے اگر وہ سچا ہوتا تو اس کی بات اس کے عمل کی مخالفت نہ کرتی۔﴿3﴾ یعنی وہ آپ کے سامنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے دل میں جو کفر اور نفاق ہے اللہ تعالیٰ اسے کھول دیتے ہیں۔(تفسیر قاسمی :168/3)﴿4﴾ دو چہروں والے انسان قسمیں کھاتے ہیں تاکہ خود کو سچا ثابت کرسکیں ان کی جھوٹی قسموں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:''جب منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہو۔ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً منافقین جھوٹے ہیں۔انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔پھر وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔یقیناً بہت برا ہے جو وہ کرتے ہیں۔''(المنافقون:1,2)

سوال3: اپنی نیک نیتی پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرانے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ منافق کے پاس چونکہ کردار کی حجت نہیں ہوتی اس وجہ سے ہر قدم پر قسم کو بطور دلیل پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے، جھوٹا آدمی اپنی نفسیاتی کمزوری کی وجہ سے سمجھتا ہے کہ مخاطب اس کی بات اس وقت تک باور نہیں کرے گا جب تک کہ وہ اس کو قسم کھا کر یقین نہ دلائے۔(تدبر القرآن:494)﴿2﴾ اپنی نیک نیتی پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے خلوص میں کسی کو کوئی شبہ نہ رہے۔

سوال4:﴿ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴾ ''حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴾ ''حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے'' ﴿ اَلَدُّ ﴾ کے معنی ٹیڑھے کے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴾ اور ان لوگوں کو اس کے ساتھ ڈرائیں جو سخت جھگڑالو ہیں۔(مریم:97) منافق بھی جھگڑے میں سیدھی بات پر نہیں رہتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حق سے ہٹ جاتے ہیں اورالزام تراشی کرتے ہیں ۔ ﴿2﴾یعنی ایسے کسی شخص سے جب بحث کریں تواس میں تعصب ،کج بحثی، سرکشی،اورسخت جھگڑالو پن نظرآتا ہے جب کہ ان کے معاملے میں مومن بردبار،نرم مزاج اورآسان ہوتا ہے۔﴿3﴾ سخت جھگڑالو سے مراد ایسا شخص ہے جو جھگڑے میں بدکلامی پراتر آئے۔نبی ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑادشمن وہ ہے جوسخت جھگڑالو ہے۔''(صحیح بخاری:4523) ﴿4﴾ سخت جھگڑالو سے مرادمنافق ہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں(الف)جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔(ب)جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔(ج)اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔(مسلم:211، بخاری:2682)اوردوسری حدیث میں ہے کہ منافق آدمی جب جھگڑتا ہے تو بدکلامی پر اتر آتا ہے۔(مسلم:34)

﴿وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (205)﴾

''اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں کوشش کرتا ہے کہ فساد پھیلائے اور وہ کھیتوں اورنسلوں کو برباد کرتا ہے اوراللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔''(205)

سوال1: ﴿وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا﴾''اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں کوشش کرتا ہے کہ فساد پھیلائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَإِذَا تَوَلّٰى﴾''اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے''یعنی جب آپ کے پاس ہوتا ہے تو اس کی باتیں آپ کو اچھی لگتی ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے لوٹ کر جاتا ہے۔﴿سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا﴾''تو زمین میں کوشش کرتا ہے کہ فساد پھیلائے''وہ گناہ اورنافرمانی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتا ہے جن سے زمین میں فساد پھیلتا ہے۔

سوال2: ایسا کیوں ہوتا ہے کہ کوئی اصلاح کی بات کرنے والا ہواورعملی سرگرمیاں فساد کا باعث بن جائیں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ تضاد ہے۔نتائج عمل سے پیدا ہوتے ہیں۔الفاظ حق پرستی کے اورعمل مفاد پرستی کا،اسی وجہ سے قول وفعل میں تضاد پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے دوسروں کا استحصال ہوتا ہے اوریہی فساد ہے۔﴿2﴾ منافق کی باتیں ٹیڑھی اورجھوٹی ہوتی ہیں۔اس کا عقیدہ گندہ اوراعمال گھناؤنے ہوتے ہیں۔منافقوں کی دوعملی سرگرمیاں ہوتی ہیں:(i)زمین میں فساد پھیلانا۔(ii) کھیتوں اورنسلوں کو برباد کرنا۔

سوال3: زمین میں فساد کیسے پھیلایا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شرک سے۔﴿2﴾ پروپیگنڈا سے۔﴿3﴾ ذاتی فائدے کی خاطر دوسروں کا استحصال کرنے سے جیسے اشتہارات میں ہر چیز کو مفید،ضروری،ناگزیراوربہترین بنا کر دکھایا جاتا ہے،یوں وہ چیز بنانے اور بیچنے والوں کا فائدہ ہوتا ہے اور باقی سب دھوکے میں آجاتے ہیں۔﴿4﴾ اپنی قیادت کی خاطر پوری قوم کو داؤ پر لگا دینا،اپنے اقتدار کے دوام کے لیے قوم کو بے راہ رواورغلام بنا دینے تک سے گریز نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنا۔ ﴿5﴾ اپنے مفاد کی خاطر ایسی سرگرمیاں جاری رکھنا جو صرف تخریب پیدا کرنے والی ہوں مثلاً اخبار بیچنے کے لیے ایسے مضامین، ایسی خبریں، ایسے اشتہارات دینا جو قوم کو اس کے نظریے سے دور ہٹا دینے والے ہوں۔ اسی طرح کسی چینل پر ایسے پروگرام دینا کہ لوگوں کو بھلی باتوں کا ہوش ہی نہ رہے۔ خیر، نیکی اور خدمت خلق کے کاموں کی بجائے صرف شہوت پرستی میں مبتلا رہیں۔ اپنے اقتدار کی خاطر عوام کو ایسی سرگرمیوں میں مصروف رکھنا جیسے مختلف قسم کے تہوار، بسنت، ویلنٹائن ڈے وغیرہ تاکہ لوگوں کی توجہ قیادت کی طرف سے ہٹ جائے، ان کی سرگرمیوں اور ان کے فیصلوں کی طرف سے ہٹ جائے اور یوں قیادت کو دوام ملے چاہے قوم کے نقصان کی بنیاد پر ملے۔ ﴿6﴾ کسی مصیبت پر فلاح و بہبود کے نام پر بے حیائی کو فروغ دینے والے پروگرامز کروانا۔ یہ سب فساد پھیلانے کے طریقے ہیں۔

سوال4: ﴿وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ﴾ ''اور وہ کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ منافق کی باتیں میٹھی اور افعال بدترین ہوتے ہیں کیونکہ اس کا عقیدہ خراب ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ یہاں سعیٰ سے مراد منافقوں کے کام میں فساد کرنا، کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرنا ہے۔ ﴿3﴾ زمین میں فساد کے باعث کھیتیاں، باغات اور مویشی تباہ ہو جاتے ہیں یا ان میں کمی ہو جاتی ہے۔ ﴿4﴾ عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ'' میں نسل سے مراد جانور ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿5﴾ گناہوں کے سبب بھی کھیتوں اور نسلوں سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

سوال5: آج کے دور میں کھیت کیسے خراب کیے جا رہے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ کیمیائی کھادوں کے ذریعے۔ ﴿2﴾ زمین کے فطری نظام کو بگاڑنے کے ذریعے خراب کیے جا رہے ہیں۔

سوال6: آج کے دور میں نسل انسانی کیسے تباہ کی جا رہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آبادی کی منصوبہ بندی کے ذریعے نسل انسانی کی تعمیر کرنے والی ماؤں کی ذہنی اور جسمانی صحت کو متاثر کر کے۔ ﴿2﴾ اخلاق برباد کر کے۔ ﴿3﴾ تعمیری کاموں کی طرف سے توجہ ہٹا کر۔

سوال6: ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا یعنی شرک کو کھیتوں اور نسلوں کی تباہی کو کیونکہ ان پر مخلوق کی زندگیوں کا انحصار ہے۔ ﴿2﴾ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو یہ کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی ناپسند کرتے ہیں خواہ زبان سے کتنی ہی اچھی باتیں کرے۔ ﴿3﴾ انسان کے قول کی تصدیق اس کا عمل کرتا ہے جب تک عمل گواہی نہ دے زبان کی بات قبول نہیں کی جا سکتی۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (206)﴾

''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو اس کی عزت اسے گناہ کے ساتھ پکڑ لیتی ہے، چنانچہ اس کے لیے جہنم کافی ہے اور یقیناً وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔'' (206)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ﴾ ''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو اس کی عزت اسے گناہ کے ساتھ پکڑ لیتی ہے'' انسانوں کے برے کردار منافق کو نصیحت کی جائے تو وہ کیوں سخت بگڑتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ﴾ ''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' جب زمین میں گناہوں اور نافرمانیوں کے ذریعے فساد پھیلانے والے سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو تکبر کرنے لگتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ﴾ ''اس کی عزت اسے گناہ کے ساتھ پکڑ لیتی ہے'' اس سے مراد ہے کہ عزت کا احساس یعنی غرور، انانیت اور تکبر اسے گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی یہ شخص میٹھی باتیں کرنے والا تھا۔ دیکھنے میں بھی اچھا لگتا تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتا تھا اور پاس بیٹھ کر اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور اس پر قسمیں کھاتا تھا اور اندر سے منافق تھا۔ رسول اللہ ﷺ (اس کی ظاہری باتوں کی وجہ سے) اسے قریب بٹھاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم التنزیل:179/1) ﴿3﴾ نصیحت میں اسے اپنی عزت کا بت ٹوٹتا نظر آتا ہے۔ وہ سخت بگڑتا ہے کہ اس پر کسی کو اعتراض کرنے کی جرأت کیسے ہوئی! ﴿4﴾ گناہ اور نافرمانی اکٹھی ہو جاتی ہیں اس کے اندر نصیحت کرنے والوں کے خلاف متکبرانہ رویے، اپنی ذات کی بڑائی کا احساس، حق کی دعوت دینے والے کے سامنے جھکنے سے روکتا ہے، اس لیے کہ داعی کو وہ اپنے سے چھوٹا سمجھتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑے گناہوں میں داخل ہے کہ انسان سے کہا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو وہ الٹا نصیحت کرنے والے کو ڈانٹ دے کہ تم اپنی نبیڑو، تم کون ہوتے ہو نصیحت کرنے والے!'' (فتح القدیر)

سوال2: اپنے وقار کا خیال انسان کو گناہ پر کیسے جما دیتا ہے؟

جواب: متکبر کو نصیحت کی جائے تو وہ سوچتا ہے کہ اسے نیکی کی طرف متوجہ کرنے والے کون لوگ ہیں؟ کیا یہ لوگ اسے ہدایت دے رہے ہیں؟ یہ سوچ اسے نیکی، انصاف اور حق پر نہیں بلکہ گناہ پر جما دیتی ہے۔ وہ گناہ کو نیکی سمجھنے لگتا ہے اور حق کے مقابلے میں اکڑنے لگتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ڈھٹائی پر اتر آتا ہے۔

سوال3: انسانیت کی بری تصویر کیسے لوگوں پر منطبق ہوتی ہے؟

جواب: انسانیت کی بری تصویر اس پر منطبق ہوتی ہے ﴿1﴾ جو دو چہروں والا منافق ہو۔ ﴿2﴾ جو چرب زبان ہو۔ ﴿3﴾ جو سخت جھگڑالو ہو۔ ﴿4﴾ جس کی فطرت خراب ہو چکی ہو۔ ﴿5﴾ جو نمائش کے لیے سب کچھ کرنے والا ہو۔ ﴿6﴾ جو اپنی ذات اور اپنی زندگی کو محور و مرکز بنانے والا ہو۔

سوال4: ﴿فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ''چنانچہ اس کے لیے جہنم کافی ہے اور یقیناً وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' اللہ تعالیٰ نے برے کردار کے انسان ''منافق'' کے لیے جہنم کو کافی قرار دیا، اس کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾﴿فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ﴾ ''چنانچہ اس کے لیے جہنم کافی ہے'' جہنم تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ ہے۔**﴿2﴾﴿وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾** ''اور یقیناً وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' جولوگ گناہ کووطیرہ بنالیں،حق کے ساتھ دشمنی کریں اورفساد برپا کریں،ان کے بارے میں رب کا فیصلہ ہے کہ بس جہنم ہی ان کے لیے کافی ہے جودل کوجلاڈالے گی،اس کی جلن دل سے چیخیں نکالے گی،جلاکرراکھ کردے گی۔یہی آگ ان کا علاج ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔جہاں وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گےاوراس میں کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ(207)﴾

''اورلوگوں میں سے کوئی ہے جواللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان تک بیچ دیتا ہےاوراللہ تعالیٰ بندوں پر بے حدنرمی کرنے والا ہے۔''(207)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیت سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔یہ مکہ میں اسلام لائے،ہجرت کی تیاری کی تو لوگوں نے کہا:تم اپنی دولت کے ساتھ نہیں جاسکتے،اگر جانا چاہتے ہوتو دولت یہاں چھوڑ دواورانہوں نے تمام دولت ان کے حوالے کردی۔اس پراللہ تعالیٰ نے یہ آیت ان کے حق میں نازل کی۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اوردوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ملاقات ان سے حرہ کے گردونواح میں ہوئی،انہوں نے کہا:سودا نفع بخش ہے۔روایات میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے کہا:''صہیب رضی اللہ عنہ نے اس سودے میں بہت ہی نفع کمایا۔''(ابن کثیر:290/1)

سوال2:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾ ''اورلوگوں میں سے کوئی ہے جواللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان تک بیچ دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَمِنَ النَّاسِ﴾ ''اورلوگوں میں سے کوئی ہے''لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں۔**﴿2﴾﴿مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾** ''جواللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان تک بیچ دیتا ہے''جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اورثواب کی امید پر اپنی جانوں کا سودا کرلیا۔اس کی مثال رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں۔سیدنا جابر بن انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے غزوۂ احد کے موقع پر پوچھایارسول اللہ ﷺ !اگرمیں قتل کردیا گیا تو میں کہاں جاؤں گا؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں''انہوں نے کھجور پھینک دی جوان کے ہاتھ میں تھی لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔(صحیح بخاری:4046)**﴿3﴾** قیس نے بیان کیا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا'اگرآپ نے مجھے اپنے لئے خریدا ہےتو پھراپنے پاس ہی رکھئے اوراگراللہ تعالیٰ کے لئے خریدا ہےتو پھرمجھے آزادکردیجیے اوراللہ تعالیٰ کے راستے میں عمل کرنے دیجیے۔(صحیح بخاری:3755)**﴿4﴾** اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان کو بیچنے والے کواللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے جس کی تلاش میں وہ اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیتا ہے۔**﴿5﴾﴿يَّشْرِيْ نَفْسَهُ﴾**

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اپنی جان تک بیچ دیتا ہے'' ﴿یَّشْرِیْ نَفْسَهٗ﴾ کا مفہوم اگر ''اپنی جان کا خریدنے والا'' لیا جائے تو اس سے مراد یہ بنتی ہے کہ اس نے دنیا کے غلام نفس کو خرید لیا اور خرید کر آزاد کر دیا، اللہ تعالیٰ کے سامنے خالص کر کے پیش کر دیا۔ اب اس نفس پر اس کا نہیں اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ ایسا شخص دنیا کی ساری اغراض اور تمام مقاصد کو قربان کر دیتا ہے اور اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کر دیتا ہے۔ ﴿6﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی خواہشات کو قربان کر دیا تو رب العزت نے فرمایا: ﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ (المجادلہ:22)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان کو کیسے فروخت کیا جاتا ہے؟

جواب: رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔ (التوبہ:111) اس معاہدے میں خریدار اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات گرامی ہے اور معاوضے میں سب سے جلیل القدر چیز جنت ہے اور معاوضے کے بدلے میں خرچ کی گئی قیمت وہ جان و مال ہے جو انسان کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم کتابوں میں یہ معاہدہ تحریر کیا گیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان کو کیسے فروخت کیا جاتا ہے؟ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنے خیالات کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو قبول کر کے اپنی مرضی کو فروخت کیا جاتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی من پسند عادات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ عادات اپنا کر اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنا مال اس کے کلمے کی بلندی کے لیے لگا کر اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خالص دین اختیار کر کے اور ان رسوم و رواج کو چھوڑ کر جن کو دین کے نام پر جاری رکھا ہوا تھا، اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں مصلحت پرستی چھوڑ کر اعلانیہ حق کو اپنا کر اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خالص دین اختیار کرنے کے لیے لوگوں کے عتاب کا نشانہ بن کر، اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو تلاش کرنے والا کیسی زندگی گزارتا ہے؟

جواب: اپنی سوچ، اپنے جذبوں اور اپنے عمل کا محور و مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات کو بناتا ہے۔ اس کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہنے میں گزرتی ہے۔

سوال 5: انسانیت کا عمدہ نمونہ یا دوسری تصویر کیسے لوگوں پر منطبق ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو خالص ایمان والا ہو۔ ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کے لیے یک سو ہو۔ ﴿3﴾ جس نے دنیا کے مقاصد کو چھوڑ دیا ہو۔ ﴿4﴾ جس نے اپنی زندگی، اپنا مال، اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: ﴿وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایسے بندوں کے لیے جو اس کی رضا کے لیے اپنی جانیں بیچ ڈالتے ہیں اپنی شفقت ورحمت کی خبر دی ہے جو اس نے اپنے اوپر واجب کرلی ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (208)﴾

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' (208)

سوال1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا﴾ اے لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔ یہاں ایمان والوں سے مراد اہل کتاب مومن ہیں، اگرچہ وہ مومن ہو چکے تھے لیکن تورات کی چند باتوں اور سابقہ شریعت پر عمل پیرا تھے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمان ہوئے ہو تو شریعت محمدیہ ﷺ کی ہر چھوٹی اور بڑی بات مانو۔ (ابن ابی حاتم) ﴿2﴾ اس سے مراد ہے اسلام کو مکمل طور پر اپنالیں۔ ﴿3﴾ ﴿ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ جو دین چھوڑا ہے اس کی باتوں کو اسلام میں شامل نہ کریں۔ ﴿4﴾ اس سے مراد ہے کہ جو احکامات مصلحت اور خواہشات کے مطابق نہ بھی ہوں ان کو بھی اپنالیں۔ اسلام میں پورے داخلے کے حکم سے ہر مسلمان سے یہ مطالبہ ہے کہ [i] وہ مخلص ہو جائیں۔ [ii] اللہ تعالیٰ کے ہو جائیں۔ [iii] دلی جذبات اور شعور کے میلانات ورجحانات کو اللہ تعالیٰ کے ارادے کے آگے جھکا دیں۔ [iv] ہر چھوٹا بڑا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیں۔ [v] بغیر کسی مصلحت کے اسلام کو اپنائیں۔ [vi] تحفظات کی پرواہ کئے بغیر اسلام کو اپنائیں۔ [vii] اسلام جسے اپنانے کے لیے کہے اسے اپنائیں، جسے چھوڑنے کے لیے کہے اسے چھوڑ دیں۔

سوال2: اسلام اختیار کرنے کی عام صورت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلام اختیار کرنے کی عام صورت یہ ہے کہ اسلام کو صرف اس حد تک اختیار کیا جائے جس حد تک کسی کی زندگی سے نہ ٹکراتا ہو۔ ﴿2﴾ اسلام کو صرف اس حد تک لیا جائے جو مفید یا کم از کم بے ضرر ہو اور اس اسلام کو چھوڑ دیا جائے جو کسی کے پسندیدہ عقائد، پسندیدہ عادات، ذاتی عزت اور دنیا کے فائدوں کو مجروح کرتا ہو۔

سوال3: مومن اسلام میں پورا داخل ہوتا ہے تو کیسی دنیا میں قدم رکھتا ہے؟

جواب: مومن شرح صدر کے ساتھ جب پورے طور پر اسلام میں قدم رکھتا ہے تو وہ ایسے جہان میں داخل ہو جاتا ہے جس میں اطمینان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے،سکون ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، جہاں نہ فساد ہے، نہ گمراہی ہے، نہ حیرانی ہے، نہ پریشانی ہے، جہاں انسانی نفس کے چھپے ہوئے حصوں تک میں بھی سکون ہوتا ہے، جہاں انسان کی ظاہری اور اجتماعی زندگی میں سکون ہوتا ہے۔

سوال 4: اسلام میں پورے پورے داخلے کا مومن کے دل پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: جب مومن ایک اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرتا ہے تو وہ مستقلاً اس پر جم جاتا ہے، اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ اب اس کا ایک راستہ ہے، ایک قبلہ ہے۔ اب اسے کسی جھوٹی قوت کا کوئی ڈر نہیں، کسی چیز کا خوف نہیں، نہ کسی چیز کی محرومی کا اور نہ کسی طاقت کا۔

سوال 5: ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ﴾ ''اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوْا ﴾ اور پیروی نہ کرو کیونکہ شیطان پیروی کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ﴾ شیطان کے قدم اس کے ڈالے ہوئے وسوسے ہیں۔ بندہ جب دین کے سارے احکامات پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ انسان کے دل میں اپنی خواہش کی محبت کو بے دار کرتا ہے اور بندہ اس خواہش کی طرف مائل ہو جاتا ہے، پھر یوں ہوتا ہے کہ جو حکم خواہش کے مطابق ہوتا ہے انسان اس پر عمل کر لیتا ہے اور جو خواہش کے خلاف ہوتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لیے رب العزت نے فرمایا شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو یعنی دل میں ابھرنے والے وسوسوں کے پیچھے نہ چلو۔ اس کے ڈالے ہوئے وسوسوں اور شبہات کی وجہ سے قرآن وسنت کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار نہ کرو کیونکہ وہ شیطان کا راستہ ہوگا۔

سوال 6: شیطان کے قدموں کے پیچھے کیسے چلا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان کے قدم اس کے ڈالے ہوئے وسوسے ہیں وہ اسلام کے خلاف وسوسے ڈالتا ہے، رسوم ورواج اور برائیوں کو خوب صورت بنا کر دکھاتا ہے۔ ﴿2﴾ شیطان بے حیائی اور برائی کی طرف لے جاتا ہے ایسے خیالات کے پیچھے چلنا شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنا ہے۔ ﴿3﴾ شیطان کے قدم ہمیشہ اسلام کے مخالف اٹھتے ہیں خواہ وہ رسوم ورواج کی پابندی ہو یا خلاف اسلام کوئی جدید سلسلہ ہو اس لئے اسلام کے خلاف کوئی کام کرنا دراصل شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنا ہے۔ ﴿4﴾ شیطان انسان کو برائیاں خوب صورت بنا کر دکھاتا ہے۔ برائی کی طرف راغب ہونے والی ہر سوچ دراصل شیطان کا جال، شیطان کا قدم ہے۔ اس لئے برائی سوچنا اور برائی کرنا دراصل شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنا ہے۔ ﴿5﴾ شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنے والا اسلام کو چھوڑ کر دوسرے نظام ہائے زندگی کی پیروی کرتا ہے۔ ﴿6﴾ شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنے والا اسلامی طریقوں کو چھوڑ کر غیر اسلامی طریقوں کو اپناتا ہے۔ ﴿7﴾ شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنے والا اسلامی طرز زندگی کی بجائے غیر مسلموں کا لائف سٹائل اپناتا ہے۔ ﴿8﴾ شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنے والا عبادات کو سنت کے مطابق انجام نہیں دیتا۔

سوال 7: ﴿ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ ''یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ شیطان سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ ﴿2﴾ دشمن سے ہر کوئی بچنا چاہتا ہے اس لیے اپنے دشمن سے بچ جاؤ۔ اپنی خواہشات کو دین کے تابع کرلو۔ بھلائی کے کام کرو، جن کاموں پر قدرت نہ ہو ان کے لیے بھی کوشش کرو۔ ﴿3﴾ دین میں مکمل طور پر داخل ہونا شیطان کی دشمنی کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے کہ وہ تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے اپنا دشمن بنالو۔

﴿ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (209) ﴾

''پھر اگر اس کے بعد تم پھسل گئے کہ تمہارے پاس واضح دلائل آ چکے تھے تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

(209)

سوال1: ﴿ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ ''پھر اگر اس کے بعد تم پھسل گئے کہ تمہارے پاس واضح دلائل آ چکے تھے تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَاِنْ زَلَلْتُمْ ﴾ شیطان انسان کو برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم سے کوتاہی ہوجائے، تم گناہ میں پڑ جاؤ۔ ﴿2﴾ ﴿ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ ﴾ ''اس کے بعد کہ تمہارے پاس واضح دلائل آ چکے تھے'' یعنی علم کے واضح دلائل آنے اور ان پر یقین کرنے کے بعد۔ ﴿3﴾ ﴿ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ ''تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اس آیت میں سخت وعید اور تخویف ہے جو لغزشوں کو ترک کرنے کی موجب ہے کہ جب نافرمان لوگ اس غالب اور حکمت والی ہستی کی نافرمانی کرتے ہیں تو وہ نہایت قوت کے ساتھ انہیں پکڑتی ہے اور اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق انہیں سزا دیتی ہے کیونکہ نافرمانوں اور مجرموں کو سزا دینا اس کی حکمت کا تقاضہ ہے۔ (تفسیر سعدی:252/1)

سوال2: واضح دلائل آنے کے بعد صحیح راستے پر نہ چلنے والا کیسے پھسلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ پھسلنے سے مراد لغزش کھانا، ڈگمگانا ہے۔ ﴿2﴾ ایسا انسان جب مصلحتوں کے پیچھے بھاگتا ہے تو پھسلتا ہے۔ ﴿3﴾ ایسا انسان تحفظات کا خیال رکھتا ہے تو پھسلتا ہے ۔ ﴿4﴾ ایسا انسان دینی ذمہ داریوں سے فرار کے راستے تلاش کرتا ہے تو پھسلتا ہے۔

سوال3: ''جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کے ذریعے کیسے ذہنی تیاری کی جارہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ﴿ عَزِيْزٌ ﴾ سب پر غالب ہے۔ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی خلاف ورزی کی، مصلحتوں کے پیچھے بھاگے تو اس کی قوت اور غلبے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ﴿2﴾ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے خلاف دینی ذمہ داریوں سے فرار کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی قوت اور غلبے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ﴿3﴾ اگر تم نے دینی ذمہ داریوں سے رکنے کے لئے تحفظات کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی قوت اور غلبے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ﴿ حَكِيْمٌ ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اس نے تمہارے لیے وہ نظام زندگی تجویز کیا ہے جو بہتر ہے اور جس سے اس نے تمہیں روکا ہے وہ دراصل تمہارے لیے برا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: اللہ تعالیٰ نے انسان کو پھسلنے سے بچانے کے لئے اپنی صفات **عَزِیْزٌ** اور **حَکِیْمٌ** کا شعور دلایا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت عزیز کا شعور دلایا ہے کہ وہ غالب ہے۔ اس کا انسان کی زندگی پر، اس کی قوتوں، صلاحیتوں پر، اس کے رزق پر ہر چیز پر غلبہ ہے لہٰذا پھسلنے سے بچ جاؤ پھسل بھی گئے تو آنا تو رب کے پاس ہے۔ اس طرح اس کے غلبے کا شعور انسان کو پھسلنے سے بچاتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حکیم کا شعور دلا کر انسان کو پھسلنے سے بچایا ہے کہ اس کا کوئی حکم، حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس نے شیطان کی دشمنی کی حقیقت بھی کھول دی ہے، اعمال کا انجام بھی واضح کر دیا ہے اس لئے پھسلنے سے بچ جاؤ۔

﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (210) ﴾

''وہ انتظار نہیں کرتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آئیں اور کام پورا کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جاتے ہیں۔''(210)

سوال1: **﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ﴾** ''وہ انتظار نہیں کرتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آئیں اور کام پورا کر دیا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ **﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ﴾** لوگوں کے انتظار سے مراد قیامت کا انتظار ہے۔ ﴿2﴾ **﴿اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾** ''مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آئیں'' دنیا میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی آمد کا انتظار ہے۔ ﴿3﴾ **﴿وَقُضِيَ الْاَمْرُ﴾** ''اور کام پورا کر دیا جائے'' غیبی حقائق کے ظاہر ہونے کے بعد کا اسلام قابل قبول نہیں۔ یعنی ایسی نشانی کے انتظار میں جس سے انہیں قطعی اور حتمی طور پر بات کا یقین آ جائے، ایسا یقین جیسے ہر انسان کو یہ یقین ہے کہ اسے موت آ کر رہے گی تو اسے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جب ایسی نشانی آ جائے گی تو پھر ایمان لانے کی کچھ قدر و قیمت نہ ہوگی، ایمان لانے کی قدر و قیمت تو بس اسی وقت تک ہے جب تک کہ امور غیب حواس ظاہری سے پوشیدہ ہیں۔ (تیسیر القرآن)

سوال2: اس آیت کے ذریعے کافروں کو کس چیز کی دعوت دی جا رہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں کافروں کو ڈرایا گیا کہ نبی رحمت ﷺ پر ایمان کیوں نہیں لاتے، کیا قیامت کا انتظار ہے جس دن اگلے پچھلے لوگوں کے فیصلے کر دیئے جائیں گے اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ہرگز نہیں! جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ اور تمہارا رب آئے گا اور فرشتے بھی صف در صف آ جائیں گے۔ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور اب اس کے لیے نصیحت کہاں؟ (الفجر:21,23) ﴿2﴾ کافروں کو ڈرایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو نیک اعمال کا وقت ختم ہو جائے گا۔

سوال3: جو لوگ پورے کے پورے اسلام میں داخل نہیں ہوتے، ان کے احساس کو مہمیز لگانے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جھنجھوڑا ہے کہ کس چیز کا انتظار ہے؟ کسی خوف ناک دن کا انتظار ہے کیا؟ کیا ایسے دن کا انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کا چھتر لگائے ہوئے آئے، فرشتے صفیں باندھے ہوئے آئیں، کوئی بات نہ کر پائے مگر جسے بات کرنے کی اجازت ملے اور وہ بات بھی صحیح کر رہا ہو اور وہ دن دور ہی کب ہے؟ فیصلہ ہو گیا، فرصت کا وقت ختم ہو گیا، کامیابی مشکل ہو گئی۔ سوچ لو آخر کار سارے معاملات کو پیش تو اسی کے حضور ہونا ہے۔ کب تک پیچھے رہو گے؟ کب تک سلامتی میں داخل نہ ہو گے؟ دیکھو سلامتی قریب ہے، یہ دنیا کی سلامتی بھی ہے اور آخرت کی سلامتی بھی۔ آؤ! قدم بڑھاؤ! خوف نہ کھاؤ! ہاتھ تھاموں گا، تمہیں چلا لوں گا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے ﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جاتے ہیں'' سے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ سارے کام چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے پورا پورا حساب لینا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دینی ہے اس لئے فوراً اسلام قبول کر لو، اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاؤ تاخیر نہ کرو۔ یہ سخت وعید ہے۔ کیا شیطان کی پیروی کرنے والے اس دن کے انتظار میں ہیں جو ہولناک ہو گا اور ظالموں کے دل دہلا دے گا اور جس میں فساد کرنے والوں کو پورا بدلہ دیا جائے گا؟

رکوع نمبر 10

﴿سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (211)﴾

''آپ بنی اسرائیل سے پوچھو: ہم نے انہیں کتنی ہی کھلی نشانیاں دیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل دے اس کے بعد کہ وہ اس کے پاس آ چکی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا والا ہے۔'' (211)

سوال 1: ﴿سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ﴾ ''آپ بنی اسرائیل سے پوچھو: ہم نے انہیں کتنی ہی کھلی نشانیاں دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿سَلْ﴾ آپ بنی اسرائیل سے پوچھیں۔ ﴿2﴾ ﴿كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ﴾ ''ہم نے انہیں کتنی ہی کھلی نشانیاں دیں'' وہ نشانیاں جو حق پر دلیل ہیں، رسولوں کی صداقت پر گواہ ہیں۔ ہم نے انہیں کتنی ہی آیات دیں اور انہوں نے پہچان لیا، انہیں یقین آ گیا مگر انہوں نے نعمت کی ناشکری کی۔

سوال 2: بنی اسرائیل سے سوال کرنے کو کیوں کہا گیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: سوال سے توجہ دلائی گئی ہے تاکہ مسلمان بنی اسرائیل کی تاریخ سے عبرت حاصل کریں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ان کے پاس کس قدر دلائل بھیجے گئے لیکن وہ ان سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے ان کو تبدیل کر کے گمراہی اور ہلاکت میں پڑ گئے جس کے نتیجہ میں انہیں دنیا میں بھی سزا ملی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔

سوال 3: سوال کے لیے بنی اسرائیل کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ آثار قدیمہ کی نسبت ایک جیتی جاگتی قوم زیادہ بہتر سامان عبرت ونصیحت ہے۔ ﴿2﴾ بنی اسرائیل کو کتاب اور نبوت عطا کر کے قوموں کی راہ نمائی کا فریضہ سونپا گیا تھا لیکن انہوں نے دنیا پرستی کی، علم اور عمل کا راستہ چھوڑ دیا، امت مسلمہ کو ان سے بہتر سبق کسی اور سے نہیں مل سکتا۔

سوال 4: ﴿وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل دے'' اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمَنْ يُّبَدِّلْ﴾ اور جو بدل دے۔ ﴿2﴾ ﴿نِعْمَةَ اللّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی اسلام کو۔ انہوں نے کفران نعمت سے نعمت کو بدل ڈالا۔ ﴿3﴾ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت اسلام کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا۔ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے سامنے سر نہ جھکایا، نہ دلائل نے انہیں مطمئن کیا، نہ ہی معجزات نے اور نہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے فائدہ اٹھایا۔ ﴿4﴾ انہوں نے ایمان کے بدلے کفر کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن گئے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے بدلنے کو کفر کیوں کہا؟

جواب: کفران کو ''نعمت کی تبدیلی'' اس لیے کہا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو کوئی دینی یا دنیاوی نعمت عطا کرتا ہے اور وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا اور اس کے واجبات کو ادا نہیں کرتا تو یہ نعمت اضمحلال کا شکار ہو جاتی ہے اور اس کے پاس سے چلی جاتی ہے اور کفر اور معاصی اس کی جگہ لے لیتے ہیں اس طرح گویا ''کفر'' نعمت کا بدل ہو گیا اور جو کوئی اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہے اور اس کے حقوق کو ادا کرتا ہے تو نعمت نہ صرف ہمیشہ برقرار رہتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس نعمت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 255/1)

سوال 6: ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا والا ہے'' اللہ تعالیٰ کن کے لیے بہت سخت سزا والا ہے؟

جواب: نعمت بدلنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ سخت سزا والا ہے۔

سوال 7: یہاں اس سے کون سی سزا مراد ہے؟

جواب: یہاں اس سزا سے مراد آخرت سے پہلے دنیا کی سزا ہے، چاہے یہ بے چینی اور بے اطمینانی کی صورت ہو یا کسی اور نوعیت کے عذاب کی صورت ہو۔ ربّ العزت کا ارشاد ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾ کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اتار دیا؟ جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت بری قرار گاہ ہے۔(ابراہیم:28,29)

سوال8: اللہ تعالیٰ نے اپنے ﴿شَدِیْدُالْعِقَابِ﴾ ''بہت سخت سزا والا ہے'' ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایمان کی نعمت چھوڑ کر کفر اختیار کرنے سے روکنے کے لئے اپنے ''بہت سخت سزا والا'' ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ(212)﴾

''دنیا کی زندگی ان کے لئے خوشنما بنادی گئی جنہوں نے کفر کیا اور وہ ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو ایمان لائے، حالانکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے بلند ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے۔''(212)

سوال1: ﴿زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''دنیا کی زندگی ان کے لئے خوشنما بنادی گئی جنہوں نے کفر کیا اور وہ ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿زُیِّنَ﴾ خوش نما بنادی۔ ﴿2﴾﴿لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا﴾ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا، اس کے رسولوں کا کفر کیا اور اس کے احکامات کے مطابق زندگی بسر نہیں کی۔ ﴿3﴾﴿الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا﴾ ان کے سامنے دنیا کی زندگی خوش نما بنادی ہے وہ اس دنیا میں مگن ہیں۔ان کی خواہشات، ارادے اور اعمال دنیا کے لیے ہو جاتے ہیں۔ ﴿4﴾﴿وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور وہ ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو ایمان لائے'' دنیا کے لیے بھاگتے ہیں، دنیا داروں کی عزت وتکریم کرتے ہیں اور ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا ہے۔

سوال2: دنیا کی زندگی خوش نما کیسے بنادی جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جن لوگوں کے لیے دنیا کی زندگی خوش نما بنادی جاتی ہے انہیں دنیا کی چیزیں بھلی لگنے لگتی ہیں، نظر دنیا کی چیزوں پر ٹکی رہتی ہے آگے بلند مقاصد تک نہیں جاتی۔ ﴿2﴾ وہ اللہ تعالیٰ کا مال جمع کرتے ہیں اور اس کے راستے میں خرچ کر کے اس کی رضا حاصل نہیں کرتے۔ ﴿3﴾ کفر کرنے والے دنیا کی محبت کی بنا پر ہی رب کے حکم کا انکار کرتے ہیں۔ ﴿4﴾ کفر کرنے والوں کی دل چسپی کے لئے دنیا کی زندگی کو خوش نما بنا دیا جاتا ہے تاکہ ان کی ساری سرگرمیاں، ان کا وقت، ان کی زندگی دنیا کے لئے ہی برباد ہو جائے۔

سوال3: اہل ایمان اور اہل دنیا کے راستے کیسے الگ ہو جاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان سے محبت کرنے والا آخرت کے حصول کے لیے محنت کرتا ہے اور اپنا وقت، مال، صلاحیت سب کچھ آخرت کے لیے بچالیتا ہے۔ ﴿2﴾ دنیا سے محبت کرنے والا اپنا وقت، مال، صلاحیت سب کچھ دنیا کے لیے لگا دینا چاہتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: کافراہل ایمان کامذاق کیوں اڑاتے تھے؟

جواب: کافرمالی اعتبار سے مسلمانوں کے مقابلے میں مضبوط تھے اس وجہ سے وہ مسلمانوں کامذاق اڑاتے تھے۔

سوال5: آج دنیا سے محبت کرنے والے اہل ایمان کامذاق کیوں اڑاتے ہیں؟

جواب: اہل ایمان، ایمان کی محبت میں آخرت کے حصول کے لیے کوششیں کرتے ہیں، ان کے سامنے مقصد زندگی واضح ہوتا ہے۔ دنیا سے محبت کرنے والے ان مقاصد کو سمجھ نہیں سکتے، اس لیے وہ ایمان والوں کامذاق اڑاتے ہیں۔

سوال6: ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''حالانکہ جولوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرگئے وہ قیامت کے دن ان سے بلند ہوں گے'' یہ کہہ کراہل ایمان کی ذہنی تیاری کیسے کی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''حالانکہ جولوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرگئے وہ قیامت کے دن ان سے بلند ہوں گے'' یہ کہہ کراہل ایمان کی ذہنی تیاری کی گئی ہے تاکہ اہل ایمان آخرت کامقام سامنے رکھتے ہوئے مذاق اڑانے والوں کی طرف دھیان نہ دیں۔ ﴿2﴾ دنیا تو مومن کے لئے قید خانہ ہے۔ اس دنیا میں تو مومن اور کافر سبھی کو آزمائش برداشت کرنی پڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اجر پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ایمان اور صبر کی وجہ سے اس کی تکلیف کم کردیتے ہیں۔ ﴿3﴾ تقویٰ والے قیامت کے دن بلند درجات پر ہوں گے، طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور کفار ان کے نیچے جہنم کی کھائی میں ذلت، رسوائی اور بدبختی میں مبتلا ہوں گے۔

سوال7: ﴿وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں کافر اور مومن کو رزق ملتا ہے۔ ﴿2﴾ یہ غلط فہمی ہر دور کے لوگوں میں رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف آئے تو غریب ہوجائیں گے۔ اس پر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے، جسے چاہے دنیا میں دے اور جسے چاہے دنیا وآخرت دونوں میں دے دے۔ دنیا کا سامان تو یہیں رہ جائے گا، کام آنے والا سرمایہ آخرت ہے۔ لہٰذا صرف یہ زندگی نہیں، آخرت کی زندگی کا بھی خیال رکھنا ہے۔ دنیا کا رزق اس بات کی علامت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندو! (میری راہ میں) خرچ کرو تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ رات اور دن کے مسلسل خرچ سے بھی اس میں کم نہیں ہوتا اور فرمایا تم نے دیکھا نہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے، مسلسل خرچ کئے جارہا ہے، لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان عدل ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔ (صحیح بخاری:4684) ﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اس کے مال میں سے اس کا اتنا حصہ ہے کہ اس نے کھایا کھا کر ختم کردیا، پہنا پہن کر پرانا کردیا، اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کردیا وہ بچالیا۔'' (صحیح مسلم:7420)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8: کیا اللہ تعالیٰ کے بے حساب رزق کا تعلق صرف آخرت سے ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے بے حساب رزق کا تعلق آخرت کے علاوہ دنیا سے بھی ہے جیسا کہ مسلمانوں کو فتوحات کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بے حساب رزق دیا حتیٰ کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم! مٹی میں بھی ہاتھ ڈالتا ہوں تو سونا بن جاتی ہے۔ ﴿2﴾ دنیا کا رزق تو وہ مومن اور کافر سب کو دیتا ہے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اہم ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتے۔ (جامع ترمذی:2320) ﴿3﴾ اس کے مقابلے میں علم، ایمان، توکل، اخلاص، محبت الٰہی، اللہ تعالیٰ کا خوف، اس پر امید اور صبر و شکر تو یہ دلوں کا رزق ہے جو اللہ تعالیٰ صرف اسے دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

﴿ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (213) ﴾

''لوگ ایک ہی امت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تا کہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کر دے جن میں انہوں نے اختلاف کیا اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آ چکے تھے، آپس میں ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، حق میں سے ہدایت دی، جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' (213)

سوال1: ﴿ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ ''لوگ ایک ہی امت تھے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ سب لوگ توحید پر تھے جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے توسط سے دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا نوح علیہ السلام تک دس پشتیں ہیں، ان دس زمانوں کے لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے پابند تھے۔ پھر اختلاف ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء مبعوث فرمائے۔ (ابن جریر) ﴿2﴾ یعنی وہ سب کے سب ایک ہی دین پر تھے اور وہ دین اسلام ہے۔ (فتح القدیر)

سوال2: جب لوگ ایک امت تھے پھر اختلاف کیسے پیدا ہوا؟

جواب: اختلاف شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے پیدا ہوا۔ ابلیس کی کوششوں کی وجہ سے شرک عام ہو گیا۔

سوال3: ﴿ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھیجا''انبیاء کی خوش خبریاں اور ڈراوے کس مقصد کے حصول کے لیے ہوتی تھیں؟

جواب:﴿1﴾﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ﴾''پھر اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا''اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف انبیاء بھیج کر رحم فرمایا۔﴿2﴾﴿مُبَشِّرِيْنَ﴾''خوش خبری دینے والے''انبیاء کی خوش خبریاں اطاعت کرنے والوں کے لیے ہوتی ہیں وہ اطاعت کے انجام کو واضح کرتے ہیں کہ دنیا میں جسم و روح کی قوت ،رزق اور پاکیزہ زندگی ملے گی اور آخرت میں سب سے بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔﴿3﴾﴿وَمُنْذِرِيْنَ﴾''اور ڈرانے والے''ڈراوے نافرمانی کرنے والوں کے لیے ہوتے تھے۔ڈراوے نافرمانی کے کاموں سے بچانے کے لیے تھے کہ اگر نافرمانیوں والی زندگی بسر کروگے تو دنیا میں ذلت ورسوائی پاؤ گے رزق میں تنگی ہوگی اور آخرت میں بدترین عذاب کے مستحق بنو گے ۔﴿4﴾انبیاء کی خوش خبریاں اور ڈراوے توحید کو قائم کرنے اور شرک ختم کرنے کے لیے ہوتے تھے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ نے اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لئے نبیوں کو خوش خبریاں دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تا کہ وہ توحید کو قائم کریں اور شرک ختم کریں۔

سوال4:﴿وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾''اور ان کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تا کہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کردے جن میں انہوں نے اختلاف کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾''اور ان کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا''اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو کتابیں عطا کیں۔ ﴿2﴾﴿بِالْحَقِّ﴾حق کے ساتھ یعنی کتابوں میں سچی خبریں اور عدل پر مبنی احکامات ہیں ۔﴿3﴾﴿لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾''تا کہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کردے جن میں انہوں نے اختلاف کیا''کتاب کے احکامات کے ذریعے انبیاء اصول و فروع کے اختلافات میں فیصلے کرتے رہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے باہمی اختلافات کو دور کرنے کے لیے کتاب بھیجی ،کتاب کے ذریعے اختلافات کیسے دور ہو سکتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے انبیاء پر کتابیں نازل کیں۔اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں۔﴿2﴾ کتاب یہ بتاتی ہے کہ کیا حق ہے اور کیا ناحق ؟ کیا خیر ہے اور کیا شر؟

سوال6:﴿وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾''اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی ،اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آ چکے تھے''لوگوں کے درمیان اختلاف کیوں ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾''اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی،اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آ چکے تھے''لوگوں کے درمیان اختلاف ہمیشہ حق کا راستہ چھوڑ دینے کی وجہ سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوتا ہے۔﴿2﴾﴿بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ ''آپس میں ضد کی وجہ سے'' اختلاف آپس میں زیادتی کرنے کے لیے ہوتا ہے۔اس اختلاف اورفرقہ بندی کے اصل محرکات کچھ اور ہوتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد بار ایک جامع لفظ ''بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ (تیسیر القرآن:162/1)﴿3﴾بغیاً سے مراد ظلم اور حسد ہے۔(ایسر التفاسیر:106) جو کہ اختلاف اورفرقہ بندی کے اصل محرکات ہیں۔﴿4﴾اس آخری ٹکڑے کے اندر اس عظیم ذمہ داری کی طرف اشارہ بھی ہے جو اس امت پر دین حق کی امانت سے متعلق عائد ہوتی ہے کہ اس حق کو پا کر تم بھی اس میں اس طرح کے اختلافات برپا کرنے والے نہ بن جانا جس طرح دوسرے تم سے پہلے بن گئے۔(تدبر القرآن:504)

سوال7: حق کا راستہ چھوڑ دینے کا سبب کیا بنتا ہے؟

جواب: حق کا راستہ چھوڑ دینے کا سبب بغض اور عناد بنتا ہے جو تقلید اور بدعات کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

سوال8: حق کا راستہ چھوڑ دینے کا کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟

جواب: حق کا راستہ چھوڑ دینے سے اختلافات بڑھتے چلے جاتے ہیں حتی کہ امت کے اتحاد کا معاملہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

سوال9: ﴿فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، حق میں سے ہدایت دی، جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا'' اللہ تعالیٰ نے اختلافات میں اپنی مشیت سے حق کی طرف کیسے راہ نمائی کی؟

جواب: ﴿1﴾﴿فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، ہدایت دی'' اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ایمان والوں کی راہ نمائی فرمائی۔﴿2﴾﴿لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ﴾ ''جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا حق میں سے'' جس میں اہل کتاب اختلافات کا شکار ہو کر حق سے دور ہو گئے اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں ان کی راہ نمائی فرمائی۔﴿3﴾﴿بِاِذْنِهٖ﴾ ''اپنے حکم سے'' اپنی رحمت سے ان کے لیے معاملہ آسان کر دیا۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے اختلافات میں اپنی مشیت سے یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان جن امور میں اختلاف تھا ان میں مسلمانوں کی حق کی طرف راہ نمائی کی مثلاً سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے جھٹلایا اور سیدہ مریم علیہا السلام پر بہتان باندھے۔ اس کے برعکس عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ اور سیدہ مریم علیہا السلام کو مادر خدا کا درجہ دے دیا۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حق کی طرف راہ نمائی کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور فرماں بردار بندے تھے۔

سوال10: اختلاف کی صورت میں کیا فرض ہے؟

جواب: ﴿1﴾اختلاف اور جھگڑا ہونے کی صورت میں فرض ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹایا جائے۔اگر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں ان اختلاف اور جھگڑا کرنے والوں کا فیصلہ موجود نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے جھگڑوں کو ان کی طرف لوٹانے کا حکم نہ دیتا۔﴿2﴾اختلاف میں سیدھے راستے کی ہدایت کی دعائیں کرنے کی ضرورت ہے جیسے نبی ﷺ دعا کیا کرتے تھے۔سیدہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''جب بھی رات کو آپ ﷺ اپنی نماز شروع فرماتے تو (یہ دعا پڑھتے): ''اے اللہ! جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کے پروردگار! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! ظاہر اور باطن کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان چیزوں کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ مجھے سیدھا راستہ دکھا اور اے اللہ! حق کی جن باتوں میں اختلاف ہو گیا ہے، تو مجھے ان میں سیدھے راستے پر رکھ۔ بے شک تو ہی جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔'' (صحیح مسلم:1811)

سوال 11: ﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر حجت قائم کرنے کے لیے انہیں سیدھے راستے کی طرف دعوت دی ہے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جسے چاہا ہدایت سے نواز دیا۔

سوال 12: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسے صراط مستقیم کے لیے چن لیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو حق پر چلتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو لوگوں کی خواہشات کے مطابق ادھر ادھر نہیں ہٹتے۔ ﴿3﴾ جو حق پر جمتے ہیں۔ ﴿4﴾ جو انسانوں کی پسند اور رجحانات کے مطابق کھلونا نہیں بنتے۔

سوال 13: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کیسے صراط مستقیم دکھایا؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں اور عیسائیوں نے اختلاف کیے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صراط مستقیم دکھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم دنیا میں سب سے پیچھے تھے لیکن جنت میں سب سے پہلے جائیں گے۔ اہل کتاب کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں قرآن سب سے آخر میں دیا گیا۔ اہل کتاب مختلف فرقوں میں بٹ گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے سے اختلافات میں ہماری صحیح صحیح راہ نمائی فرمائی۔ اہل کتاب میں ہفتے کی چھٹی منانے میں اختلاف ہو گیا کوئی ہفتہ مناتا ہے کوئی اتوار۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحیح دن بتا دیا جو جمعہ ہے۔ اہل کتاب اس حیثیت سے بھی ہم سے پیچھے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق) ﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کی اور بتایا کہ وہ حنیف یعنی یکسو اور مسلم یعنی فرماں بردار تھے۔

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (214)﴾

''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے، ان کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہو گی؟ سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے۔'' (214)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ ''یاتم نے گمان کررکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں مومن کی آزمائش ضرور ہوتی ہے۔جوکوئی اللہ تعالیٰ کے دین پر چلنے کا دعویٰ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے آزماتا ہے۔اگر وہ اس راستے میں آنے والے مصائب اور مشکلات کی پرواہ نہیں کرتا تو وہ سچا ہے اور اگر مشکلات اسے راستے سے ہٹا دیتی ہیں تو وہ اپنے ایمان کے دعوے میں جھوٹا ہے۔﴿2﴾﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ ''یاتم نے گمان کررکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے'' ایمان محض دعووں اور تمناؤں کا نام نہیں۔ایمان کی تصدیق اعمال کرتے ہیں۔جنت میں داخلے کی تمنا کے لیے آزمائش بھی ہوگی اور ثبات بھی مطلوب ہے ۔﴿3﴾اس کا مطلب یہ ہے کہ آزمائش اور امتحان سے پہلے جنت کی آرزو ٹھیک نہیں۔﴿4﴾رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ یاتم نے گمان کرلیا کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ان کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ جان لے صبر کرنے والوں کو۔(آل عمران:142)﴿الٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ﴾ الم۔کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ اور یقیناً ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمایا جو ان سے پہلے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور یقیناً وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا۔ (العنکبوت:1,3)

سوال2: جنت کی قیمت کیا ہے؟

جواب: جنت کی قیمت انسان کا اپنا وجود اور اس کا مال ہے جیسا کہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔(التوبہ:111)

سوال3: ﴿وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''حالانکہ ابھی تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''حالانکہ ابھی تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے'' یعنی آزمائش تو اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔پہلے لوگوں کو بھی آزمایا گیا۔اس سنت جاریہ میں تبدیلی نہیں آسکتی۔﴿2﴾سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔آپ ﷺ اس وقت اپنی ایک چادر پر ٹیک دیے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے؟ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ (ہم کافروں کی ایذا دہی سے تنگ آچکے ہیں۔) آپ ﷺ نے فرمایا:'' (ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں ڈال دیا جاتا، پھران کے سر پر آرا رکھ کران کے دوٹکڑے کردیے جاتے، پھربھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے۔لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کران کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے، پھربھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔اللہ تعالیٰ کی قسم! کہ یہ امر (اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اورایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقامِ صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا (لیکن راستوں کے پرامن ہونے کی وجہ سے) اسے اللہ تعالیٰ کے سوااور کسی کا ڈر نہیں ہوگا یا صرف بھیڑیے کا خوف ہوگا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔'' (صحیح بخاری:3612)

سوال4: کون سے حالات جنت کی طرف لے جاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جن حالات سے گھبرا کرانسان ان میں جینانہیں چاہتاوہی حالات جنت کی طرف لے جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ زندگی کے نقشے کو بدلنے والے حالات، مشکلات اورمصائب، آزمائشیں اورامتحانات، اللہ تعالیٰ کے لیے یک سواور خالص کرنے والے حالات ہیں۔ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی رضا، نبی ﷺ کی اتباع اوردین اسلام کے مطابق چلنا جنت کے راستے کا مسافر بنادیتا ہے۔

سوال5: جنت کا راستہ کیسا راستہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جنت کا راستہ زندگی کے نقشے کو بدلنے کا راستہ ہے۔ ﴿2﴾ جنت کا راستہ اپنی شخصیت کو بدلنے کا راستہ ہے۔ ﴿3﴾ جنت کا راستہ مشکلات کو برداشت کرنے کا راستہ ہے۔ ﴿4﴾ جنت کا راستہ تنگی اورمصیبت میں صبر کرنے کا راستہ ہے۔ ﴿5﴾ جنت کا راستہ آزمائشوں اورامتحان کے بعد اللہ تعالیٰ کے لیے یک سواور خالص ہوجانے کا راستہ ہے۔

سوال6: ﴿مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا﴾ ''ان کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اوروہ بری طرح ہلائے گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ﴾ ''ان کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی'' یعنی ان کو سختیاں اور تکلیف پہنچیں۔وہ فاقوں میں مبتلا ہوئے ،انہیں مختلف بیماریوں نے گھیرلیا۔ ﴿2﴾ ﴿وَزُلْزِلُوْا﴾ ''اوروہ بری طرح ہلائے گئے'' یعنی قتل وغارت، خانہ جنگیاں، جلاوطنی مال لوٹ لینے اوردیگر نقصانات کے ذریعے انہیں دہشت میں مبتلا کیا گیا۔

سوال7: ﴿حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ﴾ ''یہاں تک کہ رسول بھی اوروہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ حالات کی شدت نے انہیں ایسے مقام تک پہنچادیا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر یقین رکھنے کے باوجود رسول اورایمان والے پکار اٹھے ۔ ﴿2﴾ ﴿مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی'' انبیاء علیہم السلام اوران کے ساتھیوں کا یہ عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی کسی شک وشبہ کی وجہ سے نہ تھا جو ان کی شان کے خلاف ہے بلکہ اس سوال کا منشاء یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ مدد کا وعدہ فرمایا ہے مگر اس کا وقت اورمقام متعین نہیں فرمایا اس لیے حالت اضطرار میں ایسے الفاظ عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ مدد جلد بھیجی جائے اورایسی دعا کرنا توکل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یامنصب نبوت کے منافی نہیں بلکہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی الحاح وزاری کو پسند فرماتے ہیں۔اس لئے انبیاء علیہم السلام وصلحاء امت اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔(معارف القرآن:510/1)

سوال8: مصیبتوں اور مشقت والے حالات کا تذکرہ یہاں کس مقصد کے لیے کیا گیا؟

جواب: یہاں یہ تذکرہ اس مقصد کے لیے کیا گیا تا کہ مسلمانوں کے اندر حوصلہ پیدا ہو اور وہ صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلنے کا عزم کرنے کے قابل ہو جائیں۔

سوال9: ﴿اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ ''سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے'' اللہ تعالیٰ کی مدد انسانوں کو کب ملتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو شخص حق پر قائم رہتا ہے تب امتحان اس کے لیے نصرت کی خوش خبری لے کر آتا ہے اور دل کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ ﴿2﴾ جب اہل ایمان مصائب کو برداشت کر لیتے ہیں، وہ ثابت قدم رہتے ہیں، جب وہ مصیبتوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد اہل ایمان کے لیے یقینی طور پر آتی ہے اس لیے قریب ہے۔ ﴿3﴾ ہر آنے والی چیز قریب ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد نے آنا ہی ہے اس لیے وہ قریب ہے۔

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (215)﴾

''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو وہ والدین اور رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اور جو بھلائی تم کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔''(215)

سوال1: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بہت مال دار تھے۔انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا: ہم کیا خرچ کریں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں خرچ کرنے کی جگہیں بتا دی گئیں۔ ﴿2﴾ یہ آیت نفلی خیرات کے بارے میں نازل ہوئی۔رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: والدہ پر، والد پر، بہن پر، بھائی پر پھر درجہ بدرجہ قریبی عزیزوں پر خرچ کرے۔ ﴿3﴾ یہ سوال خرچ کرنے والے اور جس پر خرچ کیا جائے ان کے بارے میں عام ہے۔(تفسیر سعدی:259/1)

سوال2: ﴿قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ ''آپ کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو وہ والدین اور رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے'' مال خرچ کرنے کے اولین مصارف کیا بتائے گئے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ﴾ ''آپ کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو وہ والدین کے لیے ہے'' (الف) آپ تھوڑا خرچ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرو یا زیادہ سب سے پہلے مستحق والدین ہیں جن کی نافرمانی حرام ہے اور جن کے ساتھ نیکی کرنا فرض ہے۔(ب) والدین کی سب سے بڑی فرماں برداری ان پر مال خرچ کرنا اور سب سے بڑی نافرمانی ان پر مال خرچ نہ کرنا ہے۔وسعت رکھنے والے بیٹے کے لیے والدین پر خرچ کر نا فرض ہے۔﴿2﴾﴿وَالْاَقْرَبِيْنَ﴾''اور رشتہ داروں (کے لیے)''والدین کے بعد رشتہ داروں پر، ہر رشتے کی حیثیت کے مطابق خرچ کیا جائے۔اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ جو زیادہ قریبی ہے وہ زیادہ مستحق ہے۔جو بھی زیادہ قریبی اور ضرورت مند ہے اسے دیا جائے یہی صدقہ اور صلہ رحمی ہے۔(تفسیر سعدی:259,260/1)قریبی رشتہ داروں کا خیال رکھنے سے خاندان کے اندر امن اور محبت میں اضافہ ہوگا اور خاندان کے افراد کے درمیان رابطے مضبوط ہوں گے۔﴿3﴾﴿وَالْيَتٰمٰى﴾یتیموں سے مراد چھوٹے بچے ہیں چونکہ ان کا کوئی کمانے والا نہیں ہوتا اور وہ خود اپنی ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کے حق میں وصیت کی ہے۔﴿4﴾﴿وَالْمَسٰكِيْنِ﴾مساکین سے مراد ضرورت مند لوگ ہیں۔ان پر ان کی ضرورت سے بے نیاز کرنے کے لیے خرچ کیا جائے۔﴿5﴾﴿وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾سے مراد اجنبی مسافر ہے جو سفر خرچ کے ختم ہو جانے کی وجہ سے مشکلات میں گھر گیا ہو۔ان پر خرچ کر کے ان کے ساتھ تعاون کرنے کا حکم ہے۔

سوال3: صدقہ کب شروع ہوتا ہے؟

جواب: صدقہ تب شروع ہوتا ہے جب انسان اپنی ضروریات پوری کر لے۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''اپنی ذات سے ابتدا کر اور اس پر خرچ کر۔اگر اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے رشتے داروں کے لیے اور اگر تیرے رشتے داروں سے بھی کچھ بچ جائے تو اس اس طرح اور اپنے ہاتھوں سے آپ ﷺ اپنے دائیں اور بائیں اشارہ کرتے تھے۔''(صحیح مسلم:2313)سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''اے ابن آدم!اپنی ضروریات سے زائد مال خرچ کر دینا تیرے لیے بہتر ہے۔اگر تو اس کو روک لے گا تو تیرے لیے برا ہوگا اور بقدر کفایت تو ملامت نہیں کیا جائے گا اور دینے کی ابتدا اپنے اہل وعیال سے کر اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''(صحیح مسلم:2388)

سوال4: کمزوروں اور محروموں کی مدد کے لیے انفاق کے حکم میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾ کمزوروں اور محروموں کی مدد کرنے سے انسان کو خود فائدہ ہوتا ہے۔انسان کے اندر جذبہ رحمت ابھرتا ہے اور اشتراک کے جذبے کی تسکین ہوتی ہے۔﴿2﴾یتیم چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی ان کی مدد کرنے سے انسان کے اندر جذبہ رحمت ابھرتا ہے۔﴿3﴾مساکین کے پاس اخراجات کے لیے کچھ نہیں ہوتا،اپنی شرافت اور سفید پوشی کی وجہ سے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ان پر خرچ کرنے سے انسان کے جذبۂ اشتراک اور جذبہ رحم کو تسکین ملتی ہے۔﴿4﴾مسافروں کے لیے گھر سے دور بہت ساری رکاوٹیں ہوتی ہیں ان پر خرچ کرنے سے انسان کے جذبۂ رحمت اور اشتراک کے جذبے کو تسکین ملتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: کیا خرچ کا یہ حکم زکوٰۃ سے متعلق ہے؟

جواب: یہ حکم زکوٰۃ سے متعلق نہیں کیونکہ اس میں ماں باپ کا تذکرہ ہے جن پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنی جائز نہیں۔

سوال6: خرچ کرنے کی ان مدات اور آج کے دور میں مسلمانوں کے خرچ میں کیا فرق ہے، وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا میمون بن مہران رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ ''خرچ کرنے کی ان جگہوں میں نہ طبلہ سارنگی کا ذکر ہے اور نہ چوبی تصویروں اور دیواروں پر لٹکائے جانے والے آرائشی پردوں کا'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان چیزوں پر مال خرچ کرنا اسراف ہے اور ناپسندیدہ ہے۔ آج کے دور میں یہ ناپسندیدہ اخراجات ہماری زندگی کا حصہ بن گئے ہیں حتیٰ کہ ان سے کوئی نفرت بھی محسوس نہیں کرتا۔

سوال7: ﴿ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور جو بھلائی تم کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ ﴾ ''اور جو بھلائی تم کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے خاص مدات کا ذکر کرنے کے بعد حکم کو عام کر دیا ہے کہ جو بھی تم دوسرے لوگوں پر خرچ کرتے ہو سب خیر ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾ اللہ تعالیٰ انفاق سے بھی باخبر ہے، اس کے مقصد سے بھی باخبر ہے، اس کے پیچھے نیت کو بھی جانتا ہے۔ اس لیے یہ انفاق ہرگز ضائع نہیں ہوگا۔ تمہیں اس خرچ کا بدلہ دے گا۔ جتنی کسی کی نیت خالص ہو گی اتنا ہی اجر میں اضافہ ہوگا۔

سوال8: اللہ تعالیٰ نے بھلائی کے لیے خرچ کرنے پر اپنی کس صفت کا شعور دلا کر آمادہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بھلائی کے لیے خرچ کرنے پر اپنی صفت ''علیم'' کا شعور دلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم کی وجہ سے انسان کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور اجر کا یقین آتا ہے جس کی وجہ سے خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ ربّ العزت نے واضح فرمایا کہ وہ تمہاری ہر نیکی کا علم رکھتا ہے، قیامت کے دن تمہیں اس کا پورا پورا اجر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (216) ﴾

''تم پر قتال فرض کر دیا گیا حالانکہ وہ تمہارے لیے ناپسندیدہ ہے اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بدتر ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (216)

سوال1: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ﴾ ''تم پر قتال فرض کر دیا گیا' حالانکہ وہ تمہارے لیے ناپسندیدہ ہے'' انفاق اور قتال کا حکم انسان پر ناگوار کیوں گزرتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ﴾ ''تم پر قتال فرض کر دیا گیا'' اللہ تعالیٰ نے قتال کو فرض کیا ہے پہلے مسلمان کمزور تھے پھر وہ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تو انہیں قتال کا حکم دیا گیا۔ ﴿2﴾ ﴿وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ﴾ ''حالانکہ وہ تمہارے لیے ناپسندیدہ ہے'' خوف اور ہلاکت کے خطرے کی وجہ سے نفس جہاد کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ قتال خالص نیکی ہے جس کا بڑا اجر و ثواب ہے اور دشمن پر فتح کی صورت میں مال غنیمت بھی ملتا ہے۔ ﴿3﴾ انسان اپنی جان اور اپنے مال پر اپنا حق سمجھتا ہے اور اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ اسے دوسروں پر بھی خرچ کرو۔ یہ دونوں کام بالکل مختلف ہیں اس لیے انسان کو ناگوار لگتا ہے۔

سوال 2: قتال فی سبیل اللہ کیوں واجب ہے؟

جواب: دنیا میں رہنے کے دو طریقے ہیں: ایک اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا طریقہ جو وحی کے ذریعے سے انسانوں کے علم میں آیا اور دوسرے وہ تمام طریقے جو رب نے نہیں بتائے، یہ انسانوں کے خود ساختہ طریقے ہیں۔ دو علیحدہ علیحدہ طریقہ ہائے زندگی کو اختیار کرنے والوں کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ اختلاف نفرت اور دشمنی میں بدل جاتا ہے، پھر انسان انسانوں کے طریقوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ عام طور پر اللہ والوں کا طرز عمل اللہ تعالیٰ کے مخالفوں کو پسند نہیں آتا۔ جب کبھی خدا مخالف قوتیں دلیل کے میدان میں ہار جاتی ہیں تو تشدد کا بازار گرم کر دیا جاتا ہے اور اللہ والوں کے لیے سچے اور فطری طریقۂ زندگی پر عمل کرنا ناممکن بنا دیا جاتا ہے۔ ایسے میں اپنے نظریے پر قائم رہنے اور انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے قتال فی سبیل اللہ واجب ہو جاتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لیے بھی بھلائی ہے اور پوری انسانیت کے لیے بھی بھلائی ہے۔ یہ فرض سچائی کے لیے ہے، بھلائی کے لیے ہے، اصلاح کے لیے ہے۔

سوال 3: ﴿وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ﴾ ''اور ہو سکتا ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم کوئی چیز پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بدتر ہو'' جہاد کے حکم کی مثال دے کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کیا سمجھایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''اور ہو سکتا ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ اگرچہ تمہارے لیے دشوار ہو مگر اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرو کیونکہ ہر کام کے انجام اور نتیجے کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہو سکتا ہے اس میں تمہارے لیے بہتری ہو جیسے جہاد کے نتیجے میں عزت، مال اور فتح نصیب ہو سکتی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ﴾ ''اور ہو سکتا ہے کہ تم کوئی چیز پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بدتر ہو'' یعنی گھر بیٹھنا تمہیں پسند ہے تو اس کے نتیجے میں دشمن غالب آ سکتا ہے، ذلت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ دنیا میں شکست، کفار کا تسلط اور آخرت میں جہنم کا عذاب۔

سوال 4: انسان جسے اچھا سمجھتا ہے وہ چیز اس کے حق میں اچھی نہیں ہوتی، جسے برا سمجھتا ہے وہ اس کے حق میں اچھی ہوتی ہے، کیسے؟

جواب: ﴿1﴾ جو انسان دنیا کے فائدے چاہتا ہے، ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ ﴿2﴾ انسان آزاد زندگی پسند کرتا ہے حالانکہ اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا فائدہ اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسی میں خودکو باندھے۔ ﴿3﴾ انسان قربانی والے دین سے خوش نہیں ہوتا اوراس دین کو چاہتا ہے جہاں معمولی کاموں پر جنت کی خوش خبری ہو۔

سوال5: قتال فی سبیل اللہ کی فضیلت بیان کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا سہل بن سعد، سیدہ انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام کو نکلنا ساری دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے۔ (بخاری:392/1) ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ضرور میری خواہش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔ (بخاری) ﴿4﴾ سیدنا عبدالرحمٰن بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی بندے کے قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اسے دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی۔ (بخاری) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں کبھی جہاد کا خیال آیا تو وہ نفاق کی ایک حالت پر مرا۔ (صحیح مسلم :4931) ﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوا اور اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ اس کی راہ میں کون زخمی ہوتا ہے تو وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا۔ رنگ تو خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔ (بخاری:313/2)

سوال6: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' سے انسان کو کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' اس سے انسان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ معاملات کی اصل حقیقت تک تمہارا علم نہیں پہنچ سکتا جب کہ رب سب کچھ جاننے والا ہے۔ ﴿2﴾ یہ سمجھایا گیا ہے کہ علم والے پر اعتماد کرنا چاہئے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاو قدر کے ساتھ چلو خواہ تمہیں اچھا لگے یا برا لگے۔ (تفسیر سعدی:261/1)

رکوع نمبر11

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (217)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''وہ آپ سے حرمت والے مہینے میں قتال کرنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔آپ کہہ دیں اس میں قتال کرنا کبیرہ گناہ ہے اوراللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنااوراس کے ساتھ کفر کرنااور مسجد حرام سے روکنااوراس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنااللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا (گناہ) ہےاورفتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے۔اوروہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ اگر وہ استطاعت پائیں تو تمہیں تمہارے دین ہی سے پھیر دیں،اورتم میں سے جواپنے دین سے پھر جائے پھر وہ مرجائے اس حال میں کہ وہ کافر ہوتو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیااور آخرت میں ضائع ہوگئے اوریہی لوگ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(217)

سوال1: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ﴾ ''وہ آپ سے حرمت والے مہینے میں قتال کرنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں'' ماہ حرام میں قتال کا سوال کیوں پوچھا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ متعدد روایات میں آیا ہے کہ یہ آیات سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔نبی ﷺ نے آٹھ آدمیوں کا ایک قافلہ بطن نخلہ کی طرف بھیجا تھا(جومکہ اورطائف کے درمیان ایک مقام تھا)۔ان کو ہدایت فرمائی تھی کہ قریش کی نقل وحرکت اوران کے آئندہ ارادوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں،جنگ کی اجازت آپ ﷺ نے نہیں دی تھی لیکن ان لوگوں کوراستے میں ایک چھوٹا سا تجارتی قافلہ ملا،اس پرانہوں نے حملہ کیا،ایک آدمی کوقتل کردیااور باقی لوگوں کوان کے مال سمیت مدینہ گرفتار کرکے لے آئے۔یہ کاروائی ایسے وقت ہوئی جب کہ حرام مہینے کا آغاز ہوگیا تھا یعنی رجب کا پہلا دن تھااوردستے کا خیال یہ تھا کہ جمادی الاخریٰ کا آخری دن ہے۔﴿2﴾ عرب حرام مہینوں کا احترام کرتے تھےاوراسلام نے بھی ان کا احترام برقرار رکھا تھا۔جب یہ دستہ قافلے اورقیدیوں کو لے کرمدینہ پہنچا،نبی ﷺ کے سامنے مال غنیمت پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:میں نے تمہیں حرام مہینوں میں لڑنے کا حکم کب دیا تھا؟ قیدی کھڑے کردیے گئے اورآپ ﷺ نے لینے سے انکار کردیا۔یہ لوگ گھبرا گئے،مسلمان بھائیوں نے انہیں برا بھلا کہا۔قریش مکہ نے کہا:محمد ﷺ کے ساتھیوں نے حرام مہینوں کی حرمت کوختم کردیا ہے۔یہودیوں نے گمراہ کن پروپیگنڈا کیا،اس میں آپ ﷺ اورآپ ﷺ کے ساتھیوں کوایسے پیش کیا گیا جوعربوں کے تمام مقدسات کا انکار کرتے ہیں اورصدیوں کی روایات کو پامال کررہے ہیں۔اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں،معاملے کا سچائی کے ساتھ فیصلہ ہوگیااوررسول اللہ ﷺ نے قیدیوں اور مال غنیمت کوقبول کرلیا۔(ابن کثیر:298/1)

سوال2: ﴿قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ﴾ ''آپ کہہ دیں اس میں قتال کرنا کبیرہ گناہ ہے'' حرام مہینوں میں لڑنا کیسا ہے؟اس کے جواب میں رب العزت نے جوفرد جرم عائد کی،اس سے کیا ثابت کرنا مقصود ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا،لوگوں کواللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا،مسجد حرام کی حرمت کوتوڑا،اس میں مسلمانوں کواذیت دی اور پورے تیرہ سال اذیتیں دے کرمسلمانوں کواللہ تعالیٰ کے دین سے روکتے رہےاورپھر مسجد حرام کے باشندوں کو ان کے گھروں سے نکالا۔انہوں نے حرم کے تقدس کا کوئی خیال نہ رکھااوراس کے احترام کے کسی اصول پرعمل نہ کیا۔مسلمان توان لوگوں سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

برسرپیکار ہیں جوحرم مقدس کا بھی خیال نہیں کرتے ،انہوں نے حرم اورحرام مہینوں کوایک پردہ بنالیا ہے، یہ حقیقی احترام نہیں ہے۔

سوال 3:﴿وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا اوراس کے ساتھ کفر کرنا اورمسجد حرام سے روکنا اوراس کے رہنے والوں کووہاں سے نکالنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا (گناہ) ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا''یعنی مشرکوں کا اہل ایمان کوروکنا۔جوبھی دین کے راستے پر چلنا چاہے اس کو دین سے ہٹا دینے کی کوشش کرنا۔﴿2﴾﴿وَكُفْرٌۢ بِهٖ﴾اورحرمت والے شہر میں کفر کا ارتکاب کرنا۔﴿3﴾﴿وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾اورمسجد حرام کی حرمت کو پامال کرنا۔اس میں مشرکوں نے 360 بت لا کر رکھ دیے تھے۔﴿4﴾﴿وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾'' اوراس کے رہنے والوں کووہاں سے نکالنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا (گناہ) ہے'' وہ لوگ جواللہ تعالیٰ کی توحید پر چلنے والے اوراس کی طرف بلانے والے تھے یعنی نبی ﷺ اورصحابہ کرام رضی اللہ عنہم جومشرکوں سے زیادہ مسجد حرام پرحق رکھتے ہیں انہیں وہاں سے نکالنا اوراس گھر تک نہ پہنچنے دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بڑا جرم ہے۔ان تمام برائیوں میں سے ہرایک برائی کی قباحت حرام مہینوں میں قتل کی قباحت سے بڑھ کر ہے۔تب ان کا کیا حال ہے جن کے اندر یہ تمام ہی برائیاں جمع ہیں؟ تو معلوم ہوا کہ یہ فاسق وفاجر لوگ ہیں اوراہل ایما ن کوعار دلانے میں زیادتی سے کام لے رہے ہیں۔(تفسیر سعدی:262/1)

سوال 4:﴿وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ ''اورفتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ ''اورفتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا،شرک کرنا،غیراللہ کی عبادت کرنا، ایمان والوں کوکعبہ میں نہ جانے دینا اوران کوگھروں سے بے گھر کرنا ایسا فتنہ ہے جوقتل سے زیادہ بڑا ہے۔

سوال 5:﴿وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا﴾ ''اوروہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ اگر وہ استطاعت پائیں توتمہیں تمہارے دین ہی سے پھیردیں''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ﴾''اوروہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے''وہ ہمیشہ جنگ کی آگ بھڑکائے رکھیں گے۔اسلام کے دشمن مسلمانوں کے خلاف کئی طرح کی جنگ کرتے رہے ہیں،کئی قسم کے ہتھیار استعمال کرتے رہیں گے لیکن ان کا مقصد ایک ہی ہے کہ کسی طرح انہیں ان کے دین سے پھیردیں۔مسلمانوں کوخبردی جارہی ہے کہ ان سازشوں میں ثابت قدم رہیں۔﴿2﴾﴿حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا﴾''حتیٰ کہ اگر وہ استطاعت پائیں توتمہیں تمہارے دین ہی سے پھیردیں''ان کا اصل مقصد ایمان والوں کوقتل کرنا اور مال لوٹنا نہیں بلکہ انہیں کفر کی طرف لوٹانا ہے۔اس وجہ سے وہ دین سے پھیرنے کے لیے پوری قوت استعمال کررہے ہیں۔﴿3﴾تمام کفار کا عام طور پر یہی رویہ ہے۔وہ دوسرے لوگوں سے ہمیشہ برسرپیکار رہیں گے جب تک کہ ان کواپنے دین سے پھیر نہ دیں۔خاص طور پر یہود ونصاریٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے اس مقصد کے لیے جماعتیں تشکیل دیں،اپنے داعی بھیجے،طبیب پھیلائے اورمدارس قائم کیے تا کہ دوسری قوموں کواپنے مذہب میں جذب کرلیں۔ان کے اذہان میں ہروہ شبہ ڈال دیں جوان کے دین میں شک پیدا کرے مگرامید ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نے اہل ایمان کو اسلام جیسی نعمت عطا کرکے احسان فرمایااوراپنے اس دین قیم کوان کے لیے چن لیااوراپنے دین کوان کے لیےمکمل کیاان پراپنی نعمت کوقائم کرے گا،پوری طرح اس کااتمام کرے گااور ہراس طاقت کوپسپا کردے گا جواس کے دین کی روشنی کوبجھانے کی کوشش کرے گا۔وہ ان کی چالوں کوان کے سینوں ہی میں کچل کررکھ دے گااوروہ اپنے دین کی مدداوراپنے کلمہ کوضرور بلند کرے گااورسورۃ الانفال کی یہ آیت کریمہ جس طرح پہلے کفار پرصادق آتی تھی اسی طرح یہ موجودہ کفار پربھی پوری طرح صادق آتی ہے۔اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ لِیَصُدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ فَسَیُنۡفِقُوۡنَہَا ثُمَّ تَکُوۡنُ عَلَیۡہِمۡ حَسۡرَۃً ثُمَّ یُغۡلَبُوۡنَ ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی جَہَنَّمَ یُحۡشَرُوۡنَ ﴾ بلاشبہ جن لوگوں نے کفرکیاوہ اپنے مال اس لیےخرچ کرتے ہیں تا کہ لوگوں کواللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں۔چنانچہ ابھی وہ اورخرچ کریں گے،پھروہ ان پرحسرت بن جائے گا،پھر وہ مغلوب ہوں گے۔اورجن لوگوں نے کفرکیاان کوجہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔(الانفال:36)(تفسیر سعدی:263/1)

سوال 6:﴿ وَمَنۡ یَّرۡتَدِدۡ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَیَمُتۡ وَ ہُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ﴾''اورتم میں سے جواپنے دین سے پھرجائے پھروہ مرجائے اس حال میں کہ وہ کافر ہوتو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیااورآخرت میں ضائع ہوگئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ وَمَنۡ یَّرۡتَدِدۡ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ ﴾''اورتم میں سے جواپنے دین سے پھرجائے''مرتد ہونے کے بعداگرکوئی توبہ نہ کرے تواس کی سزاقتل ہے۔﴿2﴾مرتد کے اعمال دنیامیں اس طرح ضائع ہوجاتے ہیں کہ اسلام کی حالت میں اس کے جوحقوق ہوتے ہیں وہ اسے نہیں دیئے جاتے مثلاً(i)اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔(ii)مسلمانوں کی میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا۔(iii)مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا۔(iv)مرد ہوتوقتل کردیا جائے گا،عورت ہوتو ساری زندگی قید میں رکھی جائے گی۔ان کے اعمال کی قبولیت کی شرط یعنی اسلام کے موجودنہ ہونے کی وجہ سےان کے اعمال ضائع ہوجائیں گے۔ ﴿3﴾رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:مَنۡ بَدَّلَ دِینَہٗ فاقتُلُوۡہُ جواپنے دین کوبدل ڈالےتواسے قتل کردیں۔(صحیح بخاری:6922,6923)﴿4﴾﴿فَیَمُتۡ وَ ہُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ﴾''پھروہ مرجائے اس حال میں کہ وہ کافر ہوتو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیااورآخرت میں ضائع ہوگئے''مرتد کے اعمال آخرت میں اس طرح ضائع ہوجائیں گے کہ(i)مسلمان ہوتے ہوئے جونمازیں پڑھیں ان کا اجرنہیں ملے گا۔(ii)مسلمان ہوتے ہوئے جوروزے رکھے ان کا اجرنہیں ملے گا۔(iii)مسلمان ہوتے ہوئے جوزکوۃ دی اس کا اجرنہیں ملے گا۔(iv)مسلمان ہوتے ہوئے جوحج کیااس کا اجرنہیں ملے گا۔(v)مسلمان ہوتے ہوئے جونیک اعمال کیےوہ ضائع ہوجائیں گے۔(vi)سب سے بڑانقصان یہ ہے کہ مرتد کوآخرت میں ہمیشہ کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

سوال6: ﴿وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور یہی لوگ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مرتد ہونے والا کافر ہو جاتا ہے اور کافر کے دنیوی اور اخروی سب اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ مرتد ہونے والا آگ میں جائے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ ﴿3﴾ جو مرتد ہونے کے بعد دین اسلام کی طرف لوٹ آئے تو اس کے پچھلے اعمال اس کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (218)﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (218)

سوال1: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا'' ایمان، ہجرت اور جہاد کے مواقع کیا ہر مومن کی زندگی میں آتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں تین اعمال ہیں جو عبودیت کا مرکز و محور ہیں۔ ان ہی اعمال سے انسان کی سعادت یا شقاوت کی پہچان ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ اس آیت سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنے کے لیے تین کاموں کا ذکر ملتا ہے: ایمان، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اعمال سے ہی امید باندھی جا سکتی ہے لیکن اعمال پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہر انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔ ﴿3﴾ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے'' یعنی جنہوں نے سب سے بڑی بھلائی ایمان کو پا لیا جس کی بنیاد پر اعمال قبول کیے جاتے ہیں اور اس کے بغیر فرض ہو یا نفل کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ ﴿4﴾ ﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا﴾ ''اور جنہوں نے ہجرت کی'' یعنی جنہیں ہجرت جیسا عمل نصیب ہوا کہ انہوں نے اپنے رب کی خاطر اپنے وطن سے جدائی گوارا کی۔ جن کو اللہ تعالیٰ کے قرب کی خاطر اپنا وطن، اپنا مال، اہل و عیال اور دوست چھوڑنے نصیب ہوئے۔ ﴿5﴾ ﴿وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا'' اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اعمال صالحہ میں سب سے بڑا عمل انجام دینا نصیب ہوا۔

سوال2: مجاہد کون ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مجاہد وہ شخص ہے جو ہر وقت اپنے مقصد کی دھن میں لگا ہوا ہو، دماغ سے اس کے لیے تدبیریں سوچے، زبان و قلم سے اس کی تبلیغ کرے، ہاتھ پاؤں سے اس کے لیے دوڑ دھوپ کرے، اپنے تمام وسائل اس مقصد کو فروغ دینے میں صرف کرے اور اس مزاحمت کا پوری قوت سے مقابلہ کرے جو اس راستے میں پیش آئے حتیٰ کہ جان کی بازی لگانی پڑے تو بھی دریغ نہ کرے۔ اسی کا نام جہاد ہے۔ یہ سب کچھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو،اس کے دین کو قائم کرنے کے لیے ہوتو جہاد فی سبیل اللہ ہے۔(تفہیم القرآن)﴿2﴾ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری فرماتے ہیں کہ ایک گنوار(لاحق بن ضمیرہ باہلی) آپ ﷺ کے پاس آیااور کہنے لگا:یارسول اللہ ﷺ کوئی شخص لوٹ حاصل کرنے کے لیےلڑتا ہے،کوئی ناموری کے لیے،کوئی اپنی بہادری جتانے کے لیے،اورکوئی حمیت(قومی یا قبائلی) کے لیےلڑتا ہےتوان میں سے کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے؟ آپ ﷺ نے اپناسرمبارک اوپراٹھایا(کیونکہ آپ ﷺ بیٹھے تھے اوروہ کھڑے کھڑے سوال کررہاتھا)اور فرمایا:جوکوئی اس نیت سے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کاکلمہ بلندہواللہ تعالیٰ کی راہ میں وہی لڑتا ہے۔(بخاری کتاب الجہاد)﴿3﴾ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضرہوکر پوچھایارسول اللہ ﷺ !جوشخص مالی فائدے یاناموری کے لیے جنگ کرتا ہے اسے کیاملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:اسے کچھ نہیں ملے گا۔سائل اس سوال پر بہت متعجب ہوااورآکردوبارہ یہی سوال کیا۔آپ ﷺ نے دوبارہ یہی جواب دیااس کااطمینان اب بھی نہ ہوا۔سہ باراور چوتھی بار پلٹ کرآیااوریہی سوال کرتارہا:آپ ﷺ نے اس کے تعجب کی وجہ بھانپ کرفرمایا:اللہ تعالیٰ کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں کرتاجب تک کہ وہ خاص اس کی خوشنودی اوررضا کے لیے نہ کیاجائے۔(نسائی کتاب الجہاد)

سوال3: جہاداعمال صالحہ میں کیساعمل ہے؟

جواب: جہاداعمال صالحہ میں سب سے بڑاعمل ہےاوراس کی جزاہرعمل کی جزاسے افضل ہے۔جہاددائرہ اسلام کی توسیع،مسلمانوں کی جان ومال اورامن کاسب سے بڑاذریعہ ہے۔اسلام مسلمانوں کے لئے دوراہیں تجویز کرتا ہے۔تووہ باطل سے معرکہ آراہوں یااس زمین کوچھوڑ دیں جوان کے لئے فتنہ کاباعث ہو۔گویامسلمان ضمیر کاآزاد پیدا کیاگیا۔وہ غلامی اور بزدلی کوقطعاًبرداشت نہیں کرسکتا۔وہ اپنے آرام و آسائش کوترک کرسکتا ہےمگرحق سے کنارہ کشی وعلیحدگی اس کے لئے سخت مشکل ہے۔(سراج البیان:79,80/1)

سوال4: ﴿أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ﴾ ''وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امیدرکھتے ہیں'' کیااللہ تعالیٰ کی رحمت کی امیدرکھنے کے لیے اعمال شرط ہیں؟

جواب:﴿1﴾جوایمان،ہجرت اور جہادجیسےاعمال کوسختیوں کے باوجود بجالاتا ہےوہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بن سکتا ہے۔﴿2﴾ آیت میں اشارہ ہے کہ مومن خواہ کتنے ہی بڑے بڑےاعمال کرلےتب بھی اس کے لیےمناسب نہیں کہ وہ ان اعمال پربھروسہ کرے بلکہ وہ اپنے رب کی رحمت کی امیدرکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال قبول فرمائیں گے،اس کے گناہ بخش دیں گے اوراس کے عیوب کی پردہ پوشی کریں گے۔﴿3﴾یہ آیت دلیل ہے کہ سعادت کے اسباب کوعمل میں لاکرہی رحمت کی امید کی جاسکتی ہے۔وہ امیدجس سے پہلے اسباب کوعمل میں نہ لایاگیاہوتووہ فریب ہےایسی امیدکم عقلی پردلالت کرتی ہے۔اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جوبیج بوئے بغیرہی فصل کی امیدرکھتا ہو۔﴿4﴾جوان تینوں اعمال کومشقتوں کے باوجود بجالاتا ہے وہ دیگراعمال صالحہ کی تکمیل پرقادر ہے۔یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حق دار ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ایساسبب پیش کیاہے جواس کی رحمت کاموجب ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت اور رحمت کا شعور کس مقصد کے لیے دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو اپنی وسیع مغفرت اور بے پایاں رحمت کا شعور اس لئے دلایا ہے تاکہ وہ ہجرت اور جہاد جیسے اعمال کریں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار بن جائیں۔ ﴿2﴾ یہ آیت دراصل مجاہدین کے اسی دستہ کے متعلق ہے جنہیں نخلہ کی طرف بھیجا گیا تھا۔ ان مجاہدین کو یہ تردد تھا کہ آیا اس جہاد کا ثواب بھی ملتا ہے یا نہیں کیونکہ اس میں دو غلطیاں ہوگئی تھیں ایک یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر جہاد کیا تھا۔ دوسری غلطی یہ کہ یکم رجب کو لڑائی کی جن کا انہیں علم نہ ہوسکا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غلطیوں کو معاف کر دینے والا ہے، مہربان ہے۔ (تیسیر القرآن: 166/1)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (219)﴾

''وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیں کہ جو ضرورت سے زائد ہو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔'' (219)

سوال1: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ ''وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ﴾ وہ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ ﴿2﴾ ﴿عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ شراب اور جوئے کے بارے میں سوال اس لیے کرتے تھے کہ زمانہء جاہلیت اور اسلام کے آغاز میں شراب استعمال کرتے تھے۔ انہوں نے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کو حرام کرنے سے پہلے ان کے اندر پائے جانے والے نقصانات، ان کے فوائد اور گناہ کو واضح کر دیا اور ان کے اثرات سے آگاہ کر دیا۔ جوئے کا مال حرام کی نذر ہو جاتا ہے۔ جواری بے یار و مددگار رہ جاتا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ﴾ عقل کو ڈھانپ لینے والی ہر چیز خمر ہے۔ اس سے مراد ہے کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔ ﴿4﴾ ﴿الْمَيْسِرِ﴾ وہ ہے جس میں مال آسانی سے ہاتھ آئے، اس سے مراد جوا ہے۔

سوال2: ﴿قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے'' ہر نقصان پہنچانے والی چیز فاسد ہے جس سے نفس، عقل، بدن،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

،مال یا عزت کونقصان پہنچے۔(ایسر التفاسیر:111)﴿2﴾ شراب کے دینی نقصانات: شراب پینا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔شراب پینے کی صورت میں انسان عبادت نہیں کرسکتا۔آخرت کے نقصان کا باعث بنتا ہے!رب العزت نے فرمایا:﴿ اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ وَ یَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ ۚ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ﴾ بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے ،تو کیا تم باز آنے والے ہو؟(المائدہ:91)﴿3﴾ عقلی نقصانات (الف)شراب عقل کو وقتی طور پر مختل کر دیتی ہے جس کی وجہ سے انسان سے ایسے کام ہوجاتے ہیں جس سے ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔(ب)شراب عقل پر ایسا پردہ ڈالتی ہے کہ ہر برائی مزین ہوجاتی ہے۔(ج)شراب پینے سے وقتی طور پر انسان اپنے آپ سے بھی غافل ہوجاتا ہے۔﴿4﴾معاشرتی نقصانات: دشمنی،نفرت،بغض جیسی برائیاں پروان چڑھتی ہیں۔﴿5﴾ شراب سے صحت کونقصان پہنچتا ہے۔ایک جرمن ڈاکٹر نے بیان کیا ہے کہ ”جو شخص شراب کا عادی ہوچالیس سال کی عمر میں اس کے بدن کی ساخت ایسی ہوجاتی ہے جیسے ساٹھ سالہ بوڑھی کی۔ وہ جسمانی اورقوت کے اعتبار سے سٹھیائے ہوئے بوڑھوں کی طرح ہوجاتا ہے۔اس کے علاوہ شراب جگراور گردوں کوخراب کردیتی ہے۔سل کی بیماری شراب کا خاص اثر ہے یورپ کے شہروں میں سل کی کثرت کا بڑا سبب شراب ہی کو بتلایا جاتا ہے وہاں کے بعض ڈاکٹروں کا قول ہے کہ یورپ میں آدھی اموات مرض سل میں ہوتی ہیں اورآدھی دوسرے امراض میں اوراس بیماری کی کثرت یورپ میں اسی وقت سے ہوئی جب سے وہاں شراب کی کثرت ہوئی۔اطباء اورڈاکٹروں کا اتفاق ہے کہ شراب نہ جزو بدن بنتی ہے اورنہ اس سے خون بنتا ہے جس کی وجہ سے بدن میں طاقت آتی بلکہ اس کا فعل صرف یہ ہوتا ہے کہ خون میں ہیجان پیدا کردیتی ہے جس سے وقتی طور پر قوت کی زیادتی محسوس ہونے لگتی ہے اور یہی خون کا دفعتہً ہیجان بعض اوقات اچانک موت کا سبب بھی بن جاتا ہے جس کوڈاکٹر ہارٹ فیل ہونے سے تعبیر کرتے ہیں شراب سے شرائین یعنی وہ رگیں جن کے ذریعے سارے بدن میں روح پہنچتی ہے سخت ہوجاتی ہے جس سے بڑھاپا جلدی آجاتا ہے شراب کا اثر انسان کے حلقوم اورتنفس پر بھی خراب ہوتا ہے جس کی وجہ سے آواز بھاری ہوجاتی ہے اورکھانسی دائمی ہوجاتی ہے اوروہی آخرکار سل تک نوبت پہنچا دیتی ہے شراب کا اثر نسل پر بھی پڑتا ہے شرابی کی اولاد کمزور رہتی ہے اوربعض اوقات اس کا نتیجہ قطع نسل تک پہنچتا ہے۔(معارف القرآن:1/527,528)﴿6﴾ جرمنی کے ایک ڈاکٹر کا مقولہ ضرب المثل کی طرح مشہور ہے کہ اس نے کہا کہ اگرآدھے شراب خانے بندکردیئے جائیں تو میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ آدھے شفاخانے اورآدھے جیل خانے بے ضرورت ہوکر بند ہوجائیں گے۔(تفسیر منار:2/226)﴿7﴾مالی نقصانات: کسی بستی میں اگر ایک شراب خانہ کھل جاتا ہے تو وہ پوری بستی کی دولت کوسمیٹ لیتا ہے اس کی قسمیں بے شمار ہیں اوربعض اقسام تو بے حد گراں ہیں بعض اعداد وشمار لکھنے والوں نے صرف ایک شہر میں شراب کا مجموعی خرچہ پوری مملکت فرانس کے مجموعی خرچ کے برابر بتلایا ہے۔(تفسیر مراغی:1/304,305)﴿8﴾شراب کا ایک مفسدہ یہ بھی ہے کہ وہ انسان کوایک کھلونا بنادیتی ہے جس کو دیکھ کر بچے بھی ہنستے ہیں کیونکہ اس کا کلام اوراس کی حرکات سب غیر متوازن ہوجاتی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں شراب کا ایک عظیم تر مفسدہ یہ ہے کہ وہ ام الخبائث ہے انسان کو تمام برے سے برے جرائم پر آمادہ کر دیتی ہے زنا اور قتل اکثر اس کے نتائج ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عام شراب خانے زنا اور قتل کے اڈے ہوتے ہیں۔(تفسیر مراغی:304,305/1)﴿9﴾ جوا انسان کی تباہی اور بربا دی کا باعث بنتا ہے۔﴿10﴾ جوئے کی وجہ سے شیطان انسان کے دل و دماغ پر چھایا رہتا ہے۔﴿11﴾ جوئے سے ہاتھ آنے والے مال کی وجہ سے انسان بہت سی برائیوں میں غرق ہو جاتا ہے۔﴿12﴾ جوئے کا مال حرام کی نظر ہو جاتا ہے﴿13﴾ جواری بے یار و مددگار رہ جاتا ہے ۔﴿14﴾ ﴿وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ شراب اور جوے کے فوائد: (الف) شراب سے بدن میں چستی آجاتی ہے۔(ب) بعض ذہنوں میں تیزی آجاتی ہے۔(ج) جنسی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔(د) اس کی خرید و فروخت میں کافی نفع ہوتا ہے۔(ہ) جوئے سے جیتنے کی صورت میں انسان کو کچھ مال مل جاتا ہے۔

سوال3: ﴿وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ ''اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے'' یہ بات کیوں کہی گئی کہ ان دونوں کے نقصانات ان کے فائدوں سے بڑے ہیں؟

جواب: ''اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے''﴿1﴾ یہ بات ایک حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کہی گئی ہے کہ ان دونوں کے نقصانات بڑے ہیں۔﴿2﴾ شراب اور جوے میں بڑا گناہ دین کے اعتبار سے ہے کیونکہ دونوں ہی انسان کے اخلاق اور کردار کو تباہ کر دیتے ہیں۔﴿3﴾ شراب اور جوے سے انسان کی عقل اور اس کے دین کو جو نقصان پہنچتا ہے اس اعتبار سے اس کا گناہ اس کے نفع سے بڑا ہے۔علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الجواہر میں اس سلسلے کی چند اہم معلومات لکھی ہیں ان میں سے بعض یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ایک فرانسیسی محقق ھنری اپنی کتاب ''خواطر وسوانح فی الاسلام'' میں لکھتے ہیں: ''بہت زیادہ مہلک ہتھیار جس سے اہل مشرق کی بیخ کنی کی گئی اور وہ دودھاری تلوار جس سے مسلمانوں کو قتل کیا گیا ہے یہ شراب تھی۔ہم نے الجزائر کے لوگوں کے خلاف ہتھیار آزمایا لیکن اس کی اسلامی شریعت ہمارے راستہ میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہوگئی اور وہ ہمارے اس ہتھیار سے متاثر نہیں ہوئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی نسل بڑھتی ہی چلی گئی یہ لوگ اگر ہمارے اس تحفہ کو قبول کر لیتے جس طرح ان کے ایک منافق قبیلے نے اس کو قبول کر لیا ہے تو یہ بھی ہمارے سامنے ذلیل و خوار ہو جاتے۔آج جن لوگوں کے گھروں میں ہماری شراب کے دور چل رہے ہیں وہ ہمارے سامنے اتنے حقیر و ذلیل ہو گئے ہیں کہ سر نہیں اٹھا سکتے۔'' ایک انگریز قانون دان بنتام لکھتے ہیں کہ: ''اسلامی شریعت کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں شراب حرام ہے ہم نے دیکھا کہ جب افریقہ کے لوگوں نے اسے استعمال کرنا شروع کیا تو ان کی نسلوں میں پاگل پن سرایت کرنے لگا اور یورپ کے جن لوگوں کو اس کا چسکہ لگ گیا ان کی بھی عقلوں میں تغیر آنے لگا لہٰذا افریقہ کے لوگوں کے لئے بھی اس کی ممانعت ہونی چاہئے اور یورپین لوگوں کو بھی اس پر شدید سزائیں دینی چاہئیں۔'' غرض (جس) بھلے مانس نے بھی ٹھنڈے دل سے غور کیا وہ بے اختیار پکار اٹھا کہ یہ رجس ہے شیطانی عمل ہے، زہر، ہے تباہی اور بربادی کا ذریعہ ہے۔اس ام الخبائث سے باز آجاؤ۔''فھل انتم منتھون'' (معارف القرآن:529,530)﴿4﴾ اسلامی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

معاشیات کااہم اصول یہ ہے کہ ہرایسے معاملے کوحرام قراردیا جس کے ذریعہ دولت پوری ملت سے سمٹ کرچندسرمایہ داروں کے حوالے ہوسکے قرآن کریم نے اس کاعلاج تقسیم دولت کااصول بیان کرتے ہوئے اس طرح فرمادیا ہے۔ کیلا یکون دولۃ بین الأغنیاء منکم ۔یعنی مال فے کی تقسیم مختلف طبقوں میں کرنے کا جواصول قرآن نے مقررکیا ہے اس کا منشایہ ہے کہ دولت سمٹ کرصرف سرمایہ داروں میں جمع نہ ہوجائے ۔(معا رف القر آن:535/1) ﴿5﴾ صحیح مسلم میں بروایت بریدہ رضی اللہ عنہ مذکورہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص نردوشیر(چوسر) کھیلتا ہے وہ گویا خنزیر کے گوشت اورخون میں اپنے ہاتھ سے رنگتا ہے اورسیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شطرنج میسر یعنی جوئے میں داخل ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا شطرنج تونردشر سے بھی زیادہ بری ہے ۔(ابن کثیر) ﴿6﴾ اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر بری چیز میں بھی کچھ فوائدہوتے ہیں لیکن انسان کومحض کسی چیز کے چندفوائدنہیں دیکھنے چاہئیں بلکہ نفع اورنقصان میں موازنہ کرکے دیکھنا چاہئے کہ خاص طور پر دین،ایمان اوراخلاق کا فائدہ کہاں ہے؟ اورنقصان کہاں ہے؟ ﴿7﴾ اصول ہے کہ جس کے نقصانات فوائد سے بڑے ہوں،اس کام کوترک کردیا جائے۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ نے شراب چھوڑ دینے کے لئے آمادہ کیا ہے۔ ﴿9﴾ تھوڑے سے دنیوی فائدوں کی خاطر جس چیز سے ایمانی،اخلاقی،دینی اوراخروی نقصانات ہوں اسے جائز قرارنہیں دیا جاسکتا۔

سوال4: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۙ قُلِ الْعَفْوَ﴾ ''اوروہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیں کہ جوضرورت سے زائدہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اوروہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا حکم دیا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئی اورعرض کیا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کس قسم کے نفقہ کا ہمارے اموال میں حکم دیا گیا ہے سوہم کیا خرچ کریں ۔اس پر آیت نازل ہوئی ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ اورابن ابی حاتم نے یحییٰ سے روایت کیا ہے کہ ان تک بات پہنچی ہے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اورثعلبہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اورعرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس غلام بھی ہیں اورگھر والے بھی ہیں تو ہم اپنے اموال میں سے کیا خرچ کریں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ اتاری ۔(لباب النقول فی اسباب النزول) ﴿2﴾ ﴿قُلِ الْعَفْوَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ جوضرورت سے زائدہو'' ﴿الْعَفْوَ﴾ کے معنی زائدازضرورت ہیں جوعیش اورنمائش کے زمرے میں نہیں آتی ۔﴿اَلْعَفْوَ﴾ زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اِنَّ فِی الْمَالِ لَحَقًّا سِوَی الزَّکوٰۃ ''بے شک مال میں زکوٰۃ کے سوابھی حق ہے۔'' (جامع ترمذی:659) ﴿3﴾ ایساحق جومال والا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خودمناسب جگہ خرچ کرتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے انفاق کے معاملے کوآسان بنادیا ہے کہ وہی خرچ کریں جوضرورت سے زائدہو۔اس حکم سے مال داراورفقیرسبھی کوخرچ کرنے کا موقع مل گیا خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو۔ ﴿5﴾ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جواپنی ضرورت پوری ہونے کے بعدہواورابتداء اس آدمی سے کروجس کی کفالت تمہارے ذمے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہو۔(بخاری:1426)﴿6﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ حکم فرضیت زکوٰۃ والی آیت کے ذریعے منسوخ ہوگیا۔اور عطاء خراسانی اور سدی وغیرہ کا خیال ہے کہ آیت زکوٰۃ کے ذریعے اس حکم کی تفصیل بیان کردی گئی ہے کہ آدمی اپنے مال میں سے کیا خرچ کرے اور کن لوگوں پر خرچ کرے۔(تیسیر الرحمٰن:121/1)

سوال5: انفاق سے انسان کو کیا ملتا ہے؟

جواب: انفاق کرنے والے کا دل صاف اور نظر پاک ہوتی ہے،افراد معاشرہ کے ساتھ تعلقات مضبوط ہوتے ہیں،اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور انسانی نفس مطمئن ہوجاتا ہے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے انفاق کی ترغیب دی ہے لیکن اعتدال کو قائم رکھا ہے۔کیسے،وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ زیر کفالت افراد کی ضروریات کو مقدم رکھنے کا حکم دیا ہے۔﴿2﴾ اس طرح خرچ کرنے سے روکا ہے جس سے خود یا اہل خاندان کو دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنا پڑے۔

سوال7: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ﴾ ''اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے''﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوامر و نواہی کھول کر بیان کردیے ہیں یعنی یہ آیات حق اور باطل کے درمیان فرق کرتی ہیں۔﴿2﴾ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''تاکہ تم غور وفکر کرو'' تاکہ تم شریعت کے احکامات کو جاننے کے لیے غور وفکر کرو۔﴿3﴾ وہ اپنے احکام لوگوں پر واضح کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اپنے تمام احکامات وعدے اور وعیدیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ دنیاوی زوال اور اخروی بقا میں غور وفکر کریں۔اس آیت میں غور وفکر کرنے والا جان لیتا ہے کہ دنیا دکھوں کا گھر ہے اور آخرت عیش کا گھر ہے۔جس کو دل سے یہ یقین حاصل ہوجائے وہ دنیا کو آخرت کے مقابلے میں کبھی ترجیح نہیں دے سکتا۔

﴿فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَيَسْـَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ(220)﴾

''دنیا اور آخرت کے بارے میں اور وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں،آپ کہہ دو کہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بھلائی کا کام ہے اور اگر تم انہیں ساتھ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے خوب جانتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ضرور مشقت میں ڈال دیتا،یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے۔''(220)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ''دنیااورآخرت کے بارے میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: تاکہ تم دنیاوآخرت میں غوروفکر کرو۔دنیا کے تیزی کے ساتھ ختم ہونے اورآخرت کے باقی رہنے پرغوروفکر کرو جو کہ جزاوسزا کا جہان ہے۔

سوال2: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ﴾ ''اوروہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں' آپ کہہ دو کہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بھلائی کا کام ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت 10 نازل فرمائی ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ بلاشبہ وہ لوگ جو یتیموں کے مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے، اورجلد ہی وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔تو ایمان والوں پر بہت گراں گزری۔انہوں نے خوف سے یتیموں کا مال اوران کا کھانا اپنے کھانے سے الگ کرلیا ۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔﴿2﴾ ﴿قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ﴾ ''آپ کہہ دو کہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بھلائی کا کام ہے'' اصل مقصد تو یتیم کے مال کی اصلاح اورحفاظت ہے۔

سوال3: ﴿وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ﴾ ''اوراگرتم انہیں ساتھ ملالوتو وہ تمہارے بھائی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اگریتیم کا مال دوسرے مال میں اس طرح ملالیا جائے کہ یتیم کے مال کونقصان نہ پہنچے تو جائز ہے جیسے بھائی مل جل کر رہتے ہیں۔اصل معاملہ نیت اورعمل کا ہے۔(تفسیر سعدی:268/1)

سوال4: ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ بگاڑنے والے کوسنوارنے والے سے خوب جانتا ہے'' کی وضاحت کریں ؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کوخوب معلوم ہے کس کی نیت اصلاح کی ہے اورکس کی نیت میں فساد ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے جواللہ تعالیٰ کی پکڑ کا ڈرآپ کے دل میں ہے،وہ دل اللہ تعالیٰ کے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔اگردل کے اندر بگاڑ ہے تو وہ اسے بھی جانتا ہے۔اگردل پاک ہیں تو اللہ تعالیٰ سے وہ بھی چھپے ہوئے نہیں۔لہٰذا آپ یتیموں سے حسن سلوک جاری رکھیں۔

سوال5: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ﴾ ''اوراگراللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ضرور مشقت میں ڈال دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اگراللہ تعالیٰ چاہتا تو یتیم کے معاملے میں تمہیں مشقت میں ڈال دیتا اورتم گناہ گار ہو جاتے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اصلاح اور بہتری کی غرض سے بھی ان کا مال اپنے مال میں ملانے کی اجازت نہ دیتے تو تم مشقت میں پڑ جاتے۔

سوال :6

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔ ﴿2﴾ لیکن وہ حکیم ہے، وہی فعل انجام دیتا ہے جس کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے افعال اس کی حکمت کے تابع ہوتے ہیں۔ ﴿4﴾ وہ اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں فائدہ غالب ہو اور اسی سے روکتا ہے جس کا نقصان غالب ہو۔

سوال 7: یتیموں کے متعلق اسلام کا کیا حکم ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جس طرز عمل میں ان کے لیے بھلائی ہو، وہی اختیار کرنا بہتر ہے۔ ﴿2﴾ اگر اپنا اور یتیموں کا خرچ اور رہنا سہنا مشترک رکھیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے اپنی کن صفات کے شعور سے یتیموں کی بھلائی کے لئے کام کرنے کی ترغیب دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''عزیز'' سب پر غالب سے یتیموں کے ساتھ بھلائی کرنے کی ترغیب دلائی ہے کہ اگر تم یتیموں پر آج غلبہ رکھتے ہو تو تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حکیم سے بھلائی کرنے کی ترغیب دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت ہے اور یقیناً یتیموں کے ساتھ بھلائی میں ان کے لئے تو فائدہ ہے لیکن بھلائی کرنے والے کے لئے آخرت کے اجر کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''علیم'' کا شعور دلا کر بھلائی کی ترغیب دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اصلاح کرنے والے کو بھی جانتا ہے اور فساد کرنے والے کو بھی خوب جانتا ہے۔

﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى یُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰى یُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ یَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَیُبَیِّنُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ (221) ﴾

''اور تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں اور مومن لونڈی ایک مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ مشرکہ تمہیں اچھی لگے اور نہ ہی اپنی عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور مومن غلام مشرک مرد سے بہتر ہے اگرچہ مشرک تمہیں اچھا لگے۔ وہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور وہ لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' (221)

سوال 1: ﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى یُؤْمِنَّ ﴾ ''اور تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ﴾ ''اورتم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو'' جومشرکہ عورتیں اپنے شرک پر قائم ہوں ان سے نکاح نہ کریں۔ ﴿2﴾ ﴿حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔یعنی مشرکوں اور بت پرستوں سے رشتہ حرام ہے۔ ﴿3﴾ اس حکم سے اہل کتاب کی عورتیں مستثنیٰ ہیں اس کی دلیل رب العزت کا یہ فرمان ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ اوران لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جوتم سے پہلے کتاب دیے گئے۔(المائدہ:5) حدیث سے بھی نکاح کی اجازت ثابت ہے۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ہم اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں لیکن وہ ہماری عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے۔(مختصرابن کثیر 142/1:)

سوال2: مشرکوں سے نکاح کیوں حرام ہے؟

جواب: مشرکوں سے نکاح حرام ہے کیونکہ ﴿1﴾ مشرکوں کے ساتھ رہنا سہنا اوران کی صحبت دنیا کی محبت پیدا کرتی ہے۔ ﴿2﴾ مشرکوں کی صحبت حرص پیدا کرتی ہے۔ ﴿3﴾ مشرکوں کی صحبت دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا سکھاتی ہے۔

سوال 3: ﴿وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ﴾ ''اور مومن لونڈی ایک مشرک عورت سے بہتر ہے اگر چہ مشرکہ تمہیں اچھی لگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے کہ مومنہ عورت بدصورت بھی ہو حسین مشرکہ عورت سے بہتر ہے۔یہ حکم تمام مشرک عورتوں کے بارے میں عام ہے۔ ﴿2﴾ آیت کا یہ ٹکڑا سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اترا ہے۔ان کے پاس ایک سیاہ لونڈی تھی۔ایک دن اس پر ناراض ہوئے اسے طمانچہ مارا پھر گھبرا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے آج مجھ سے یہ قصور ہو گیا ہے ۔پوچھا لونڈی کیسی ہے؟ بولے موحد ہے۔نماز روزے کی پابند ہے اور اچھی طرح وضو کرتی ہے۔فرمایا: ابوعبداللہ یہ تو ایمان والی ہے۔بولے اللہ کی قسم میں اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرلوں گا۔چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔اس پر کچھ مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ انہوں نے اپنی لونڈی سے نکاح کرلیا۔مسلمان چاہتے تھے کہ ان کا نکاح مشرکوں میں کرادیں اور اپنی بیٹیاں بھی دیں تا کہ شرف نسب قائم رہے اس پر یہ آیت اتری۔(مختصرابن کثیر:142/1) ﴿3﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا متاع یعنی سامان ہے اور دنیا کا بہترین مال ومتاع نیک بیوی ہے۔(مسلم:3649)

سوال 4: ﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾ ''اور نہ ہی اپنی عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ حکم عام ہے کہ مسلمان عورتوں کے نکاح مشرکوں سے نہ کریں۔

سوال 5: تَنْكِحُو اور تُنْكِحُو امیں کیا فرق ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿تَنْكِحُوا﴾ کا مطلب ہے تم یعنی مرد اپنے نکاح نہ کرو اور ﴿تُنْكِحُوا﴾ کا مطلب ہے ''تم اپنی عورتوں کے نکاح کر کے نہ دو'' یہاں نکاح کے بارے میں اس اصول کا پتہ چلتا ہے کہ کوئی عورت ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔

سوال 6: ﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ أَعْجَبَكُمْ﴾ ''اور مومن غلام مشرک مرد سے بہتر ہے اگر چہ مشرک تمہیں اچھا لگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے کہ ایمان ایسی خوبی ہے کہ ایک غلام کو بھی اعلیٰ درجے تک پہنچا دیتی ہے اگر چہ وہ بدصورت ہو۔ ﴿2﴾ مومن غلام، مشرک، حسین وجمیل اور مال دار مرد سے بہتر ہے۔

سوال 7: ﴿أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ﴾ ''وہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کا تذکرہ کیا جو مسلمان عورت کے مشرک کے ساتھ نکاح کے حرام ہونے میں پائی جاتی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ﴾ وہ اپنے اقوال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے حالات سے آگ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یہ ابدی خطرہ ہے اس لیے اس سے بچ جائیں۔ ﴿3﴾ اس آیت کریمہ کی علت سے مشرک اور بدعتی سے اختلاط کی ممانعت مستفاد ہوتی ہے۔ جب مشرکین سے نکاح جائز نہیں حالانکہ اس میں بہت سے مصالح ہیں تو مجرد اختلاط تو بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا۔ خاص طور پر جب کہ مشرک مسلمان پر معاشرتی طور پر فوقیت رکھتا ہو مثلاً مسلمان مشرک کا خادم ہو۔ (تفسیر سعدی:269/1)

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے دین کو نظر انداز کر کے محض حسن و جمال کی بنیاد پر نکاح کرنے کو کیسا عمل قرار دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دین کو نظر انداز کر کے حسن و جمال کی بنیاد پر نکاح کرنے کو آخرت کی بربادی قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے، اس کی خوب صورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی (یعنی آخرت میں تجھ کو ندامت ہوگی)۔'' (صحیح بخاری:5090)

سوال 9: ﴿وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے'' اللہ تعالیٰ کس چیز کی طرف بلاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی دعوت دیتا ہے یعنی اس کے حصول کے لیے کوشش کرنے کی طرف بلاتا ہے۔ ﴿2﴾ یہ دعوت سچی توبہ، اخلاص، علم نافع، عمل صالح اور توکل کی دعوت ہے۔ ﴿3﴾ ﴿بِإِذْنِهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اس کے آسان کرنے سے یا اس کی قضا اور اس کے ارادے سے۔ (تفسیر بیضاوی:508/1)

سوال 10: ﴿وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ''اور وہ لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں'' اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے اپنی آیات کیوں بیان کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اپنی آیات لوگوں کے سامنے اس لئے بیان کرتا ہے کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات وہ علم عطا کرتی ہیں جسے انہوں نے بھلا دیا تھا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات اطاعت، فرماں برداری کی عکاس ہیں جو جنت اور مغفرت کے حصول کے اسباب ہیں۔

رکوع نمبر 12

﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (222) ﴾

''اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دو وہ گندگی ہے، چنانچہ حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ پھر جب وہ غسل کر لیں تو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے ان کے پاس آؤ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (222)

سوال 1: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ﴾ ''اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے حیض کے بارے میں مسلمانوں کے سوال سے آگاہ فرمایا ہے۔ ﴿2﴾ حیض کے بارے میں مسلمان یہ وضاحت چاہتے تھے کہ عورتوں سے کس طرح تعلق رکھا جائے جیسا کہ حیض کے دنوں سے پہلے تھا یا مکمل طور پر الگ ہو جائیں جیسے یہودی کیا کرتے ہیں۔

سوال 2: ﴿ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ﴾ '' آپ کہہ دو وہ گندگی ہے، چنانچہ حیض میں عورتوں سے الگ رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے حیض کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ ایک نجاست یعنی گندگی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ﴾ ''چنانچہ حیض میں عورتوں سے الگ رہو'' اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ تقاضا تھا کہ گندگی سے روک کر اس کی حدود مقرر کر دیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حیض کی جگہ سے دور رہو۔ اس سے مراد شرم گاہ میں جماع ہے جو حیض میں حرام ہے۔ ﴿4﴾ اس تخصیص سے جو حیض میں حرام ہے پتہ چلتا ہے کہ شرم گاہ میں مجامعت کے سوا عورت کو چھونا اور اس سے اختلاط جائز ہے۔ ﴿5﴾ حیض کی حالت میں عورتوں کے قریب نہ جاؤ یعنی ان سے صحبت نہ کرو۔ ﴿6﴾ عورتوں کے قریب نہ جانے کا مطلب صرف جماع نہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾ عورت کے ساتھ ایسے اختلاط کی ممانعت پر دلالت کرتا ہے جو فرج کے قریب یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان ہو۔ اس قسم کے اختلاط کو ترک کر دینا چاہئے۔ نبی اکرم ﷺ جب کبھی اپنی کسی بیوی کے ساتھ اختلاط کرنا چاہتے تو اسے ازار پہننے کا حکم دیتے تب اس کے ساتھ اختلاط کرتے۔ (بخاری: 302) ﴿7﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حالت اعتکاف میں اپنا سر مبارک (مسجد

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں بیٹھے بیٹھے) میری طرف (میرے حجرے میں) نکال دیتے اور میں آپ ﷺ کے سر کو دھو دیتی اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی۔ (صحیح مسلم:686) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کو حائضہ ہونے کی حالت میں بھی کنگھا کیا کرتی تھی۔ (صحیح بخاری:295) ﴿8﴾ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ میری گود میں سر رکھ کر قرآن مجید پڑھتے حالانکہ میں اس وقت حیض والی ہوتی تھی۔ (بخاری:297) ﴿9﴾ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ لیٹے ہوتے اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی۔ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان ایک کپڑا ہوتا۔ (مسلم:682) ﴿10﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حالت حیض میں پانی پیتی پھر میں نبی کریم ﷺ کو دے دیتی تو آپ ﷺ اپنا منہ مبارک اس جگہ رکھتے جہاں میرا منہ (لگا) ہوتا تھا پھر نوش فرماتے اور میں ہڈی چوستی حالت حیض میں۔ پھر میں نبی کریم ﷺ کو دے دیتی تو آپ ﷺ اپنا منہ مبارک میرے منہ رکھنے کی جگہ پر رکھتے۔ (مسلم:692) ﴿11﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے مسجد سے جائے نماز اٹھا کر دو تو میں نے کہا: میں تو حائضہ ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ (صحیح مسلم:689) ﴿12﴾ سیدہ عمارہ رضی اللہ عنہا کی پھوپھی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ اگر عورت حیض کی حالت میں ہو اور گھر میں شوہر اور بیوی کا بستر ایک ہو تو وہ کیا کرے، یعنی اس حالت میں اس کا شوہر اس کے ساتھ سو سکتا ہے یا نہیں؟ (قریب رہ سکتا ہے یا نہیں؟) آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سنو ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گھر آتے ہی اپنی نماز کی جگہ تشریف لائے، زیادہ دیر لگ گئی اور مجھے نیند آ گئی۔ آپ ﷺ کو سردی لگنے لگی۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ادھر آؤ! میں نے کہا: میں تو حیض سے ہوں۔ آپ ﷺ نے میرے گھٹنوں کے اوپر سے کپڑا ہٹانے کا حکم دیا اور پھر میری ران پر رخسار اور سینہ رکھ کر لیٹ گئے، میں بھی آپ ﷺ پر جھک گئی تو سردی کچھ کم ہوئی اور اس گرمی میں آپ ﷺ کو نیند آ گئی۔ (ابن کثیر:305/1)

سوال 3: حیض سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بلوغت کے بعد عورت کو مخصوص ایام میں جو خون آتا ہے، اسے حیض کہتے ہیں۔ (حلیۃ الفقہاء:63، انیس الفقہاء:63) ﴿2﴾ حیض کے دنوں کی تعداد مقرر نہیں۔ ﴿3﴾ اس حالت میں عورت کا جسم اور کپڑے دونوں پاک ہوتے ہیں اور نبی ﷺ کا یہ فرمان ''حیض ایک چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کی قسمت میں لکھ دیا ہے اور بعضوں نے کہا (ابن مسعود اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے) سب سے پہلے حیض بنی اسرائیل (کی عورتوں) پر بھیجا گیا۔ امام بخاری نے کہا اور نبی ﷺ کی حدیث سب عورتوں کو شامل ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب:1) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ ہم حج کے ارادہ سے نکلے۔ جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو میں حائضہ ہو گئی اور اس رنج سے رونے لگی کہ رسول ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے پوچھا: ''تمہیں کیا ہو گیا، کیا حائضہ ہو گئی ہو؟'' میں نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لیے لکھ دیا ہے، اس لیے تم بھی حج کے افعال پورے کر لو البتہ بیت اللہ کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طواف نہ کرنا۔(صحیح بخاری:294)

سوال4: حیض کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**هُوَ اَذًى**﴾ ''وہ گندگی ہے'' یہ کیسی گندگی ہے؟

جواب: ﴿اَذًى﴾ کا لفظ جو حیض کے لیے استعمال ہوا ہے، اس سے مراد گندگی بھی ہے اور بیماری بھی۔طبی لحاظ سے اس حالت میں عورت صحت کی بہ نسبت بیماری سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

سوال5: حیض کی مدت کتنی ہوتی ہے؟

جواب: ہر عورت کے جسم اور اس کے مزاج کے لحاظ سے کم وبیش ہوتی ہے جو عموماً کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن تک ہوسکتی ہے اور اپنی اپنی عادت کا ہر عورت کو علم ہوتا ہے۔(تیسیر القرآن:171/1)

سوال6: استحاضہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: بعض اوقات عادت کے خلاف بیماری کی وجہ سے جو خون آتا ہے اسے استحاضہ کہتے ہیں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش کو استحاضہ کا خون آیا کرتا تھا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک رگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب حیض کے دن گزر جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھ لیا کر۔(صحیح بخاری:320)

سوال7: نفاس کسے کہتے ہیں؟

جواب: عورت کو زچگی کے بعد جو خون آتا ہے، اسے نفاس کہتے ہیں۔

سوال8: حیض کے کیا احکامات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ حائضہ نماز نہیں پڑھ سکتی اور حیض کے دوران اسے نماز معاف ہے۔ان کی قضاء اس پر واجب نہیں۔﴿2﴾ وہ روزے بھی نہیں رکھ سکتی لیکن روزے اسے معاف نہیں بلکہ بعد میں اس کی قضاء دینا واجب ہے۔﴿3﴾ وہ ماسوائے طواف کعبہ کے حج کے باقی سب ارکان بجالاسکتی ہے، اور واجب طواف کعبہ کے لیے اسے اس وقت تک رکنا پڑے گا جب تک وہ پاک نہ ہوجائے۔﴿4﴾ وہ کعبہ میں یا کسی بھی مسجد میں داخل نہیں ہوسکتی۔﴿5﴾ وہ قرآن کو نہیں چھوسکتی البتہ اکثر علماء کے نزدیک زبانی قرآن کریم کی تلاوت کی اسے اجازت ہے۔﴿6﴾ استحاضہ حیض سے بالکل الگ چیز ہے۔استحاضہ بیماری ہے جب کہ حیض بیماری نہیں بلکہ عورت کی عادت میں شامل ہے لہٰذا استحاضہ میں وہ تمام پابندیاں اٹھ جاتی ہیں جو حیض کی صورت میں تھیں حتیٰ کہ اس سے صحبت بھی کی جاسکتی ہے۔(تیسیر القرآن:171/1)

سوال9: حیض کے بارے میں یہودیوں میں کیا غلط فہمی پائی جاتی تھی؟

جواب: حائضہ عورتوں کو نہ اپنے ساتھ کھلاتے تھے، نہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔یہودیوں نے اس بارے میں نبی ﷺ سے یہ سوال کیا، اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر یہ آیت نازل ہوئی۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود میں سے جب کسی عورت کو حیض آتا تو وہ اس کو نہ تو اپنے ساتھ کھلاتے اور نہ ان کو گھروں میں اپنے ساتھ رکھتے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ﴾ ''آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں کہ وہ گندگی ہے پس عورتوں سے حیض میں جدا رہو'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جماع کے علاوہ ہر کام کرو'' یہود کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اس آدمی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کا کیا ارادہ ہے؟ ہمارا کوئی کام نہیں چھوڑتا جس میں ہماری مخالفت نہ کرتا ہو۔یہ سن کر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہودی اس طرح کہتے ہیں۔کیا ہم عورتوں سے جماع ہی نہ کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں پر غصہ آیا ہے۔وہ دونوں اٹھ کر باہر نکل گئے۔اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دودھ کا ہدیہ ان دونوں کے ہاں سے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا اور ان کو دودھ پلایا تو ہم نے معلوم کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غصہ نہ تھا۔(صحیح مسلم:694)

سوال10: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ ''اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ ''اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ'' حیض کی حالت میں عورت کے قریب نہ جانے کا حکم ہے جب تک کہ پاک صاف نہ ہو جائیں۔

سوال11: ﴿فَاِذَا تَطَهَّرْنَ﴾ ''پھر جب وہ غسل کر لیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَاِذَا تَطَهَّرْنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جب وہ حیض سے پاک ہو جائیں یعنی حیض کے بعد غسل کر لیں۔

سوال12: ﴿فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ ''تو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے ان کے پاس آؤ'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''تو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے ان کے پاس آؤ'' سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حالت حیض میں جس کے استعمال سے روکا تھا حیض بند ہو جانے کے بعد اسی کی اجازت ہے یعنی شرم گاہ کی۔

سوال13: اللہ تعالیٰ نے شوہر کو کس تعلق کی اجازت نہیں دی؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حائضہ سے ہم بستری کی یا عورت سے فعل قوم لوط کیا یا کاہن کے پاس گیا تو اس نے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اس کا انکار کیا۔(جامع ترمذی:135)

سوال14: ﴿يَطْهُرْنَ﴾ اور ﴿تَطَهَّرْنَ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿يَطْهُرْنَ﴾ سے مراد خون حیض کا بند ہو جانا ہے۔﴿2﴾ ﴿تَطَهَّرْنَ﴾ سے مراد غسل کرنا ہے۔

سوال15: پاک ہو جانے سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: پاک ہوجانے سے مراد حیض کا خون بند ہوجانا ہے۔ایسی صورت میں عورت غسل کے بغیر بھی پاک ہوجاتی ہے اور مرد کے لئے مباشرت کرنا جائز ہے۔علامہ البانی نے ابن حزم کی تائید کی ہے۔(آداب الزفاف:47)

سوال16: کیا حائضہ عورت پر غسل فرض ہے؟

جواب: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حائضہ عورت پر غسل فرض ہے اور غسل کی صحت کے لیے خون کا منقطع ہونا شرط ہے۔(تفسیر سعدی 271/1:)

سوال17: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ گناہوں سے مستقل توبہ کرتے رہنے والوں سے محبت کرتا ہے یعنی ان لوگوں کو جو ہمیشہ توبہ کرتے رہتے ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے جو شرک سے بھی پاک رہتے ہیں اور پانی سے حسی طہارت بھی حاصل کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ یہ آیت کریمہ حدث اور نجاست سے حسی طہارت کو شامل ہے۔پس اس آیت سے طہارت کی مطلق مشروعیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند کرتا ہے جو طہارت کی صفت سے متصف ہو۔اس لیے مطلق طہارت صحت، نماز، صحت طواف اور مصحف شریف کو چھونے کے لیے شرط ہے۔یہ آیت کریمہ معنوی طہارت یعنی اخلاق رزیلہ، صفت قبیح اور افعال خسیسہ جیسی معنوی نجاستوں سے طہارت کو بھی شامل ہے۔(تفسیر سعدی:271/1)

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۠ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (223) ﴾

''تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں، چنانچہ جہاں سے چاہو اپنی کھیتی میں آؤ اور اپنی جان کے لئے (عمل) آگے بھیجو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو اور آپ ایمان والوں کو خوش خبری دے دیں۔''(223)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ یہودی کہتے تھے کہ اگر عورت سے ہم بستری کے لیے کوئی پیچھے سے آئے گا تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں سو اپنی کھیتی میں جدھر سے چاہو آؤ۔''(صحیح بخاری:4528) ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں ہلاک ہوگیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: کس چیز نے تمہیں ہلاک کردیا؟ عرض کیا: رات پشت کی طرف سے ہوکر میں نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرلی ہے، آپ ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔اتنے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: (نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یعنی خواہ تم اپنی کھیتیوں میں سامنے کی طرف سے آؤ یا پشت کی طرف سے، پیچھے کے راستہ میں اور حیض کے زمانہ میں صحبت کرنے سے بچو۔
(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال2: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ ''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں یعنی تمہارے لیے اولاد کو جنم دیتی ہیں۔ ﴿2﴾ کھیتی اگنے کی جگہ اولاد پیدا ہونے والا مقام ہے۔ ﴿3﴾ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنے کھیت میں وہیں سے آؤ یعنی قبل سے جماع کرو کیونکہ دبر میں جماع حرام ہے۔ اس فعل کے مرتکب پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ (سنن ابی داؤد:2162)

سوال3: قرآن حکیم میں عورت کو مرد کی کھیتی قرار دیا گیا ہے، عورت کے لیے حرث کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا؟

جواب: ''تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں'' قرآن حکیم میں عورت کو مرد کی کھیتی قرار دیا گیا ہے، عورت کے لیے حرث کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا کہ ﴿1﴾ کسان کے لیے جیسے کھیت قدر و قیمت کے حامل ہوتے ہیں ایسے ہی مرد کے لیے عورت قیمتی اثاثہ ہے، تفریح کا سامان نہیں ہے۔ ﴿2﴾ مرد اور عورت کا تعلق بامقصد ہے۔ عورت مرد کے لیے سیرگاہ نہیں ہے بلکہ نسل انسانی کے کسان کو بھی اپنے کھیت میں اس لیے جانا چاہیے کہ اس سے پیداوار حاصل کرے۔

سوال4: مرد کو عورت سے تعلق رکھنے کا سلیقہ کیسے سکھایا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ یہ تعلق بامقصد ہے: (الف) اس تعلق سے آئندہ نسل کو برقرار رکھنا ہے۔ (ب) اس تعلق میں ایک دوسرے کے پاس سکون حاصل کرنا ہے۔ (ج) محبت اور رحمت کی فضا قائم رکھنی ہے۔ ﴿2﴾ اصل مقصد شہوت رانی نہیں۔ ﴿3﴾ اس تعلق میں سنجیدہ ہونا چاہیے جیسے کھیتی کا منصوبہ بنانے والا سنجیدہ ہوتا ہے۔ ﴿4﴾ اس تعلق کے لیے انتخاب کے وقت سب سے زیادہ جس چیز کو دیکھنا چاہیے وہ ایمان ہے۔ ﴿5﴾ اس تعلق کو اللہ تعالیٰ کی فطری بناوٹ کے مطابق اپنے فطری ڈھنگ پر ہونا چاہیے۔ ﴿6﴾ ہر مرحلے میں انسان پر اللہ تعالیٰ کا خوف غالب رہنا چاہیے کہ رب العالمین کے یہاں جانا ہے جو کھلے اور چھپے سے باخبر ہے۔

سوال5: ﴿وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ﴾ ''اور اپنی جان کے لئے (عمل) آگے بھیجو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی نیکیوں کے کام سرانجام دے کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو اور ان نیکیوں میں ایک نیکی یہ بھی ہے کہ مرد اپنی بیوی سے مباشرت کرے۔ یہ مباشرت اللہ تعالیٰ کے تقرب کی خاطر اور اولاد کے حصول کی امید کے ساتھ ہو وہ اولاد جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ فائدہ پہنچاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:271/1)

سوال6: ازدواجی تعلق کے بارے میں ہدایات دینے کے بعد فرمایا: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً تم اس سے ملنے والے ہو'' اس سے ازدواجی تعلق کے بارے میں اسلام کے موقف کا پتہ چلتا ہے۔ وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب: اسلام شوہر اور بیوی کے تعلق کو عبادت اور خداخوفی کی بنیاد پر قائم کرتا ہے کہ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کی حدود کی پابندی کرو گے تو یہ آخرت میں اجر کا باعث ہوگا۔ایک دن اس کے پاس جانا ہے، وہاں تمہیں اپنے اعمال کا صلہ ملے گا۔﴿2﴾﴿وَاتَّقُوااللّٰہَ﴾ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور حالت حیض میں ان کے قریب نہ جاؤ اور نہ دبر میں جماع کرو۔﴿3﴾﴿وَاعْلَمُوْٓااَنَّکُمْ مُّلٰقُوْہُ﴾ ''اور جان لو یقیناً تم اس سے ملنے والے ہو''یعنی قیامت کے دن اس کے پاس پہنچو گے پھر وہ تمہارے اعمال سے تمہیں رسوا کر دے گا۔(تفسیر سمرقندی:146)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال صالح کی جزا دے گا۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ نے عورت سے فطری تعلق کی ترغیب دلا کر غیر فطری عمل سے روکنے کے لئے کس چیز کا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عورت سے فطری تعلق کی ترغیب دلا کر غیر فطری عمل سے روکنے کے لئے اپنی ملاقات کا شعور دلایا ہے۔

سوال 8: ﴿وَبَشِّرِالْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور آپ ایمان والوں کو خوشخبری دے دیں''اس آیت میں ایمان والوں کو خوشخبری دینے کو کہا گیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان والوں کو خوشخبری دی گئی ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں تیار کر رکھا ہے۔(الاساس:519/1)
﴿2﴾ جو اپنی عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو مان لیتے ہیں۔مومن تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے حکم پر ایمان لاتا ہو۔

﴿وَلَاتَجْعَلُوااللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْاوَتَتَّقُوْاوَتُصْلِحُوْابَیْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ(224)﴾

''اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ کہ نہ تم نیکی کرو گے اور (نہ) تم (گناہوں سے) بچو گے اور (نہ) تم لوگوں کے درمیان اصلاح کرو گے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(224)

سوال 1: ﴿وَلَاتَجْعَلُوااللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْاوَتَتَّقُوْاوَتُصْلِحُوْابَیْنَ النَّاسِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ کہ نہ تم نیکی کرو گے اور (نہ) تم (گناہوں سے) بچو گے اور (نہ) تم لوگوں کے درمیان اصلاح کرو گے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تم اپنی قسم کو اس لیے استعمال نہ کرو کہ تم بھلائی کے کام نہ کرو گے بلکہ قسم کا کفارہ ادا کرو اور بھلائی کے کام کرتے جاؤ۔﴿2﴾ بعض لوگ غصہ میں آ کر کسی نیک کام کے نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں اور پھر اس قسم کو نیکی سے باز رہنے کے لیے آڑ بنا لیتے ہیں۔اس آیت میں اس قسم کے لوگوں کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اس لیے نہ کھاؤ کہ نیکی، پرہیزگاری، لوگوں میں صلح کرانے جیسے نیک کاموں سے باز رہنے کا بہانہ ہاتھ آ جائے کیونکہ ایک غلط قسم پر اڑے رہنا گناہ ہے۔﴿3﴾ ان آیات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ کی قسم سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ یعنی اگر کسی اچھے کام کے نہ کرنے پر قسم کھا لو تو اسے توڑ دینے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں کوئی مضائقہ نہیں۔حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی بات کے متعلق قسم کھالے اوراس کے بعد اسے محسوس ہو کہ اس نے غلطی کی ہے تو قسم توڑ دے اور کفارہ دے دے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی حالت میں بھی مسلمان کو نیکی کے احکام سے نہیں روکتے۔(سراج البیان:82/1)﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی کو رات کے وقت نبی ﷺ کے پاس دیر ہوگئی، پھر اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹا تو بچوں کو سوتا ہوا پایا۔اس کے پاس اس کی بیوی کھانا لائی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ اپنے بچوں کی وجہ سے نہیں کھائے گا۔پھر اس کے لیے(مسئلہ)ظاہر ہو گیا تو اس نے کھالیا۔پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی بات کی قسم کھائے اور پھر کسی دوسری بات کو اس سے بہتر پائے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے اور بہتر بات پر عمل کرے۔(صحیح مسلم:4271)﴿5﴾ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اپنے چچا کے بیٹے کے پاس جاتا ہوں اس سے کچھ سوال کرتا ہوں سو وہ مجھے نہیں دیتا اور صلہ رحمی نہیں کرتا پھر اسے حاجت درپیش ہو جاتی ہے تو مجھ سے آ کر سوال کرنے لگتا ہے حالانکہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اسے کچھ نہ دوں گا اور صلہ رحمی نہیں کروں گا۔اس کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں وہ کام کروں جو خیر ہو اور قسم کا کفارہ دے دوں۔(مشکوٰۃ المصابیح:297)﴿6﴾ کوئی اچھا کام نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کے نام کو بدنام نہ کرو جیسے یہ قسم کہ میں اپنے ماں باپ سے نہ بولوں گا یا بیوی سے اچھا سلوک نہ کروں گا یا فلاں کو صدقہ نہ دوں گا یا یہ کہ اب میں کسی کے درمیاں مصالحت نہ کراؤں گا یعنی برائی کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کے نام کو استعمال مت کرو اور اگر کسی نے یہ کام کیا ہو تو اسے چاہیے کہ قسم توڑ ڈالے اور اس کا کفارہ ادا کرے۔چنانچہ آپ ﷺ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ کو حکم دیا کہ اگر تم کسی بات کی قسم کھاؤ پھر اس کے خلاف کرنا بہتر سمجھو تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو اور جس کام کو بہتر سمجھو وہی کرو۔(بخاری کتاب الایمان:6622)

سوال2: قسم کیوں کھائی جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حلف اور قسم کا مقصد اس ہستی کی تعظیم ہے جس کی قسم کھائی جائے اور اس چیز کی تاکید مراد ہے جس پر قسم کھائی جائے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے قسموں کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر معاملے میں قسم کی حفاظت کی جائے مگر اس سے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جس میں کسی کے ساتھ احسان(نہ کرنے) کی قسم کھائی گئی ہو۔(تفسیر سعدی:272/1)

سوال3: کس قسم پر قائم رہنا اور کس کو توڑنا واجب ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو کوئی کسی واجب کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے اس پر قسم توڑنا واجب ہے اور اس قسم پر قائم رہنا حرام ہے۔﴿2﴾ جو کوئی کسی مستحب کو چھوڑنے کی قسم کھاتا ہے اس پر اس قسم کو توڑنا مستحب ہے۔﴿3﴾ جو کسی حرام امر کے ارتکاب کا حلف اٹھاتا ہے اس پر حلف توڑنا واجب ہے۔﴿4﴾ اگر وہ کسی مکروہ فعل کے ارتکاب پر قسم اٹھاتا ہے تو اس پر اس قسم کو توڑنا مستحب ہے۔﴿5﴾ رہے مباح امور تو ان کے بارے میں اٹھائی ہوئی قسم کی حفاظت کرنا زیادہ مناسب ہے۔اس آیت کریمہ سے اس مشہور فقہی اور قانونی قاعدے پر استدلال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا جاتا ہے:اِذَا تَزَاحَمَتِ الْمَصَالِحُ قُدِّمَ اَهَمُّهَا جب مصالح میں باہم ٹکراؤ ہوتو اس کومقدم رکھا جائے گا جوان میں سب سے زیادہ اہم ہوگا۔ یہاں قسم کا پورا کرنا ایک مصلحت ہے اوران اشیاء میں اللہ تعالی کے احکام کی اطاعت کرنا اس سے زیادہ بڑی مصلحت ہے اس لیے اس کومقدم رکھا جائے گا۔(تفسیر سعدی:273/1)

سوال4:قسم کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾دس مسکینوں کوکھانا کھلانا۔ ﴿2﴾یا کپڑے پہنانا۔﴿3﴾یاایک غلام آزاد کرنا۔﴿4﴾یا تین روزے رکھنا۔

سوال5:اللہ تعالیٰ نے بھلائی، پرہیز گاری اورلوگوں کے درمیان اصلاح کے عمل کوچھوڑ بیٹھنے سے کن صفات کا شعور دلا کر روکا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سمیع اورعلیم کا شعور دلا کر بھلائی،تقویٰ اوراصلاح کے عمل کوچھوڑ بیٹھنے سے روکا ہے۔اللہ تعالیٰ سمیع ہے انسان جوکہتا ہے وہ سنتا ہے اس سننے کا شعورانسان کو برا کہنے سے روکتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ علیم ہے انسان جوکرتا ہے وہ اس کے علم میں ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے علم کا شعورانسان کواصلاح کے کام چھوڑنے سے روکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی صفات کا شعورانسان کوبھٹکنے اور گناہوں میں مبتلا ہونے سے روکتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ سمیع ہے تمام آوازوں کو سننے والا ہے وہ علیم ہے مقاصداورنیتوں کوخوب جانتا ہے گویا وہ قسم اٹھانے والوں کی بات کوسنتا ہے اوران کے مقاصدکوبھی جانتا ہے کہ آیا یہ قسم کسی نیک مقصد کے لیے اٹھائی گئی ہے یابرے مقصد کے لیے۔(تفسیر سعدی:273/1)یہ شعورقسم اٹھاتے ہوئے بھلائی ، پرہیز گاری،اوراصلاح کے کاموں کوچھوڑنے سے بچاتا ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچ جائیں،وہ علیم ہے اعمال اورنیتوں کوجانتا ہے۔

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ(225)﴾

''اللہ تعالیٰ تمہاری لغوقسموں پرتمہیں نہیں پکڑتا،وہ اس کی وجہ سے تمہیں پکڑتا ہے جوتمہارے دلوں نے کمایا اوراللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت بردبار ہے۔''(225)

سوال1:﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾''اللہ تعالیٰ تمہاری لغوقسموں پرتمہیں نہیں پکڑتا''لغو سے کیا مراد ہے؟

جواب:لغو سے مراد باطل ہے جس میں کوئی خیر نہ ہو۔

سوال2:لغوقسموں سے کیا مراد ہے؟ کیا لغوقسموں پر کفارہ ہے؟

جواب:﴿1﴾سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:وہ آدمی کا اپنے گھر میں یہ قول ہے اللہ کی قسم اور کیوں نہیں اللہ کی قسم وغیرہ۔(جامع البیان:454/2)﴿2﴾لغوقسموں پرنہ کفارہ ہے نہ مؤاخذہ۔

سوال3:﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾''وہ اس کی وجہ سے تمہیں پکڑتا ہے جوتمہارے دلوں نے کمایا'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب: ''وہ اس کی وجہ سے تمہیں پکڑتا ہے جو تمہارے دلوں نے کمایا'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پکڑ دلوں کے افعال پر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان قسموں کی باز پرس کرتے ہیں جو دلی ارادے سے کھائی جائیں۔

سوال 4: ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ﴾ اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ہے۔ اس شخص کو بخش دیتا ہے جو توبہ کے ذریعے اس کی طرف لوٹتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿حَلِيْمٌ﴾ جو شخص نافرمانی کرتا ہے اس کے معاملے میں وہ حلم سے کام لیتا ہے۔ اس کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، اپنے حلم کی بنا پر اس کی پردہ پوشی کرتا ہے اور بندے پر قدرت رکھنے اور اپنے سامع ہونے کے باوجود اس سے درگزر کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:273/1)

﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور حلیم ہونے کا شعور دلا کر توبہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (226)﴾

''ان لوگوں کے لیے جو اپنی عورتوں سے نہ ملنے کی قسم کھا بیٹھیں انہیں چار ماہ تک انتظار کرنا ہے، پھر اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (226)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: اسباب النزول میں ہے کہ یہ آیت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کے بہنوئی اور بہن کے درمیان کچھ ناراضگی ہوگئی تھی انہوں نے قسم کھائی کہ اس کے پاس کبھی بھی نہیں جائیں گے اور نہ اس سے بات کریں گے اور نہ میاں بیوی کے درمیان صلح کرائیں گے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے تو قسم کھا رکھی ہے اب میں اس کی خلاف ورزی کیسے کروں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بالا نازل فرمائی۔ (اسباب النزول:72)

سوال 2: ﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو اپنی عورتوں سے نہ ملنے کی قسم کھا بیٹھیں'' ایلاء کے کیا معنی ہیں؟

جواب: ایلاء کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھالے تو یہ ایلاء ہے۔ (ایسر التفاسیر:116)

سوال 3: ایلاء کا کیا حکم ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جس شخص نے جتنا عرصہ بیوی سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھائی ہو وہ عرصہ گزر جانے کے بعد تعلق قائم کر لیتا ہے تو کوئی کفارہ نہیں۔ ﴿2﴾ اگر ایسا شخص مدت پوری ہونے سے پہلے تعلق قائم کر لیتا ہے تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ ﴿3﴾ اگر چار ماہ سے زیادہ مدت کا تعین کیے بغیر قسم کھائے تو ایسے شخص کے لیے اس آیت میں چار ماہ کی مدت مقرر کر دی ہے کہ یا تو اس مدت کے پورا ہوتے ہی اپنی بیوی سے تعلقات قائم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرے اور یا پھر سیدھی طرح سے طلاق دے دے۔پہلی صورت بھی اختیار نہ کرے تو حاکم وقت کو اختیار ہوگا کہ وہ اسے کسی ایک کے اختیار کرنے پر مجبور کرے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور جمہور ائمہ کا یہی فتویٰ ہے۔(ابن کثیر)﴿4﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عورتوں سے ایلا کیا۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں موچ آئی ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتیس دن تک الگ بالا خانے میں قیام پذیر رہے۔انتیس دنوں کے بعد تشریف لائے تو لوگوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔''(صحیح بخاری:5289)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ایلاء کے چار ماہ گزر جائیں تو مرد کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے گا۔(صحیح بخاری:5291)

سوال4: چار ماہ کی عدت میں کیا حکمت ہے؟

جواب: عورت کی فطری خواہشات اور قوت برداشت کا خیال رکھتے ہوئے یہ مدت مقرر کی ہے۔

سوال5: ایلاء میں رجوع کب تک کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ایلاء میں 4 ماہ کے اندر اندر رجوع کیا جا سکتا ہے۔چار ماہ میں ایک مرتبہ بیوی کے ساتھ مجامعت فرض ہے کیونکہ چار ماہ کے بعد یا تو اسے مجامعت پر مجبور کیا جائے گا یا اسے طلاق دینی پڑے گی۔یہ جبر صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ کسی واجب کو ترک کرے۔(تفسیر سعدی 274/1:)

سوال6: اگر ایلاء کی عدت گزر جائے تو کیا طلاق ہو جائے گی؟

جواب: ﴿1﴾ عدت گزرتے ہی ایک طلاق خود بخود واقع ہو جائے گی۔﴿2﴾ یہ طلاق بائن ہوگی۔﴿3﴾ دونوں چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

سوال7: ﴿فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''قسم اٹھانے کی وجہ سے انہوں نے جس گناہ کا ارتکاب کیا تھا ان کے رجوع کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ رحیم یعنی نہایت رحم والا ہے کہ اس نے بندوں کی قسموں کو اٹوٹ اور ان پر لازم قرار نہیں دیا بلکہ ان سے باہر نکلنے کے لیے کفارہ مقرر کیا۔وہ ان پر اس لحاظ سے بھی مہربان ہے کہ انہوں نے اپنی بیویوں سے رجوع کیا ان سے مہربانی اور شفقت سے پیش آئے۔(یعنی ان کا رجوع بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہی کا نتیجہ ہے۔(تفسیر سعدی:274/1)

سوال8: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غَفُورٌ اور رَّحِيمٌ کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے شوہر کو قسم کھانے کے بعد لوٹنے کے لئے اپنی صفت رحمت ''رحیـــم'' کا شعور دلایا ہے کہ لوٹنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قسم کے گناہ کو معاف کر دے گا۔اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت مغفرت ''غفور'' کا شعور دلایا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (227)﴾

''اوراگروہ طلاق دینے کاارادہ کریں تواللہ تعالیٰ یقیناً سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔''(227)

سوال1: ﴿وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ﴾ ''اوراگروہ طلاق دینے کاارادہ کریں'' طلاق کسے کہتے ہیں؟

جواب: شوہراور بیوی میں ہم آہنگی نہ ہوسکے تورشتۂ نکاح کوختم کرنے کے لیے مرداورعورت کے درمیان جدائی کے لیے مردکوجوحق اسلام دیتاہےاسےطلاق کہتے ہیں۔

سوال2: ''اگروہ طلاق کاارادہ کرلیں''ان الفاظ سے ''ایلاء'' کےحکم کے بارے میں کیاپتہ چلتاہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتاہے کہ چارماہ گزرتے ہی طلاق خودبخود واقع نہیں ہوگی بلکہ شوہر کےطلاق دینے سے ہوگی۔

سوال3: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''تواللہ تعالیٰ یقیناً سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: طلاق کےمتعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:یعنی اللہ تعالیٰ جانتے اور سنتے ہیں کہ تم دونوں میں سے کون ظالم اورکون مظلوم ہے۔لہٰذا طلاق کےمعاملہ میں احتیاط ضروری ہے۔ذراسی غفلت سے دونوں زندگیاں تباہ ہوجاتی ہیں۔(سراج البیان:83/1)

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ﴿سَمِيْعٌ اور عَلِيْمٌ﴾ کاشعورکیسے دلایاہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے طلاق کےارادے سے اپنےعلیم ہونے کاشعوردلایاہے کہ جوتم دل میں رکھتے ہواللہ تعالیٰ علیم ہے،اسے جانتاہے۔﴿2﴾ اورجوتم زبان سے کہتے ہواللہ تعالیٰ سمیع ہے،اسے سنتاہے۔

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (228)﴾

''اورطلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کوتین حیض تک انتظار میں رکھیں اوران کے لیے جائزنہیں کہ وہ اس چیز کوچھپائیں جس کواللہ تعالیٰ نے ان کےرحموں میں پیدا کیاہے،اگروہ اللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پرایمان رکھتی ہوں اوران کےشوہراس دوران میں انہیں واپس لینے کےزیادہ حق دار ہیں اگروہ اصلاح کرنے کاارادہ رکھتے ہوں اورعورتوں کےبھی معروف کےمطابق ویسےہی حقوق ہیں جیسےان کےاوپرحق ہےاور مردوں کاان پرایک درجہ ہےاوراللہ تعالیٰ سب پرغالب،کمال حکمت والا ہے۔''(228)

سوال1: اس آیت کاشان نزول کیاہے؟

جواب: اسماء بنت یزید بن سکن انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں عورت کوطلاق دی جاتی تھی مطلقہ (طلاق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شدہ عورت) کے لئے عدت نہیں تھی ، اس پر اللہ تعالیٰ نے طلاق کے لیے عدت نازل فرمائی ۔یعنی طلاق دی ہوئی عورتیں تین حیض تک عدت گزاریں ۔(لباب النقول فی اسباب النزول)

سوال2: ﴿ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ﴾ ''اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں'' یہاں کن طلاق یافتہ عورتوں کی عدت کا حکم بیان کیا گیا ہے؟

جواب: یہاں ان طلاق یافتہ عورتوں کی عدت کا حکم بیان کیا گیا ہے ﴿1﴾ جو حاملہ نہ ہوں ۔ ﴿2﴾ جن کو دخول سے پہلے طلاق نہ دی گئی ہو۔ ﴿3﴾ جن کو حیض آنا بند نہ ہوا ہو۔ ﴿4﴾ جن کو حیض آنا شروع ہو چکا ہو۔

سوال3: طلاق کی عدت تین قروء ہے۔ ''قُرُوْٓءٍ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''قروء'' سے مراد تین حیض بھی ہو سکتے ہیں اور تین طہر بھی ۔دونوں معنوں کی گنجائش ہے ۔(ابن کثیر)

سوال4: ﴿ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ﴾ ''اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں'' انتظار میں رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: انتظار میں رکھنے سے مراد ہے کہ طلاق یافتہ عورتیں تین حیض تک دوسری جگہ شادی کرنے سے خود کو روکے رکھیں ۔اس آیت کریمہ کے عموم سے مندرجہ ذیل صورتیں مستثنیٰ ہیں: ﴿1﴾ اگر مطلقہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے ۔ ﴿2﴾ اگر مطلقہ غیر مدخولہ ہے یعنی اس کے ساتھ خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تو اس پر کوئی عدت نہیں ۔ ﴿3﴾ لونڈیوں کی عدت دو حیض ہیں جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول ہے ۔آیات کریمہ کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ آیت میں مذکورہ عورت سے مراد آزاد عورت ہے ۔(تفسیر سعدی:278/1)

سوال5: ﴿ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ ﴾ ''اور ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورتوں پر واجب کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں جو کچھ تخلیق کیا ہے اس کے بارے میں آگاہ کریں اور حمل یا حیض کا چھپانا ان پر حرام ٹھہرایا کیونکہ ان کا حمل یا حیض کا چھپانا بہت سے مفاسد کا سبب بنتا ہے ۔(تفسیر سعدی:275/1) ﴿2﴾ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حیض اور حمل کے بارے میں عورت اگر کوئی خبر دیتی ہے تو وہ قابل قبول ہے ۔

سوال6: رحم کا معاملہ چھپانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد حیض بھی ہو سکتا ہے اور حمل بھی ۔ ﴿2﴾ اگر اس سے مراد حیض ہو تو اس کا مطلب ہے کہ وہ حیض کو نہ چھپائیں کیونکہ اس سے شوہر کا حق رجوع ثابت نہیں ہو سکتا ۔ ﴿3﴾ اگر اس سے مراد حمل ہو تو اس کا مطلب ہے کہ وہ حمل کو نہ چھپائیں کیونکہ دوسری شادی کی صورت میں نسب مشتبہ ہو جائے گا ۔ پہلے شوہر کا بچہ دوسرے کے نام ہو جائے گا جو کبیرہ گناہ ہے ۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: عورت حیض کا معاملہ کب چھپاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ عورت حیض کا معاملہ تب چھپاتی ہے جب وہ اپنے شوہر کو رجوع نہ کرنے دینا چاہتی ہو پھر وہ یہ کہہ دیتی ہے کہ مجھے تین حیض آ چکے ہیں۔ ﴿2﴾ عورت حیض کا معاملہ اس صورت میں بھی چھپاتی ہے جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو ایسی صورت میں اسے تین حیض آ بھی چکے ہوں وہ اظہار نہیں کرنا چاہتی تا کہ شوہر رجوع کر سکے۔ یہ دو پہلوؤں سے حرام ہے ایک تو وہ اس کی مستحق نہیں رہی دوسرے اس کو شریعت کی طرف منسوب کرنا حالانکہ وہ جھوٹی ہے۔ ﴿3﴾ عورت جب حیض کے معاملے کو چھپا لیتی ہے تو عدت ختم ہونے کے بعد شوہر رجوع کر لیتا ہے۔ یہ رجوع زنا ہے کیونکہ اب عورت اس کے لیے اجنبی ہے۔ (تفسیر سعدی:276/1)

سوال8: عورت کا حیض یا حمل چھپانا کن مفاسد کا باعث بنتا ہے؟

جواب: عورت کا حیض یا حمل چھپانا بہت سے مفاسد کا باعث بنتا ہے۔ حمل کو چھپانا اس بات کا موجب بنتا ہے کہ: ﴿1﴾ عورت اپنے حمل کے نسب کو کسی ایسے شخص کے ساتھ ملحق کر دے جس میں اسے رغبت ہے۔ ﴿2﴾ یا محض عدت کے پورا ہو جانے میں جلد بازی کے لیے حیض آنے کا اعلان کر دے۔ ﴿3﴾ جب یہ عورت اپنے حمل کو اس کے باپ کے سوا کسی اور کے ساتھ ملحق کر دیتی ہے تو یہ چیز قطع رحمی اور میراث سے محروم کرنے کا باعث بنتی ہے۔ ﴿4﴾ اس کے لیے اس کے محرموں اور اقارب سے پردے کا موجب بنتی ہے۔ ﴿5﴾ اور بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ اس الحاق سے محارم کے درمیان نکاح کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ ﴿6﴾ اس کے مقابلے میں باپ کے سوا کسی اور شخص سے اس حمل کا الحاق ہوتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اس کے تمام توابع مثلاً میراث وغیرہ کا اثبات ہوتا ہے اور جس شخص کے ساتھ حمل کا الحاق کیا گیا ہوتا ہے اس کے تمام اقارب کو بچے کے اقارب بنا دیتا ہے اور اس میں بہت بڑا شر اور فساد ہے جسے بندوں کے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر سعدی:275/1)

سوال9: ﴿إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ ''اگر وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے طلاق یافتہ عورتوں کو حیض یا حمل چھپانے سے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ایمان لانے کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ حق نہ چھپائیں۔ ﴿2﴾ حیض یا حمل کو چھپانا عورت کے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہ لانے کی دلیل بن جاتا ہے۔ ﴿3﴾ اگر اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہوتا اور اس کے نتیجے میں اعمال کی جزا پر یقین ہوتا تو حیض یا حمل چھپانے کا معاملہ کبھی نہ ہوتا۔

سوال10: طلاق یافتہ عورتوں کے کیا فرائض ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ عدت کے دوران اپنے آپ کو (دوسری شادی سے) روک کر رکھیں۔ ﴿2﴾ ان کے رحموں میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تخلیق کیا ہے اسے نہ چھپائیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11: ﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا﴾ ''اوران کے شوہراس دوران میں انہیں واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں اگروہ اصلاح کاارادہ رکھتے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ ''اوران کے شوہراس دوران میں انہیں واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں'' طلاق یافتہ عورتوں کے شوہرانہیں زوجیت میں واپس لینے کاحق رکھتے ہیں جب تک کہ وہ عدت میں ہوں۔ ﴿2﴾ ﴿اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا﴾ اس وقت تک ان کے شوہران سے رجوع کا زیادہ حق رکھتے ہیں اگران کا ارادہ اصلاح کا ہے۔یعنی اگرشوہررغبت رکھتے ہوں،الفت اورمودت کا جذبہ رکھتے ہوں توان کورجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ ﴿3﴾ اگررجوع سے ان کا مقصد اصلاح نہیں تووہ واپس لینے کا حق نہیں رکھتے۔بیوی کونقصان پہنچانے اورعدت کولمبا کرنے کے لیے رجوع کرنا جائزنہیں۔

سوال12: طلاق دینے والے مرد کا کیا فرض ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رجوع کرے توخالص نیت سے کرے۔ ﴿2﴾ رجوع سے عورت کوتکلیف اوراذیت دینامقصودنہ ہو۔

سوال13: شوہرعدت کی مدت میں رجوع کرنے کاحق کب رکھتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب وہ عورت کورجوع کرکے تنگ نہ کرناچاہتاہو۔ ﴿2﴾ جب وہ اصلاح کاارادہ رکھتاہو۔ ﴿3﴾ رجوع کا یہ حق طلاق رجعی کے ساتھ خاص ہے۔ ﴿4﴾ طلاق بائن میں شوہرکورجوع کاحق نہیں ہوتا۔

سوال14: کیاعورت کاولی رجوع کرنے کے راستے میں رکاوٹ بن سکتا ہے؟

جواب: ولی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ رجوع کے راستے میں رکاوٹ ڈالے۔

سوال15: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''اورعورتوں کے بھی معروف کے مطابق ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان کے اوپرحق ہے'' اس سے کیامرادہے؟

جواب: ''اورعورتوں کے بھی معروف کے مطابق ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان کے اوپرحق ہے'' سے مرادوہ حقوق ہیں جن کوپوراکرنے کے دونوں پابندہیں۔

سوال16: طلاق یافتہ عورت کاحق کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نان ونفقہ طلاق یافتہ عورت کاحق ہے اس لیے کہ وہ قانون کی روسے رکی ہوئی ہے۔ ﴿2﴾ اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ نان ونفقہ،لباس،معاشرتی تعلق،گھراسی طرح میاں بیوی کے درمیان خاص تعلق ان سب کامرجع معروف ہے۔یہ عقدمطلق کی صورت میں ہے یعنی نکاح کے وقت کوئی شرط طے نہ کی گئی ہو۔(تفسیرسعدی:277/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال17: مرداورعورت کے حقوق کے حوالے سے اسلام کا کیا مؤقف ہے؟

جواب: ﴿1﴾ خاندانی نظام میں ہرایک کے حقوق ہیں، مرد ہو یا عورت اور ہرایک کی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ ﴿2﴾ مرد اور عورت دونوں کو چاہیے کہ حق لینے کے ساتھ ساتھ پوری طرح حق ادا بھی کریں۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے۔ (النساء:1) مشترکہ حقوق: ﴿i﴾ امانت۔ ﴿ii﴾ محبت اور رحم۔ ﴿iii﴾ باہمی اعتماد۔ ﴿iv﴾ شگفتگی اور معاملات میں نرمی۔ شوہر کے حقوق: ﴿i﴾ فرماں برداری۔ ﴿ii﴾ مال ومتاع، عزت، گھر کے تمام کاموں میں حفاظت۔ ﴿iii﴾ شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کوئی کام نہ کرے۔ بیوی کے حقوق: ﴿i﴾ معروف طریقے سے نباہ: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ﴿ii﴾ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا پابند بنائے۔ ﴿iii﴾ بیویوں کے درمیان انصاف کرے۔ ﴿iv﴾ بیوی کا راز افشاء نہ کرے۔

سوال18: عورت سے حسن سلوک کے بارے میں تین احادیث لکھیں؟

جواب: ﴿1﴾ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کے اعتبار سے مومنوں میں سے اکمل وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے اور تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہے۔ (جامع ترمذی:1162) ﴿2﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے حق میں وصیت قبول کرو۔ عورت پسلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہے، اگر اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑو گے تو برابر ٹیڑھی رہے گی۔ پھر عورتوں کے حق میں وصیت قبول کرو۔ (مسلم:3644) ﴿3﴾ لوگو! سنو، عورتوں کے حق میں خیر اور بھلائی کی بات قبول کرو۔ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں۔ تم ان پر زیادتی کا اس کے سوا کوئی اختیار نہیں رکھتے کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ان کے بستروں میں چھوڑ دو اور انہیں ایسی مار مارو جو زخم نہ چھوڑے۔ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان پر زیادتی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ خبردار رہو! مردوں کے عورتوں پر حقوق (ویسے ہی) ہیں (جیسے) عورتوں کے مردوں پر حقوق ہیں۔'' (جامع ترمذی:1163) ﴿4﴾ حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا: بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے، چہرے پر نہ مارے، گالی نہ دے، (کبھی الگ کرنے کی ضرورت پڑے تو) اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ الگ نہ کرے۔'' (سنن ابن ماجہ:1850) ﴿5﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا: ''اے عبداللہ! مجھے بتایا گیا ہے کہ تم دن کو مسلسل روزے رکھتے ہو اور رات کو مسلسل قیام کرتے ہو؟' میں نے عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ ﷺ! ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کرو، روزہ بھی رکھو اور ترک بھی کرو، رات کو قیام بھی کرو اور آرام بھی کرو۔ تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے، تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔ (صحیح بخاری:1975)

سوال 19: ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ ''اور مردوں کا ان پر ایک درجہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور مردوں کا ان پر ایک درجہ ہے'' ﴿1﴾ مرد کو قوام ہونے کے اعتبار سے درجہ حاصل ہے۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں فرمایا: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ مرد عورتوں پر نگران ہیں اس وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ہے۔ (النساء:34) ﴿2﴾ فطری قوتوں کے اعتبار سے مرد کو درجہ حاصل ہے۔ ﴿3﴾ مرد کو جہاد کی اجازت ہے، اس اعتبار سے اس کا درجہ بڑا ہے۔ ﴿4﴾ میراث کے دوگنا ہونے میں مرد کو درجہ حاصل ہے۔ ﴿5﴾ طلاق اور رجوع کے اختیار میں مرد کو درجہ حاصل ہے۔ ﴿6﴾ منصب نبوت، منصب قضا، امامت صغریٰ، امامت کبریٰ او ردیگر تمام شعبوں کی سربراہی مردوں سے مخصوص ہے۔ ﴿7﴾ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس جملے کا مطلب یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے مقابلے میں بڑا درجہ دیا ہے، اس لیے ان کو زیادہ تحمل سے کام لینا چاہیے کہ اگر عورتوں کی طرف سے ان کے حقوق میں کوتاہی ہو بھی جائے تو ان کا درجہ یہ ہے کہ یہ اس کو برداشت کریں اور صبر سے کام لیں اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔ (قرطبی) (معارف القرآن:4/553)

سوال 20: ﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی اللہ تعالیٰ عزیز ہے، عزت، غلبہ، بہت بڑے تسلط اور اختیارات کا مالک ہے۔ تمام کائنات اس کے سامنے سرافگندہ ہے مگر وہ حکیم ہے، اپنے غلبہ اور اختیارات کے باوجود اپنے تصرفات میں نہایت حکمت سے کام لیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/227) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ عزیز ہے نافرمانوں سے انتقام لینے کے لیے غلبہ رکھتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اپنے احکامات اور اپنی شریعت میں حکیم ہے۔ (تفسیر قاسمی:3/246)

سوال 21: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عزیز اور حکیم کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عورت پر مرد کے غلبے کی وجہ سے اپنی صفت عزیز کا شعور دلایا ہے کہ تم پر بڑا اور غالب تمہارا رب ہے لہٰذا اس کے غلبے کو ذہن میں رکھ کر حقوق ادا کرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حکیم سے شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کے حقوق بھی رکھے ہیں اور اپنی حکمت سے مردوں کا ایک درجہ رکھا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ فیصلے کو قبول کرلو۔

رکوع نمبر 13

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (229)﴾

''(رجعی) طلاق دو بار ہے، پھر یا تو اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا نیکی کے ساتھ رخصت کر دینا ہے اور تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم اس میں سے لے لو جو کچھ بھی تم نے ان کو (مہر میں) دیا ہے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے جو عورت (خلع کے) فدیہ میں دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں چنانچہ ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔''(229)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو جتنی چاہتا طلاقیں دے دیتا تھا اور جس وقت اس سے عدت میں رجوع کر لیتا وہ پھر بھی اسی کی بیوی رہتی، خواہ اسے سو یا اس سے زیادہ طلاقیں دے دے، یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اللہ کی قسم میں تجھے نہ کبھی ایسی طلاق دوں گا کہ تو مجھ سے جدا ہو جائے اور نہ تجھ کو سکون سے رہنے دوں گا، اس کی بیوی نے کہا یہ کس طرح ممکن ہوگا؟ وہ کہنے لگا: میں تجھے طلاق دیتا رہوں گا۔ جب تیری عدت کی مدت ختم ہونے والی ہوگی پھر تجھ سے رجوع کر لیا کروں گا۔ اس پر عورت نے جا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا واقعہ کہہ سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش ہو گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی یہ آیت اتار دی، ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ (الخ)'' یعنی وہ طلاق جس میں رجوع کرنا درست ہے وہ دو مرتبہ ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال2: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ ''(رجعی) طلاق دو بار ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ ''(رجعی) طلاق دو بار ہے'' سے مراد ہے کہ وہ طلاق جس میں شوہر کو بیوی سے رجوع کرنے کا حق ہے وہ دو مرتبہ ہے کیونکہ تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع کی اجازت نہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے مرد کو صرف تین طلاقوں کا حق دیا اور رجوع کا حق صرف دو طلاقوں تک قائم رکھا۔ (مختصر ابن کثیر: 147/1)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کے حق کو محدود کیوں کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کے حق کو اس لیے محدود کیا ہے کہ دور جاہلیت میں طلاق دینے کا حق غیر محدود تھا جس کی وجہ سے عورت کو نہ بسایا جاتا تھا، نہ آزاد کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس حق کو محدود کر کے ظلم کے دروازے بند کئے ہیں۔

سوال4: طلاق کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ طلاق کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دو عادل گواہوں کی موجودگی میں عورت کو حالت طہر میں ایک بار طلاق دی جائے، وہ طہر ایسا ہو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ شوہر نے اس میں بیوی سے جماع نہ کیا ہو۔﴿2﴾اب اگر مرد چاہے تو دوسرے طہر میں طلاق دے دے ورنہ ایک ہی طلاق پر عدت گزر جائے تو طلاق واقع ہوجاتی ہے۔﴿3﴾یا پھر دوران حمل بیوی کو طلاق دی جائے۔﴿4﴾حیض یا طہر کی حالت میں جماع کے بعد عورت کو طلاق دینا سنت کے خلاف ہے۔﴿5﴾سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی بیوی (آمنہ بنت غفار) کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں (حالت حیض میں) طلاق دے دی۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''عبداللہ سے کہو کہ اپنی بیوی سے رجوع کرلیں اور پھر اپنے نکاح میں باقی رکھیں، جب حیض بند ہو جائے، پھر حیض آئے اور پھر بند ہو، تب اگر چاہیں تو اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں باقی رکھیں اور اگر چاہیں تو طلاق دے دیں (لیکن طلاق اس طہر میں) ان کے ساتھ جماع سے پہلے ہونی چاہئے۔یہی (طہر کی) وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔''(صحیح بخاری:5251)﴿6﴾طلاق دینے کا مسنون اور سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ مرد حالت طہر میں عورت کو ایک طلاق دے اور پوری عدت گزر جانے دے۔اس صورت کو فقہی اصطلاح میں طلاق احسن کہتے ہیں۔دوسری صورت یہ ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دے اور دوسرے میں دوسری اور تیسرے میں تیسری دے دے۔اس صورت کو حسن کہتے ہیں۔پہلی صورت کا فائدہ یہ ہے کہ اگر عدت گزر جانے کے بعد بھی میاں بیوی آپس میں مل بیٹھنے پر رضامند ہوں تو تجدید نکاح سے یہ صورت ممکن ہے۔(تیسیر القرآن:174/1)

سوال4:﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾اور طَلَّقَتَان میں کیا فرق ہے؟

جواب:﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ سے مراد ہے طلاق دو مرتبہ ہے اور طَلَّقَتَان سے مراد دو طلاقیں ہیں۔دونوں میں فرق ہے۔دو مرتبہ سے مراد ایک نشست میں دو یا تین طلاقیں نہیں بلکہ ایک طلاق کے بعد سوچنے سمجھنے کا موقع ملے پھر اگلے موقع پر یعنی اگلے حیض کے بعد اگلی طلاق ہے۔

سوال5:اگر پہلی مرتبہ کی طلاق سے ہمیشہ کی جدائی کا حکم دے دیا جاتا تو اس کا کیا نقصان ہوتا؟

جواب:اگر پہلی مرتبہ کی طلاق کے بعد ہمیشہ کی جدائی کا حکم دے دیا جاتا تو بہت زیادہ معاشرتی مسائل پیدا ہوجاتے۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ الطَّلَاقُ ۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز اشیا میں سب سے مبغوض چیز طلاق ہے۔''(سنن ابی داؤد:2178)

سوال6:﴿فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ﴾''پھر یا تو اچھے طریقے سے روک لینا ہے''عورت کو اچھے طریقے سے روکنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد ہے اس عورت سے رجوع کر کے اسے اچھے طریقے سے بسانا۔﴿2﴾یعنی رجوع اور حسن معاشرت۔(تفسیر بیضاوی:517/1)﴿3﴾یعنی حسن معاشرت اور وہ ہے شوہر کی طرف سے حقوق کی ادائیگی۔(ایسر التفاسیر:119)

سوال7:﴿اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾''یا نیکی کے ساتھ رخصت کر دینا ہے''نیکی کے ساتھ رخصت کر دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾نیکی کے ساتھ رخصت کر دینے سے مراد ہے رجوع نہ کرنا۔(اضواء البیان:104/1)﴿2﴾یعنی احسن انداز میں طلاق دینا۔اگر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حق مہر رہتا ہوتو اس کو ادا کرنا۔ کچھ متاع دینا یعنی کچھ سامان دے کر رخصت کرنا اور برا تذکرہ نہ کرنا۔ ﴿3﴾ بھلائی یہ ہے کہ اس نے بیوی کو جو مال دیا ہے اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لے اس لیے کہ یہ ظلم ہے اور یہ کچھ دیے بغیر مال لینے کے زمرے میں آئے گا۔

سوال 8: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا﴾ ''اور تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم اس میں سے لے لو جو کچھ بھی تم نے ان کو (مہر میں) دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ﴾ اور تمہارے لیے یعنی شوہر کے لیے یہ حلال نہیں۔ ﴿2﴾ ﴿اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جو کچھ دے چکا ہو، اس میں سے کوئی چیز لینے کا حق دار نہیں ہے مثلاً زیور، مہر و کپڑے، پلاٹ، گھر وغیرہ۔ ﴿3﴾ امام ابوداؤد ناسخ اور منسوخ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انسان اپنی بیوی کا تمام مال کھا جاتا تھا، خواہ اس نے اسے دیا ہوتا، یا نہ دیا ہوتا اور یہ سمجھتا تھا کہ اس صورت میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا، تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ کچھ لو اس مال میں سے جو تم نے اپنی عورتوں کو دیا ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطیؒ) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اعلیٰ تعلیم دی ہے۔ ﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا﴾ اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بدلنے کا ارادہ کر لو اور تم نے ان میں سے ایک کو خزانہ تک دے دیا ہو تو بھی اس میں سے تم کچھ واپس نہ لو۔ (النساء:20)

سوال 9: ﴿اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ﴾ ''مگر دونوں کو خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''مگر دونوں کو خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے'' یعنی وہ حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے جو حسن معاشرت کے حوالے سے ان پر واجب ہیں۔ (فتح القدیر:302/1) ﴿2﴾ اس میں معروف کے ساتھ خلع کا بیان ہے (جس میں شوہر کو معاوضہ لے کر طلاق دینے کی اجازت ہے۔) ﴿3﴾ مردوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ عورتوں کے مہر سے تھوڑا یا زیادہ کچھ بھی لیں۔ (واضح البیان :84) ﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کر لے تو اسے طلاق دے دے اور اس کا مہر بھی ادا نہ کرے۔'' (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطیؒ)

سوال 10: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾ ''تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے جو عورت (خلع کے) فدیہ میں دے'' خلع سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں جو عورت خلع کے فدیے میں دے۔ ﴿2﴾ خلع سے مراد ہے ایک عورت کا اپنے شوہر کو کچھ دے دلا کر طلاق حاصل کرنا۔ (مستدرک حاکم) اس کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کو اس کی عادات یا جسمانی بدصورتی کی وجہ سے ناپسند کرتی ہو اور ڈرتی ہو کہ وہ شوہر کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کر سکے گی تو وہ خلع کے ذریعے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11: خلع کب مشروع ہے؟

جواب: اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب خوف ہو کہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو عورت جو معاوضہ دے گی ان پر کوئی گناہ نہیں اس لیے کہ یہ اس جدائی کا معاوضہ ہے جو عورت حاصل کرنا چاہتی ہے۔

سوال12: عورت شوہر سے خلع کیسے لے سکتی ہے؟

جواب: عورت شوہر سے علیحدہ ہونا چاہے تو شوہر عورت سے اپنا دیا ہوا مہر واپس لے سکتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! میں ثابت بن قیس کی دین داری اور اخلاق میں عیب نہیں نکالتی بلکہ مجھے مسلمان ہو کر شوہر کی ناشکری کے گناہ میں مبتلا ہونا پسند نہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ''کیا تم ثابت کا (مہر میں) دیا ہوا باغ واپس کرنے کو تیار ہو؟'' عورت نے عرض کیا: ''ہاں!'' چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: ''اپنا باغ واپس لے لو اور اسے طلاق دے دو۔'' (صحیح بخاری:5273)

سوال13: شوہر اگر علیحدگی قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو عورت خلع کیسے لے سکتی ہے؟

جواب: اگر شوہر علیحدگی قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو عدالت شوہر کو طلاق دینے کا حکم دے گی۔

سوال14: اگر شوہر عدالت کا حکم نہ مانے تو عورت خلع کیسے لے سکتی ہے؟

جواب: اگر شوہر عدالت کا حکم نہ مانے تو ایسی صورت میں عدالت نکاح فسخ کر دے گی۔

سوال15: کیا عورت بغیر کسی معقول عذر کے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

جواب: عورت بغیر کسی معقول عذر کے طلاق کا مطالبہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکتی۔ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس عورت نے بغیر وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق مانگی، اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔'' (ترمذی:1187) عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : أَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''(بلاوجہ) خلع حاصل کرنے والی عورتیں منافق ہیں۔'' (ترمذی:1186)

سوال16: خلع کی عدت کتنی ہے؟

جواب: سیدنا ربیع بنت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اپنے شوہر سے خلع لی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ ایک حیض عدت گزارے۔ (ترمذی:1185)

سوال17: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں چنانچہ ان سے آگے نہ بڑھو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿تِلْكَ حُدُوْدُاللّٰهِ﴾ ”یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں“ اللہ تعالیٰ کی حدود سے مراد احکام نکاح اورفراق ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾ اللہ تعالیٰ کی حدود جن کا اس نے حکم دیا ہے کہ ان سے آگے نہ بڑھو یعنی ان کی مخالفت نہ کرو۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے نہ بڑھو یعنی حلال سے تجاوز کر کے حرام کی طرف نہ جاؤ، احسان سے تجاوز کر کے برائی کی طرف نہ جاؤ اور معروف سے تجاوز کر کے منکر کی طرف نہ جاؤ۔ (ایسر التفاسیر:191)

سوال18: ﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَاللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ”اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں“ اللہ تعالیٰ کی حدود سے نکل جانے والا کس پر ظلم کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے لیے پیش کر کے ظالموں میں سے ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو شدید عذاب کا مستحق بنا لیتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی حدود سے نکل جانے والا اپنی بیوی کا مال ہتھیا کر اس پر ظلم کرتا ہے اور اس کی زندگی کو تنگ کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔ ﴿3﴾ وہ اپنے بچوں پر اور رشتہ داروں پر ظلم کرتا ہے اس طرح کہ وہ اپنے تعلق کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتے ہیں اور بیوی کے رشتے دار تو مالی، ذہنی اور معاشرتی ہر طرح کی اذیتیں برداشت کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنے کی وجہ سے ممکن ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حدود کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو حدیں مقرر کی ہیں ان سے آگے نہ بڑھو، جو فرائض متعین فرما دیے ہیں انہیں ضائع نہ کرو۔ جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان کی حرمتوں کے پردے نہ توڑو اور جن سے بھول کر نہیں بلکہ ترس کھا کر خاموشی اختیار فرمائی ہے، ان کی کرید نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر:149/1)

سوال19: ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ”تو یہی لوگ ظالم ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ظلم کی تین اقسام ہیں: ﴿1﴾ بندے کا ان معاملات میں ظلم کا ارتکاب کرنا جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہیں۔ ﴿2﴾ بندے کا ظلم اکبر یعنی شرک کا ارتکاب۔ ﴿3﴾ بندے کا ان معاملات میں ظلم کا ارتکاب جو اس کے اور لوگوں کے درمیان ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک کو توبہ کے بغیر نہیں بخشتا اور حقوق العباد کو اللہ تعالیٰ بالکل نہیں چھوڑے گا (بلکہ ایک دوسرے کو بدلہ دلوایا جائے گا) اور وہ ظلم جو بندے اور اس کے مابین ہے اور شرک سے کم تر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت پر منحصر ہے۔ (تفسیر سعدی:279/1)

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۭ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَاللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُاللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (230)﴾

”پھر اگر وہ اسے (تیسری مرتبہ) طلاق دے دے تو وہ اس کے بعد اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح (نہ) کرے، پھر اگر وہ (دوسرا شخص) اس کو طلاق دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں آپس میں رجوع کر لیں اگر وہ دونوں سمجھیں کہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود قائم رکھ سکیں گیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو علم رکھتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں۔''(230)

سوال1: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ﴾ ''پھر اگر وہ اسے (تیسری مرتبہ) طلاق دے دے تو وہ اس کے بعد اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح (نہ) کرے پھر اگر وہ (دوسرا شخص) اس کو طلاق دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں آپس میں رجوع کرلیں اگر وہ دونوں سمجھیں کہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود قائم رکھ سکیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾ پھر اگر وہ مرد تیسری بار طلاق دے دے۔ ﴿2﴾ ﴿فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ ''تو وہ اس کے بعد اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح (نہ) کرے'' یعنی وہ عورت دوسرے شوہر سے صحیح نکاح کرے اور وہ اس سے جماع کرے۔ (بخاری:5261) ﴿3﴾ ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾ پھر اگر وہ یعنی دوسرا شوہر اسے طلاق دے دیتا ہے اور عورت کی عدت پوری ہو جاتی ہے۔ ﴿4﴾ ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾ تو ان دونوں پر یعنی پہلے شوہر اور اس کی بیوی پر کوئی گناہ نہیں۔ ﴿5﴾ ﴿أَنْ يَتَرَاجَعَا﴾ یہ کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے رجوع کر کے نکاح کرلیں یعنی باہمی رضامندی سے کیونکہ تراجعا سے دونوں کا رجوع مراد ہے۔ ﴿6﴾ ﴿إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ﴾ اگر وہ دونوں یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے اور اس کی صورت یہ ہے کہ شوہر اور بیوی پچھلے رویوں پر شرمندہ ہوں جن کی وجہ سے جدائی ہوئی اور یہ پختہ عزم کریں کہ اپنے رویوں میں تبدیلی لا کر ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں گے تو ایک دوسرے سے رجوع کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ ﴿7﴾ اگر انہیں یہ گمان ہو کہ گزشتہ رویے برقرار رہیں گے تو پھر ان پر گناہ ہوگا۔

سوال2: حلالہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: طلاق کے بعد ایک عورت اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں رہتی۔ دوسری بار ایک عورت کا اپنے شوہر کے لیے حلال ہو جانا کس طرح سے جائز ہے؟ اگر وہ اپنی آزاد مرضی سے، گھر والوں کی اجازت سے کہیں اور نکاح کر لیتی ہے لیکن پھر نباہ نہیں ہوتا۔ پھر اگر دوسرے شوہر نے طلاق دے دی تو اب اگر پہلا شوہر اس سے نکاح کرنا چاہے تو اس کی اس صورت میں اجازت ہے اگر وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے کا یقین رکھتے ہوں یعنی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا یقین ہو۔ طلاق کے بعد دوسری بار اپنے شوہر کے لیے حلال ہو جانا اسی طرح جائز ہے کسی سازشی نکاح سے نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تھیں، ان کی بیوی نے دوسری شادی کر لی، پھر دوسرے شوہر نے بھی (جماع سے پہلے) انہیں طلاق دے دی۔ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: ''کیا پہلا شوہر اب ان کے لیے حلال ہے (کہ ان سے دوبارہ شادی کرلیں)؟'' نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''نہیں یہاں تک کہ وہ یعنی شوہر ثانی اس کا مزہ چکھے جیسا کہ پہلے نے چکھا تھا۔'' (صحیح بخاری:5261)

سوال3: حلالہ کرنا اور کرانا کیسا عمل ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ حلالہ کرنا اور کرانا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے پر لعنت کی ہے۔ (ابن ماجہ) ﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں مانگا ہوا بکرا نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بولے یا رسول اللہ ﷺ ضرور بتایئے۔ فرمایا: حلالہ کرنے والا۔ ﴿3﴾ سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری قوم میں سے ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں۔ اس پر وہ دونوں نادم ہوئے، میرا ارادہ ہے کہ اس عورت سے نکاح کرلوں، اس کا مہر ادا کروں اور پھر جس طرح شوہر اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے، جاؤں اور اس کے بعد اسے طلاق دے دوں تاکہ وہ اپنے شوہر کے لیے حلال ہو جائے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''اے نوجوان! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی حدود کے لیے آگ کی کھونٹی نہ بنو۔''

سوال 4: ﴿وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں یعنی اس کی شریعت ہے جس کو اس نے مقرر فرمایا۔ ﴿2﴾ ﴿يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''جنہیں وہ ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ علم والوں کے لیے اپنی حدود کو واضح فرماتا ہے۔ علم والے خود بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں۔ ﴿3﴾ اس آیت میں علم والوں کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ ﴿4﴾ اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کا علم حاصل کریں اور ان کو سمجھیں۔

سوال 5: یہاں علم رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں علم رکھنے سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدود اللہ کو توڑنے کے انجام کا علم رکھتے ہیں۔

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۠ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (231)﴾

''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو اچھے طریقے سے انہیں روک لو یا اچھے طریقے سے انہیں چھوڑ دو اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو کہ تم زیادتی کرو اور جو ایسا کرے تو یقیناً اس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اور جو کتاب وحکمت میں سے اس نے تم پر نازل کیا، وہ تمہیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (231)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے عوفی کے ذریعے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا، پھر عدت پوری ہونے کے بعد اس سے رجوع کر لیتا تھا، اس کے بعد پھر اسے طلاق دے دیتا تھا، اسی طرح اس کو نقصان پہنچاتا اور لٹکائے رکھتا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ (تفسیر طبری)

سوال 2: ﴿ **وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا** ﴾ ''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو اچھے طریقے سے انہیں روک لو یا اچھے طریقے سے انہیں چھوڑ دو اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ 1 ﴾ ﴿ **وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ** ﴾ یعنی جب آپ اپنی بیویوں کو ایک یا دو رجعی طلاق دے چکو۔ ﴿ 2 ﴾ ﴿ **فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ** ﴾ پھر وہ اپنی عدت پوری کرنے کے قریب ہوں۔ ﴿ 3 ﴾ ﴿ **فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ** ﴾ ''تو اچھے طریقے سے انہیں روک لو'' اچھے طریقے سے روکنے سے مراد ہے کہ بسانے کے لیے رجوع کریں اور ان کے حقوق پورے کریں۔ ﴿ 4 ﴾ ﴿ **اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ** ﴾ ''یا اچھے طریقے سے انہیں چھوڑ دو'' اچھے طریقے سے چھوڑنے سے مراد ہے کہ رجوع کیے اور نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دیں اور اس کا حق یعنی مہر، اس کو تحائف میں جو کچھ دے چکے ہوں، اس کا جہیز، اس کی جائیداد اور اس کے علاوہ کچھ دے دلا کر باعزت طریقے سے رخصت کریں جیسے کسی مہمان کو رخصت کیا جاتا ہے۔ ﴿ 5 ﴾ ﴿ **وَّ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا** ﴾ ''اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو کہ تم زیادتی کرو'' ان کو نقصان پہنچانے کے لیے نہ روکو کہ تم زیادتی کرو یعنی حلال سے تجاوز کر کے حرام میں نہ پڑ جاؤ۔ حلال سے مراد معروف طریقے سے بیوی کو روکنا ہے اور حرام سے مراد نقصان پہنچانا ہے۔

سوال 3: عورت کو ظلم اور زیادتی سے کیسے روکا جاتا ہے؟

جواب: روکنے کے لیے اس سے رجوع کر لیا جاتا ہے تاکہ وہ کہیں دوسری جگہ نکاح نہ کر سکے یا عورت کو بسانے کے لیے رجوع نہ کیا جائے یا عورت کو اذیت میں مبتلا کرنے کے لیے رجوع کیا جائے تاکہ وہ تنگ آ کر مہر چھوڑ دے۔

سوال 4: ﴿ **وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ** ﴾ ''اور جو ایسا کرے تو یقیناً اس نے اپنی جان پر ظلم کیا'' اپنی جان پر ظلم کرنے کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ 1 ﴾ ﴿ **وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ** ﴾ جو ایسا کرے گا یعنی اپنی بیوی کو نقصان پہنچائے یا اسے حق نہ دے تو نقصان اسی کی طرف لوٹے گا جس نے نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔ ﴿ 2 ﴾ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے لیے پیش کر کے ظالموں میں سے ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو شدید عذاب کا مستحق بنا لیتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔

سوال 5: ﴿ **وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا** ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق نہ اڑاؤ'' اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑانے سے کیا مراد ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑانے سے مراد ہے عورت کو تکلیف دینے کی غرض سے طلاق دینا اور رجوع کرنا۔ رجوع محض ان کو ستانے اور نقصان پہنچانے کی غرض سے نہ ہو کیونکہ ایسا کرنا ظلم و زیادتی اور احکام الٰہی سے مذاق کرنا ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن ابی عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آدمی طلاق دیتا تھا پھر اس کے بعد کہتا کہ میں تو کھیل رہا ہوں اور غلام کو آزاد کرتا اور کہتا کہ میں مذاق کر رہا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مذاق نہ سمجھو۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطیؒ) ﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کام ایسے ہیں جو چاہے سنجیدگی سے کئے جائیں یا مذاق کی نیت سے وہ نافذ العمل ہوتے ہیں۔ نکاح، طلاق اور بیوی سے رجوع کرنا۔ (ابوداؤد:2194، ترمذی:1184) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی فرماں برداری نہ کرنا دراصل ان کا مذاق اڑانا ہے مثلاً بیوی کو نقصان پہنچانے کی خاطر روکنا یا جدا رکھنا یا تین طلاق ایک ہی بار دینا جب کہ اللہ تعالیٰ نے الگ الگ طلاق دینے کا طریقہ مقرر فرمایا ہے۔

سوال 6: ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' نعمت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاذْكُرُوْا﴾ اور یاد کرو۔ زبان سے یاد کرنے کے لیے اس کی حمد و ثنا کرو۔ ﴿2﴾ دل سے یاد کرنے کے لیے اقرار کرو۔ ﴿3﴾ اعضاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مصروف رہو۔ ﴿4﴾ نعمت سے مراد نعمت اسلام ہے۔

سوال 7: ﴿وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ ''اور جو کتاب و حکمت میں سے اس نے تم پر نازل کیا، وہ تمہیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ﴾ اور جو اس نے تم پر نازل کیا۔ ﴿2﴾ ﴿مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ سے مراد قرآن مجید اور ﴿3﴾ ﴿وَالْحِكْمَةِ﴾ حکمت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ﴿4﴾ ﴿يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ وہ تمہیں اس سے نصیحت کرتا ہے جو اس نے نازل کیا ہے کہ اس کے احکامات کی مخالفت سے ڈر جاؤ۔ ﴿5﴾ وہ تمہیں کتاب اور حکمت کے ذریعے نصیحت کرتا ہے۔

سوال 8: حکمت کے ساتھ نصیحت کیسے ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حکمت سے مراد شریعت کے راز ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے اندر ہیں۔ ﴿2﴾ حکمت یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے راز ترغیب کے ساتھ رغبت کا باعث بنتے ہیں اور ڈراوے کے ساتھ حکمت اللہ تعالیٰ کے خوف کا سبب بنتی ہے۔

سوال 9: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے سے ڈرنے کا حکم دیا ہے تا کہ لوگ اس کی نافرمانی سے بچ جائیں۔ قرآن کریم کا اسلوب حکیمانہ اور خاص انداز بیان ہے کہ ہر قانون کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا خوف اور آخرت کا حساب یاد دلایا جاتا ہے۔ قرآن کریم قانون کو دنیا کے قوانین تعزیرات کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرح بیان نہیں کرتا بلکہ مربیانہ انداز میں اس کی حکمت اور مصلحت کی وضاحت کرتا ہے جس کی وجہ سے کوئی ان جرائم پر اقدام کر ہی نہیں سکتا۔

سوال10: اللہ تعالیٰ نے طلاق کے معاملے میں زیادتیوں سے روکنے کے لئے اپنی صفت علیم کا شعور دلایا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم کا شعور دلا کر زمینی اور گھریلو مسائل کے ساتھ اپنے گہرے تعلق کا اظہار کیا ہے کہ خوب جان لو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ مومن اسی علم الٰہی کے شعور سے زیادتیاں کرنے سے بچ سکتا ہے۔

سوال11: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' یہ کہہ کر کس جذبے کو بیدار کیا جا رہا ہے؟

جواب: یہاں خوف اور خبرداری کے جذبات کو بیدار کیا جا رہا ہے۔ مومن کو ہر طرف سے گھیر کر حسن سلوک اور سچائی کے طرز عمل کو اختیار کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔

رکوع نمبر 14

﴿ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (232) ﴾

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ نکاح کر لیں جب وہ اچھے طریقے سے آپس میں راضی ہو جائیں یہ ہے جس کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ یہی تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ اور صاف ستھرا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔'' (232)

سوال1: ﴿ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ ﴾ ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ ﴾ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو ایک یا دو۔ ﴿2﴾ ﴿ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ ﴾ اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں یعنی عدت پوری ہو جائے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیت اس کے بارے میں ہے جو اپنی عورت کو ایک یا دو طلاقیں دے دیتا ہے پھر اس کی عدت گزر جاتی ہے پھر دونوں باہمی رضامندی سے نیا نکاح کرنا چاہتے ہیں لیکن عورت کے ولی مزاحمت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مزاحمت سے منع فرمایا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 151/1) ﴿4﴾ حسن بصری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی تھی لیکن جب عدت گزر گئی اور طلاق بائن ہو گئی تو انہوں نے پھر ان کے لیے پیغام نکاح بھیجا۔ معقل رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا مگر عورت چاہتی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی: تم انہیں اس سے مت روکو کہ وہ اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کریں۔ (صحیح بخاری: 4529)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: اپنی عدت کو پہنچنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اپنی عدت کو پہنچنے سے مراد طلاق یافتہ عورت کی عدت کا مکمل ہونا ہے۔

سوال3: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''تو ان کو نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ نکاح کرلیں جب وہ اچھے طریقے سے آپس میں راضی ہوجائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ ''تو ان کو نہ روکو'' عضل کے معنی روکنے اور مشکل میں ڈالنے کے ہیں یعنی نکاح سے روکنے کا حق اولیاء کو نہیں ہے۔ یعنی طلاق پر غصے اور نفرت کی وجہ سے میاں بیوی کو تجدید نکاح سے نہ روکیں۔ ﴿2﴾ ﴿اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ نکاح کرلیں جب وہ اچھے طریقے سے آپس میں راضی ہوجائیں'' کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ نکاح کرلیں' یہ نصیحت ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی وعیدوں پر، اس کے عذابوں پر اور جزا وسزا پر یقین رکھتے ہوں۔ ﴿3﴾ حقیقت یہ ہے کہ متقی مومن ہی رسم ورواج اور غیرت کو بالائے طاق رکھ کر اللہ تعالیٰ کی شریعت کے آگے جھکتے ہیں۔

سوال4: عدت پوری کرنے کے بعد دوبارہ نکاح کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے پہلی یا دوسری طلاق کی عدت گزرنے کے بعد سابقہ شوہر اور بیوی کا باہمی رضامندی سے نکاح کرنا یا ان کا دوسرا نکاح مراد ہے۔

سوال5: شوہر اور بیوی دونوں سچے دل سے ازدواجی زندگی کا آغاز کرنا چاہیں تو اسلام کا موقف کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ ان کے نکاح میں رکاوٹ نہ بنیں جب وہ اچھے طریقے سے آپس میں راضی ہوجائیں۔

سوال6: کیا عدت ختم ہونے کے بعد عورت کو دوسرے نکاح کا حق حاصل ہے؟

جواب: عدت ختم ہونے کے بعد عورت کو دوسرے نکاح کا حق حاصل ہے اور یہ جائز اور درست نہیں کہ تم ان کے نکاح میں روڑے اٹکاؤ اور ان کو مشکلات میں ڈالو۔ (سراج البیان:86/1)

سوال7: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ ''تو ان کو (دوبارہ نکاح کرنے سے) نہ روکو' اس سے عورت کے نکاح کے بارے میں اس کے اور اس کے ولی کے حق کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کرسکتی۔ نکاح میں ولی کا ہونا ضروری ہے۔ (ترمذی، ابن جریر) ﴿2﴾ عورت کے نکاح کے لیے ولی کی اجازت اور رضامندی ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ولیوں کو اپنا حق غلط طریقے سے استعمال کرنے سے روکا ہے۔ ﴿3﴾ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عورت کے ولیوں کو عورت پر جبر کرنے کی اجازت نہیں۔ عورت کی رضامندی کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8: کیاولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا؟

جواب: ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیّ۔ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔(صحیحہ البانی)

سوال9: جوعورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوعورت اپنے ولی کے بغیر نکاح کرتی ہے اس کا نکاح باطل ہے،اس کا نکاح باطل ہے۔اگراس سے صحبت ہوئی ہے تو اس کی شرم گاہ کے حلال کرنے کے عوض اس کے لئے حق مہر ہے اگر وہ اختلاف کریں تو جس کا کوئی ولی نہیں بادشاہ اس کا ولی ہے۔(جامع ترمذی:1102)

سوال10: اگرولی عورت کی رضامندی کے بغیر زبردستی نکاح کردے تو اسلام عورت کو کیا حق دیتا ہے؟

جواب: اگرعورت کا ولی زبردستی نکاح کردے تو اسلام عورت کو یہ حق دیتا ہے کہ عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کروالے۔

سوال11: اگرولی زبردستی کرے اورلڑکی کے مفادات کے مقابلے میں اپنے مفادات کوترجیح دے تو اسلام عورت کو کیا حق دیتا ہے؟

جواب: اسلام عدالت کے ذریعے ایسے ولی کوحق ولایت سے محروم کرکے دور کے ولی کے ذریعے یا عدالت خود ولی بن کراس عورت کے نکاح کا فرض انجام دے گی۔

سوال12: اگرولی آپس میں لڑپڑیں تو عورت کا ولی کون ہوگا؟

جواب: ولی آپس میں لڑپڑیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اگروہ اختلاف کریں تو جس کا کوئی ولی نہیں بادشاہ اس کا ولی ہے۔(جامع ترمذی :1102)

سوال13: ولیوں کے آپس میں لڑنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ولیوں کے آپس میں لڑنے سے مراد ایسے جھگڑے کرنا ہے جس کی وجہ سے بالغ لڑکی کے نکاح میں رکاوٹ آجائے۔

سوال14: اگرکوئی عدالت لڑکی کے حق میں محض اس لیے فیصلہ کردے کہ وہ بالغ ہے اوراس کی رائے یا فیصلہ اس کے باپ کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے تو ایسے فیصلے کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: اگرکوئی عدالت لڑکی کے حق میں محض اس لیے فیصلہ کردے کہ وہ بالغ ہے اوراس کی رائے یا فیصلے کو اس کے باپ کے مقابلے میں زیادہ صحیح قرار دے تو ایسے فیصلے غیر صحیح ہیں۔عدالتوں کو خیرخواہ والدین کے حق ولایت کو ختم نہیں کرنا چاہئے۔

سوال15: ﴿ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''یہ ہے جس کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ﴾ ''یہ ہے جس کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے''یعنی نکاح سے روکنے اور مشکل میں ڈالنے سے بچنے کی تمہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نصیحت کی جاتی ہے۔﴿2﴾﴿مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾'' اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے''اس نصیحت کو وہی قبول کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کی جانب توجہ دلا کر نکاح میں رکاوٹ بننے سے روکا گیا ہے کہ ان کو نہ روکو اگر وہ اپنے شوہروں کے ساتھ نکاح کر لیں جب وہ اچھے طریقے سے آپس میں راضی ہو جائیں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نکاح میں مشکلات ڈالنے اور نکاح سے روکنے سے منع کرتا ہے۔

سوال16: اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت دلوں تک کیسے پہنچتی ہے؟

جواب:﴿1﴾جب دل اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت پر یقین رکھے۔﴿2﴾جب مومن اس دنیا سے زیادہ وسیع آخرت پر توجہ رکھے۔ ﴿3﴾جب دل کی پسند اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہو جائے۔﴿4﴾جب دل میں یہ شعور پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ جس طرز عمل کو اختیار کرنے کے لیے کہتا ہے، وہی بہترین ہوتا ہے۔﴿5﴾جب دل میں یہ یقین ہو کہ جو راہ نمائی کرتا ہے وہ سب جانتا ہے۔اس کی بات پر لبیک کہنا ہمارا فرض ہے۔

سوال17:﴿ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ﴾'' یہی تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ اور صاف ستھرا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ذٰلِكُمْ﴾یہ عمل یعنی نکاح میں رکاوٹ ڈالنے سے بچنا۔﴿2﴾﴿اَزْكٰى لَكُمْ﴾'' تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے''زیادہ نفع مند ہے تمہارے لیے۔﴿3﴾﴿وَ اَطْهَرُ﴾اور زیادہ صاف ستھرا ہے یعنی گناہوں کی گندگی سے بچنے کے لیے۔(تفسیر بیضاوی:523,524/1) ﴿4﴾یعنی عورت کا نکاح کی تجدید کرنا تمہارے لیے اس سے زیادہ پاک اور نفع مند ہے جو عورت کا ولی سمجھتا ہے(یعنی نکاح نہ کرنا درست اور نکاح سے روکنا پہلی طلاق کا انتقام ہے۔)متکبر لوگوں کو اور مالی وسعت رکھنے والوں کا عمومی طور پر ایسا ہی مزاج ہوتا ہے۔﴿5﴾اس سے مراد یہ ہے کہ اگر آپ شوہر اور بیوی کے دوبارہ نکاح کے لیے رکاوٹ نہیں بنو گے تو آپ کے دلی معاملات پاکیزہ رہیں گے،تلخی مٹ جائے گی اور بدگمانیاں ختم ہو جائیں گی۔ظاہری طور پر بھی پاکیزگی ملے گی اور معاملات سنور جائیں گے۔تمہارے لیے بہترین تزکیہ اور پاکیزگی کا ذریعہ یہی ہے۔

سوال18:﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾'' اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ﴾'' اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' کہ کس چیز میں لوگوں کے لیے نفع اور اصلاح ہے۔﴿2﴾﴿وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ '' اور تم نہیں جانتے''تم تو اپنی لاعلمی کو بھی نہیں جانتے۔﴿3﴾یعنی اگر ولی سمجھتا ہے کہ نکاح نہ کرنے میں شوہر اور بیوی کی مصلحت ہے تو اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو کیونکہ وہ تمہارا بھلا چاہتا ہے۔تمہارے بھلے کا تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ تمہارے مصالح پر قادر ہے،ان کو تمہارے لیے آسان بناتا ہے۔

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۣ وَعَلَي الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (233)﴾

''اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دوسال دودھ پلائیں، یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ رکھے کہ رضاعت کی مدت کو پورا کرے اور باپ کے ذمے ان عورتوں کو معروف کے مطابق کھانا اور کپڑے دینا ہے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی، نہ کسی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور یہی ذمہ داری وارث پر بھی ہے، پھر اگر دونوں باہمی رضامندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانے کا ارادہ کریں تو بھی ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اور اگر تم ارادہ کرلو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں جب معروف طریقے کے مطابق جو دینا ہو وہ تم ان کو پورا ادا کردو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان رکھو یقیناً جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔''(233)

سوال1: ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ ''اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دوسال دودھ پلائیں یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ رکھے کہ رضاعت کی مدت کو پورا کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ﴾ اور مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں۔ اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔ ﴿2﴾ اس سے معلوم ہوا کہ بچے کو دودھ پلانا ماں پر فرض ہے خصوصاً جب بچہ اس کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ پینے کے لیے تیار نہ ہو۔(ابن کثیر، قرطبی، اشرف) ﴿3﴾ ﴿حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ پورے دوسال۔ حول کا لفظ سال یا سال کے بڑے حصے کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا ﴿كَامِلَيْنِ﴾ پورے دوسال۔ ﴿4﴾ دودھ انسان کی پہلی خوراک ہے جس سے بچے کے ہونٹ آشنا ہوتے ہیں اور یہ پہلی غذا ہے جو تولید لحم ودم میں بیشتر حصہ لیتی ہے۔ اگر اسے زیادہ عرصہ تک جاری رکھا جائے تو بعض اعضا نشوونما سے بالکل رک جائیں گے اور بچہ باوجود بڑھنے کے اور بڑا ہونے کے کمزور و ناتواں رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حیوانات بھی دوسال سے زیادہ بچوں کو دودھ نہیں پلاتے۔ امکان یہ تھا کہ ماں بتقاضائے محبت رضاعت کو زیادہ وسیع کردے۔ اس لیے قرآن حکیم نے جو بجائے خود شفائے کامل ہے دوسال کی تحدید کردی۔(سراج البیان:87/1) ﴿5﴾ ﴿لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ یعنی اگر ماں باپ دونوں باہمی مشورہ سے دوسال سے پہلے ہی دودھ چھڑانا چاہیں مثلاً یہ کہ ماں کا دودھ اچھا نہ ہو اور بچے کی صحت خراب رہتی ہو یا اگر ماں باپ کے نکاح میں ہے تو اس کی صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ماں کو اس دوران حمل ٹھہر جائے اور بچہ کو دودھ چھڑانے کی نوبت پیش آئے تو ایسی صورت میں دونوں پر کچھ گناہ نہ ہوگا اور یہ ضروری نہ رہے گا کہ بچہ کو ضرور دوسال دودھ پلایا جائے۔(تیسیر القرآن:187/1)

سوال2: والدہ کے کیا فرائض ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ والدہ پورے دوسال دودھ پلائے۔ ﴿2﴾ بچے کی صحت اورنفسیات کالحاظ رکھے۔ ﴿3﴾ بچے کی صحیح نشوونما کے لیے ممتا بھری گود سے بچے کومحروم نہ کرے۔

سوال3: رضاعت سے کیامراد ہے؟

جواب: بچے کواس کی ماں کےعلاوہ کسی اور سے دودھ پلانا رضاعت ہے۔

سوال4: رضاعت کا کیاحکم ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رضاعت کی مدت دوسال ہے۔دوسال کے بعدرضاعت معتبرنہیں۔اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ اوراس کے حمل کا اوراس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ کا ہے۔(الاحقاف:15)ان دونصوص سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت 6ماہ ہے۔اس مدت میں بچے کا پیداہونا ممکن ہے۔﴿2﴾ جو دوسال سے کم دودھ پلانا چاہے اس کے لئے گنجائش ہے۔ رضاعت کی مدت کی تکمیل ضروری نہیں ہے۔اس سے پہلے بھی بچہ کا دودھ چھڑایا جاسکتا ہے۔(ابن کثیر)﴿3﴾ رضاعت کی مدت کے اندر کوئی بچہ کسی عورت کا اس طریقے سے دودھ پی لے جس سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے تو ان کے درمیان رضاعت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا:اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جوآنتیں بھردے اوردودھ چھڑانے سے پہلے ہو۔(ترمذی)﴿4﴾ ایک روایت میں ہے کہ رضاعت دودھ چھڑانے کے بعدنہیں،یتیمی بلوغت کے بعدنہیں۔(مسندطیالسی)

سوال5: ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''اور باپ کے ذمے ان عورتوں کومعروف کے مطابق کھانا اور کپڑے دیناہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ﴾ اور بچے کے باپ پر۔﴿2﴾ ﴿رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''ان عورتوں کومعروف کے مطابق کھانا اور کپڑے دیناہے''اس حکم میں دودھ پلانے والی ماں کا حق جونکاح میں ہو یاطلاق یافتہ دونوں کوشامل ہے۔﴿3﴾ بچے کے باپ پردودھ پلانے والی ماں کا نان ونفقہ اورلباس واجب ہے۔﴿4﴾ یہ دودھ پلانے کی اجرت ہے۔﴿5﴾ ﴿بِالْمَعْرُوْفِ﴾ معروف کے مطابق یعنی باپ کےحسب حال جتنی اس کی تنگی یاوسعت ہو۔(ایسرالتفاسیر:122,123)﴿6﴾ ﴿الْمَوْلُوْدِ لَهٗ﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاددلالت کرتا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی ملکیت ہوتا ہے کیونکہ وہ اسی کوعطا کیا گیا ہے اوراس لیے کہ بیٹا درحقیقت باپ کا کسب ہے پس اسی لیے باپ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے بیٹے کا مال لے لےخواہ وہ راضی ہو یانہ ہواس کے برعکس ماں مال نہیں لے سکتی۔(تفسیرسعدی:285/1)

سوال6: طلاق ہوجانے کی صورت میں دودھ پیتے بچے اور ماں کی کفالت کے مسئلے کواللہ تعالیٰ نے کیسے حل کیا ہے؟

جواب: طلاق ہوجانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کومطلقہ عورت اوردودھ پیتے بچے کی کفالت کا ذمہ دارٹھہرایا ہے۔

سوال7: طلاق یافتہ والدہ کا کیاحق ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ بچے کا باپ نان ونفقہ اور لباس معروف طریقے سے فراہم کرے۔ ﴿2﴾ بچے کی ماں سے حسن سلوک کیا جائے۔

سوال8: اگر عورت مرد کے نکاح میں ہے کیا اس وقت عورت کو رضاعت کی اجرت دینا واجب ہے؟

جواب: یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جب تک عورت مرد کے نکاح میں ہے اس وقت تک عورت کو رضاعت کی اجرت دینا واجب نہیں سوائے نان ونفقہ اور لباس کے۔ نان ونفقہ اور لباس بھی مرد کے حسب حال اور حیثیت کے مطابق ہے۔ (تفسیر سعدی:285/1)

سوال9: ﴿لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دین اسلام کا اصول ہے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ یہاں یہ بات اس حوالے سے کی گئی ہے کہ نہ کسی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا﴾ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے۔ (الطلاق:7) ﴿2﴾ یعنی کسی غریب کو مال دار جیسا نان ونفقہ دینے کا پابند نہیں کیا جائے گا اور نہ ایسے شخص کو جس کے پاس نان ونفقہ دینے کے لیے کچھ نہ ہو۔

سوال10: ﴿لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا﴾ ''نہ کسی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے'' ماں کو تکلیف پہنچانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ماں کو تکلیف پہنچانے سے مراد ہے کہ ماں کو دودھ پلانے سے روک دیا جائے۔ ﴿2﴾ ماں کو نان ونفقہ، لباس اور اجرت وغیرہ جیسے واجبات ادا نہ کیے جائیں اور اسے زبردستی دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے۔ ﴿3﴾ یونس نے زہری سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ باپ اپنے بچے کی وجہ سے ماں کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس کی صورت یہ ہے مثلاً باپ ماں کو دودھ پلانے سے روکے اور خواہ مخواہ کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لیے مقرر کرے۔ (صحیح بخاری: کتاب النفقات، باب5)

سوال11: ﴿وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ﴾ ''اور نہ ہی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے'' باپ کو تکلیف دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یعنی باپ کو نقصان پہنچانے کے لیے ماں بچے کو دودھ پلانے سے انکار کر دے یا اس اجرت سے زیادہ مطالبہ کرے جتنا اس کا حق ہے اور اسی طرح کے مزید نقصانات ہیں۔

سوال12: ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ﴾ ''اور وارث پر بھی یہی ذمہ داری ہے'' وارث پر اس جیسی ذمہ داری ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وارث پر اس جیسی ذمہ داری ہونے سے مراد یہ ہے کہ باپ کے وفات پا جانے کے بعد یہ ذمہ داری وارثوں کی ہے کہ وہ بچے کی ماں کے حقوق صحیح طریقے سے ادا کریں تاکہ بچے کی پرورش متاثر نہ ہو اور ماں کو بھی تکلیف نہ ہو۔ ﴿2﴾ جب بچے کا باپ بھی نہ ہو اور مال بھی نہ ہو تو بچے کے وارث پر دودھ پلانے والی کا نان ونفقہ واجب ہے جو باپ پر ہوتا ہے۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خوش حال قریبی رشتہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

داروں پر واجب ہے کہ اپنے تنگ دست اقرباء کے نان ونفقے کا انتظام کریں۔(تفسیر سعدی:285/1)

سوال13: بچے کا وارث کون ہے؟

جواب: اگر باپ وفات پا جائے تو جو اس کی جگہ بچے کا ولی ہو اسے یہ حق ادا کرنا ہوگا۔

سوال14: ﴿فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾ ''پھر اگر دونوں باہمی رضامندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانے کا ارادہ کریں تو بھی ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَإِنْ أَرَادَا﴾ پس اگر دونوں چاہیں یعنی بچے کے ماں باپ۔ ﴿2﴾ ﴿فِصَالًا﴾ دودھ چھڑانا۔یعنی دوسال سے پہلے ہی بچے کا دودھ چھڑوانا چاہیں۔ ﴿3﴾ ﴿عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا﴾ آپس کی رضامندی سے یعنی دونوں دودھ چھڑوانے پر راضی ہوں۔ ﴿4﴾ ﴿وَتَشَاوُرٍ﴾ اور مشورے سے یعنی دونوں ماں باپ کا مشورہ کہ بچے کے لیے دودھ چھڑانا درست ہے یا نہیں۔ ﴿5﴾ ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾ ''تو بھی ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں'' اگر بچے کی مصلحت ہو اور دونوں راضی ہوں تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ ﴿6﴾ اگر دونوں میں سے ایک راضی ہو یا بچے کی مصلحت نہ ہو تو دودھ چھڑانا جائز نہیں۔(تفسیر سعدی:285/1)

سوال15: کیا ماں اپنی آزاد مرضی سے دوسال سے پہلے دودھ چھڑا سکتی ہے؟

جواب: ماں اپنی آزاد مرضی سے دوسال سے پہلے دودھ نہیں چھڑا سکتی۔ماں باپ باہمی مشورے سے دوسال سے پہلے مخصوص حالات میں دودھ چھڑا سکتے ہیں۔

سوال16: ﴿وَإِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''اور اگر تم ارادہ کر لو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں جب معروف طریقے کے مطابق جو دینا ہو وہ تم ان کو پورا ادا کر دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَإِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ﴾ ''اور اگر تم ا رادہ کر لو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ''یعنی اگر تم نقصان پہنچائے بغیر بچے کی ماں کی بجائے کسی اور عورت سے دودھ پلوانا چاہو۔ ﴿2﴾ ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''تو تم پر کوئی گناہ نہیں جب معروف طریقے کے مطابق جو دینا ہو وہ تم ان کو پورا ادا کر دو''یعنی اگر دودھ پلانے والی عورت کو معروف طریقے کے مطابق ان کی اجرت عطا کر دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ ﴿3﴾ یعنی اگر ماں باپ اس پر راضی ہو جائیں کہ ماں کسی عذر سے دودھ نہیں پلا سکتی یا باپ کسی عذر سے دودھ نہیں پلوا سکتا اور دونوں کسی اور عورت سے دودھ پلوانے پر راضی ہوں اور باپ طلاق یافتہ ماں کو معروف کے مطابق اجرت ادا کر چکا ہو تو کسی اور عورت سے دودھ پلوانے میں کوئی گناہ نہیں۔

سوال17: ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے دودھ پلوانے کی صورت میں کیا ذمہ داری ہے؟

جواب: ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے دودھ پلانے کی اجازت ہے مگر اس صورت میں جب کہ معاوضہ معروف طریقے کے مطابق ادا کر دیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائے۔

سوال18: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان رکھو یقیناً جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ ﴿2﴾ ﴿ وَاعْلَمُوْٓا ﴾ اور جان رکھو یعنی اس کا علم حاصل کرنا چاہئے اور معرفت رکھنی چاہئے۔ ﴿3﴾ ﴿ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ ''یقیناً جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سے تمہارا کوئی قول و فعل چھپا ہوا نہیں۔

سوال19: اللہ تعالیٰ نے عورت اور بچے کے حقوق کی ادائیگی کے لیے کیسے اپنے سے خوف دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے خاندان کی حفاظت کے لیے عورت اور بچے کے حقوق کی ادائیگی کے لیے اپنی صفت بصیر کا شعور دلا کر اپنی ذات سے ڈرایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اعمال کو دیکھنے کا شعور انسان کے اندر خوف پیدا کرتا ہے۔ اس کا تجربہ انسان روزے کی حالت میں کرتا ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا شعور انسان کو بھوک اور پیاس کے باوجود کھانے جیسی نعمت سے روک لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی شعور کو بے دار کر کے حقوق کی ادائیگی میں کمی سے روک رہے ہیں۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (234) ﴾

''اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک انتظار میں رکھیں پھر جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو جو کچھ وہ اپنی ذات کے بارے میں معروف طریقے سے کریں تم پر اس کا کوئی گناہ نہیں اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔'' (234)

سوال1: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ﴾ ''اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک انتظار میں رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ ﴾ ''اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں'' یعنی جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی عمر ختم ہو جائے اور وہ وفات پا جائیں۔ (ایسر التفاسیر:124) ﴿2﴾ ﴿ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ﴾ اور وہ بیویاں چھوڑ جائیں۔ ﴿3﴾ ﴿ يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ﴾ ''وہ اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک انتظار میں رکھیں'' شوہر کے وفات پا جانے کے بعد عورت پر فرض ہے کہ وہ چار ماہ دس دن عدت میں بیٹھے خواہ مرنے والے نے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔ ﴿4﴾ غیر مدخولہ کی عدت بھی یہی ہے کیونکہ عدت کی یہ آیت عام ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿5﴾اس عموم سے حاملہ عورتیں مخصوص ہیں کیونکہ ان کی عدت وضع حمل ہے۔﴿6﴾لونڈی کی عدت نصف یعنی دو ماہ اور پانچ دن ہے۔

سوال2: عدت وفات میں کیا حکمت ہے؟

جواب: جب شوہر فوت ہو جائے تو عورت پر فرض ہے کہ وہ گھر میں چار مہینے دس دن ٹھہرے اور انتظار کرے۔اس میں حکمت یہ ہے کہ چار ماہ کی مدت میں حمل واضح ہو جاتا ہے اور پانچویں مہینے میں بچہ پیٹ میں حرکت کرنے لگ جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:286/1)

سوال3: عدت وفات گزارنے والی کے کیا احکامات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾عدت وفات گزارنے والی شوہر کی وفات کے وقت جس گھر میں رہائش پذیر تھی اسی میں رہے گی۔کسی حاجت یا ضرورت کے بغیر وہاں سے نہیں نکل سکتی۔جیسا کہ بیماری کے وقت ہسپتال جانا، بازار سے ضرورت کی چیز (روٹی وغیرہ) خریدنے کے لیے جانا، جب کہ کوئی اور کام کرنے والا نہ ہو۔﴿2﴾خوب صورت ملبوسات سے اجتناب کر کے عام لباس پہنے گی۔﴿3﴾خوشبو کی تمام اقسام سے اجتناب کرے گی، ہاں حیض سے فارغ ہونے کے بعد خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔﴿4﴾سونے، چاندی، ہیرے اور ہر قسم کے زیورات سے گریزاں رہے ،چاہے ہار ہوں یا کنگن ہوں یا جیسے بھی ہوں۔﴿5﴾سرمے کا استعمال بھی نہ کرے کیونکہ رسول ﷺ نے سوگ منانے والی کو ان کاموں سے منع فرمایا ہے۔﴿6﴾وہ جب چاہے پانی، صابن اور بیری کے پتوں سے غسل کر سکتی ہے۔رشتہ دار ہوں یا غیر ان سے جب چاہے بات کر سکتی ہے۔﴿7﴾اپنے محرموں کے ساتھ بیٹھ سکتی ہے انہیں قہوہ اور کھانا وغیرہ پیش کر سکتی ہے۔﴿8﴾اپنے گھر میں اور گھر کے باغیچہ میں اور چھت پر رات دن کام کر سکتی ہے۔اسی طرح گھر کے سب کام جیسا کہ پکانا، سینا، پرونا، جھاڑو دینا، کپڑے دھونا اور جانوروں کا دودھ دوہنا وغیرہ۔جو کام سوگ نہ منانے والی کرتی ہے وہ سب کام یہ بھی کر سکتی ہے۔﴿9﴾اسی طرح دیگر عورتوں کی طرح رات کے وقت سفر بھی کر سکتی ہے۔﴿10﴾اگر پاس کوئی غیر محرم نہ ہو تو سر سے کپڑا بھی ہٹا سکتی ہے۔(ابن باز، مجموع الفتاوی والمقالات: 185/22) ﴿11﴾بیوہ کا لباس: گھر میں کام کاج کرتے وقت جو کپڑے وہ پہنتی ہے وہی پہنے سرخ، سبز، سیاہ نیلگوں وغیرہ۔لیکن خوب صورت اور زیب وزینت سے مرصع لباس جو التفات نظر کا موجب ہو نہیں پہن سکتی، نیز ایسا لباس بھی جو اجنبیوں کے پاس اور فنکشن وغیرہ میں پہنتی ہے۔(ابن جبرین الفتاوی:3717)﴿12﴾خوشبو کا ستعمال: بیوہ عورت کے لیے درست نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے البتہ خوشبو اپنے بچوں یا مہمانوں کو پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ خود ان کی شریک کار نہ ہو۔(ابن باز، مجموع الفتاوی والمقالات: 204/22)﴿13﴾ضرورت کے وقت سوگ منانے والی عورت کا غسل کرنا جائز ہے چاہے ہر روز ہو، جمعہ یا کسی اور دن کا تعین درست نہیں۔﴿14﴾غسل کے لیے شیمپو استعمال کر سکتی ہے۔(ابن جبرین الفتاوی:4117)﴿15﴾عدت والی عورت کے لیے واجب ہے کہ حج کے لیے سفر نہ کرے، اس حالت میں اس پر حج لازم نہیں۔(الفوزان المنتقی:299)﴿16﴾ گھر شفٹ کرنا: جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہے اگر اسے دوران عدت کسی ضرورت سے دوسرے گھر منتقل ہونا پڑ رہا ہے جیسا کہ تنہا اپنے گھر میں رہنے سے خوف محسوس کرتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں جس گھر منتقل ہو رہی ہے اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں اس کی عدت مکمل ہو جائے گی۔(اللجنۃ الدائمۃ:20924)

سوال4: عدت کے احکامات کے بارے میں نبی ﷺ کی کوئی ایک حدیث تحریر کریں؟

جواب: سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیوہ عورت سرمہ لگائے، نہ رنگا ہوا کپڑا پہنے اور نہ خوشبو استعمال کرے۔(صحیح بخاری:5342,43)

سوال5 : ﴿يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ﴾ انتظار میں رہنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد محض نکاح سے رکنا نہیں، زینت سے رکنا بھی ہے۔

سوال6: عدت وفات سے کون سی عورت مستثنیٰ ہے؟

جواب: عدت وفات کی زیب وزینت کی پابندیوں سے طلاق رجعی والی عورت مستثنیٰ ہے۔

سوال7: ﴿فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''پھر جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو جو کچھ وہ اپنی ذات کے بارے میں معروف طریقے سے کریں تم پر اس کا کوئی گناہ نہیں'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد ہے کہ عدت کے بعد بیوہ عورت اگر زینت اختیار کرے تو کوئی حرج نہیں۔ ﴿2﴾ عدت کے بعد اجازت اور مشاورت سے ولی کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہیں تو تم پر کوئی حرج نہیں۔

سوال8: ولی پر بیوہ عورت کے بارے میں کیا واجب ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بیوہ عورت کے ولی پر واجب ہے کہ اس پر نظر رکھے اور جو فعل جائز نہ ہو اس کے ارتکاب سے اسے منع کرے۔ ﴿2﴾ ولی اس فعل کے بجالانے پر بیوہ عورت کو مجبور کرے گا جو اس پر واجب ہو۔ عورت کا ولی اس آیت کا مخاطب ہے اور ایسا کرنا اس پر واجب ہے۔(تفسیر سعدی:286/1)

سوال9: ﴿وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اعمال کو پوری طرح جاننے والا ہے۔ اور تمہیں اس کی جزا دے گا۔ اس میں شدید وعید اور تہدید ہے کیونکہ جب وہ بندوں کے اعمال پر نگران ہے تو انہیں اس پر جزا دے گا۔(واضح المیسر :87) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہری، باطنی اور چھوٹے، بڑے سب اعمال کی خبر رکھتا ہے تمہیں ان کی جزا دے گا۔

سوال10: اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورت کو نکاح کرنے سے روکنے کے لیے ولیوں کو کیسے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورت کو نکاح کرنے سے روکنے کے لیے ولیوں کو اپنی ذات کا شعور دلایا ہے کہ خبیر ہوں تمہارے اعمال سے باخبر ہوں اس لئے ظلم سے بچ جاؤ اور اپنے اعمال درست کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ۬ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (235) ﴾

''اورتم پرکوئی گناہ نہیں کہ تم ان عورتوں کو اشارتاً نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپاؤ، اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم لازماً انہیں ضرور یاد کرو گے لیکن تم ان سے کوئی پوشیدہ عہد و پیمان نہ کرو مگر یہ کہ تم معروف بات کہو اور عقد نکاح کا ارادہ نہ کرو یہاں تک کہ عدت اپنی انتہا کو پہنچ جائے اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے لہٰذا تم اس سے ڈر جاؤ اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔''(235)

سوال 1: ﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ﴾ ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان عورتوں کو اشارتاً نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ ﴾ ''اورتم پرکوئی گناہ نہیں کہ تم ان عورتوں کو اشارتاً نکاح کا پیغام دو'' اللہ تعالیٰ نے تعریض یعنی اشارے کنائے سے نکاح کی بات کرنے سے گناہ کو ختم کر دیا ہے۔ ﴿2﴾ عدت کے دوران نکاح کی خواہش کا اظہار کسی اچھے انداز میں کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً میرا بھی نکاح کا ارادہ ہے، میں نیک عورت کی تلاش میں ہوں۔ مطلقہ بائنہ سے عدت میں ایسی بات کرنا جائز ہے۔ ﴿3﴾ یہ حکم اس عورت کے بارے میں ہے جسے طلاق بائنہ دے دی گئی ہو یا شوہر کی وفات کی عدت گزار رہی ہو۔ ﴿4﴾ رجعی طلاق کی عدت میں شوہر کے سوا کسی کو صراحت سے یا کنائے سے پیغام دینے کی اجازت نہیں۔ ﴿5﴾ ﴿ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ﴾ ''یا اپنے دل میں چھپاؤ'' اپنے دل میں چھپا کر رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ فلاں عورت جو عدت گزار رہی ہے اس کی عدت ختم ہونے پر اس سے نکاح کر لوں گا۔

سوال 2: ﴿ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم لازماً انہیں ضرور یاد کرو گے لیکن تم ان سے کوئی پوشیدہ عہد و پیمان نہ کرو مگر یہ کہ تم معروف بات کہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ﴿ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا ﴾ سے یہ مراد ہے کہ عورت سے چھپ کر بدکاری نہ کرو۔ (صحیح بخاری:5124) اللہ تعالیٰ نے انسانی کمزوری کو بیان فرمایا ہے کہ اس نے جان لیا ہے کہ تم لازماً انہیں ضرور یاد کرو گے۔ یہ اس کی رحمت ہے کہ وہ انسانوں کی کمزوریوں پر یعنی یاد آنے پر گرفت نہیں کرتا۔ ﴿2﴾ ﴿ إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ﴾ ''مگر یہ کہ تم معروف بات کہو'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿ فِيمَا عَرَّضْتُمْ ﴾ کی تفسیر میں کہا کہ کوئی شخص کسی ایسی عورت سے جو عدت میں ہو کہے کہ میرا ارادہ نکاح کا ہے اور میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی نیک بخت عورت میسر آ جائے۔ ﴿3﴾ قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ (تعریض یہ ہے کہ) عدت میں عورت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے کہے کہ تم میری نظر میں بہت اچھی ہو اور میرا خیال نکاح کرنے کا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں بھلائی پہنچائے گا یا اسی طرح کے جملے کہے۔ ﴿4﴾ عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تعریض و کنایہ سے کہے، صاف صاف نہ کہے (مثلاً) کہے کہ مجھے نکاح کی ضرورت ہے اور تمہیں بشارت ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہو اور عورت اس کے جواب میں کہے کہ تمہاری بات میں نے سن لی ہے (بصراحت) کوئی وعدہ نہ کرے۔ ایسی عورت کا ولی بھی اس کے علم کے بغیر کوئی وعدہ نہ کرے اور اگر عورت نے زمانۂ عدت میں کسی مرد سے نکاح کا وعدہ کر لیا اور پھر بعد میں اس سے نکاح کیا تو دونوں میں جدائی نہیں کرائی جائے گی۔ (بخاری:5124) ﴿5﴾ یہ تمام تفصیلات عقد کے مقدمات میں شمار ہوتی ہیں۔ رہا عقد نکاح تو وہ جائز نہیں۔ (تفسیر سعدی:287/1)

سوال 3: ﴿وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ﴾ ''اور عقد نکاح کا ارادہ نہ کرو یہاں تک کہ عدت اپنی انتہا کو پہنچ جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ﴾ یعنی عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کا ارادہ نہ کرو کیونکہ عدت میں بالاتفاق نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ (مختصر ابن کثیر:155/1) ﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ سے مراد عدت کا پورا کرنا ہے۔ (بخاری:5124)

سوال 4: اگر کوئی عدت کے دوران نکاح کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ﴿1﴾ عدت کے دوران نکاح کے بارے میں حکم یہ ہے کہ دونوں کے درمیان تفریق کروا دی جائے۔ ﴿2﴾ عدت کے بعد دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

سوال 5: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ﴾ ''اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے لہٰذا تم اس سے ڈر جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاعْلَمُوْٓا﴾ ''اور جان لو'' نفع مند علم ہے اسے سیکھو، اس کے لیے وقت لگاؤ کیونکہ یہ علم نہ آسانی سے ملتا ہے نہ ٹھہرتا ہے جب کہ خبر تو سبھی کو ہے کہ ﴿2﴾ ﴿اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے دل کے ارادوں سے باخبر ہے۔ اس لیے کوشش کرو کہ دل میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف برے خیالات نہ آئیں۔ اس سے ثواب کی امید رکھ کر ہمیشہ بھلائی کی نیت رکھو۔ ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت سے ڈر جاؤ۔ (زاد المسیر:246/1) ﴿4﴾ ﴿فَاحْذَرُوْهُ﴾ اس سے ڈر جاؤ۔ اس کے عذاب کا خوف رکھ کر گناہوں سے بچ جاؤ۔

سوال 6: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ ''اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاعْلَمُوْٓا﴾ اور جان لو! علم حاصل کرو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم تمام علوم سے زیادہ جلیل القدر اور عالی شان ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿2﴾﴿اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ غفور ہے، وہ توبہ کرنے والوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے، رجوع کرنے والوں کو بخش دیتا ہے۔ وہ لغزشوں کو معاف کرنے والا ہے اس لیے اس کی رحمت سے امید رکھو۔ ﴿3﴾﴿حَلِیْمٌ﴾ اللہ تعالیٰ بردبار ہے وہ پکڑنے کی قدرت رکھنے کے باوجود جلدی نہیں کرتا۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ تحمل والا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔

سوال 7: باہمی تعلقات میں حسن سلوک، نرمی اور احسان کی فضا کو غالب رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کیسے انسان کو ذہنی طور پر تیار کرتے ہیں؟

جواب: اللہ سبحانہ وتعالیٰ تقویٰ کے احساس کو تیز کرتے ہیں اور اس بات سے ڈراتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھنے والا اور نگران ہے۔ اس لیے دلوں کو صاف اور خالی رکھو۔ رشتہ داری کامیاب ہو یا ناکام، ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط رکھنا چاہیے۔

رکوع نمبر 15

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (236)﴾

''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو کہ تم نے ابھی انہیں ہاتھ نہ لگایا ہو یا ان کا مہر تک مقرر نہ ہو اور ان کو کچھ سامان دے دو، خوش حال پر اس کی کشائش کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق معروف طریقے سے ساز و سامان دینا ہے نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے۔'' (236)

سوال 1: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو کہ تم نے ابھی انہیں ہاتھ نہ لگایا ہو یا ان کا مہر تک مقرر نہ ہو اور ان کو کچھ سامان دے دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾ تم پر کوئی گناہ نہیں اے مردو! اگر تم اپنی بیویوں کو چھونے سے پہلے ہی طلاق دے دو اگرچہ اس میں عورتوں کو ضرر پہنچتا ہے۔ ﴿2﴾﴿اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور تم طلاق دے دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ ﴿3﴾﴿وَّمَتِّعُوْهُنَّ﴾ ان کو کچھ متاع سامان یعنی متعہ طلاق دے دو۔ اس سے ان کی دل جوئی ہو جائے گی اور کسی حد تک نقصان کی تلافی بھی ہو جائے گی۔

سوال 2: مہر کسے کہتے ہیں؟

جواب: مہر نکاح کے موقع پر مرد کی طرف سے عورت کو دیا جانے والا حق ہے جو کہ لازمی فریضہ ہے۔ یہ حق مال، زیور، جائیداد وغیرہ کسی بھی صورت میں دیا جا سکتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: ﴿عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ﴾ ''خوش حال پر اس کی کشائش کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق'' متعہ طلاق کتنا ہونا چاہیئے؟

جواب: ﴿1﴾ متعہ طلاق حیثیت کے مطابق ہے۔ تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق اور خوش حال پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں طلاق کے بعد اعلیٰ درجے کا متعہ خادم ہے درمیانی درجے کا روپیہ پیسہ اور ادنیٰ درجے کا کپڑا ہے۔

سوال4: کیا متعہ طلاق ہر قسم کی طلاق یافتہ عورت کے لیے ہے؟

جواب: متعہ طلاق ہر قسم کی طلاق یافتہ عورت کے لیے ہے۔

سوال5: متعہ طلاق کی کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس کی وجہ سے تلخی اور کشیدگی کم ہو جاتی ہے۔ ﴿2﴾ عورت کی دل جوئی کی وجہ سے مستقبل کے جھگڑوں کا امکان کم ہو جاتا ہے۔

سوال6: ہمارے یہاں طلاق کے موقع پر کیا کیا جاتا ہے؟

جواب: عام طور پر ہمارے یہاں طلاق کے موقع پر ایسے برے طریقے سے رخصت کیا جاتا ہے کہ دونوں خاندانوں کے تعلقات ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتے ہیں۔

سوال7: ﴿مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''معروف طریقے سے ساز و سامان دینا ہے نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ معروف طریقے سے ساز و سامان دینے سے مراد ہے ان کو ان کے حق سے زائد دیں۔ ﴿2﴾ ﴿حَقًّا﴾ یہ حق واجب ہے۔ ﴿3﴾ ﴿عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ محسن سے مراد ہے احسان کرنے والا جو دوسروں کو ان کے حق سے زائد دیتا ہے۔ جو معاملات کو خوبی کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ نیکی کرنے والوں پر یہ ان عورتوں کا حق ہے جن کو تم نے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی ہو یا ان کا مہر مقرر نہ ہوا ہو۔ ﴿4﴾ انہیں معروف طریقے سے ساز و سامان دیں، معذرت اور افسوس کا اظہار کرنے کے لیے دیں۔

﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (237)﴾

''اور اگر تم نے انہیں طلاق دے دی اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ اور تم ان کے لیے مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جو تم نے مقرر کیا اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کانصف (لازم) ہے مگر یہ کہ وہ خود معاف کردیں یا وہ مرد معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کردو اور آپس میں فضل کو فراموش نہ کرو یقیناً تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (237)

سوال 1: ﴿ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ﴾ ''اور اگر تم نے انہیں طلاق دے دی اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ اور تم ان کے لیے مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جو تم نے مقرر کیا اس کا نصف (لازم) ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے جن کا مہر مقرر کیا گیا لیکن چھوئے بغیر طلاق دے دو تو طلاق یافتہ عورت کے لیے نصف مہر ہے اور باقی نصف مہر تمہارا ہے۔

سوال 2: مہر کی کتنی شکلیں ہیں؟

جواب: مہر کی چار شکلیں ہیں: ﴿1﴾ نکاح ہوا، نہ مہر مقرر ہوا، نہ رخصتی ہوئی تو متعہ طلاق ہے۔ ﴿2﴾ نکاح ہوا، مہر مقرر ہوا، رخصتی نہیں ہوئی تو آدھا مہر ہے۔ ﴿3﴾ نکاح ہوا، مہر مقرر نہیں ہوا، رخصتی ہوئی تو مہر مثل ہے۔ ﴿4﴾ نکاح ہوا، مہر مقرر ہوا، رخصتی ہوئی تو پورا مہر ہے۔

سوال 3: ﴿ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾ ''مگر یہ کہ وہ خود معاف کردیں یا وہ مرد معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ ﴾ مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کردیں جب کہ ان کا معاف کرنا صحیح ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾ ''یا وہ مرد معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے'' اس سے مراد شوہر ہے نہ کہ ولی کیونکہ شوہر ہی وہ شخص ہے جو نکاح کی گرہ کھول سکتا ہے۔ عورت کے ولی کے لیے تو درست ہی نہیں کہ وہ عورت کے کسی حق واجب کو معاف کرے کیونکہ نہ وہ مالک ہے نہ وکیل۔ (تفسیر سعدی: 289/1) ﴿3﴾ نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

سوال 4: شوہر کے معاف کرنے سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ شوہر اپنا حق یعنی نصف مہر معاف کردے اور عورت کو پورا مہر دے دے۔

سوال 5: ﴿ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى ﴾ ''اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کردو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے معاف کرنے کی طرف رغبت دلائی کہ معاف کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ ﴿2﴾ معاف کرنا احسان کا کام ہے جو شرح صدر کا باعث بنتا ہے۔ ﴿3﴾ مومن کو نیکی اور احسان کے کاموں میں پیچھے نہیں رہنا چاہئے۔

سوال 6: ﴿ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ﴾ ''اور آپس میں فضل کو فراموش نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے کس فضل کو نہ بھولنے کی تلقین کی؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے فضل واحسان کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ ﴿2﴾ فضل سے مراد احسان اور مودت ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مرد کی طرف سے پورے مہر کی ادائیگی اور عورت کی جانب سے اپنا حصہ چھوڑ دینا ہے۔(زادالمسیر :248/1)

سوال 7: نکاح اور طلاق کے قوانین بیان کرتے ہوئے بار بار تقویٰ اور احسان کی تلقین کی گئی، حکمت واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تقویٰ اور احسان کی تلقین میں بڑی حکمت ہے۔تقویٰ (اللہ تعالیٰ کے خوف) کی وجہ سے مومن کو یہ احساس رہتا ہے کہ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش آنا ہے اس طرح معاملات احسان کی صورت اختیار کرنے لگتے ہیں۔احسان کرنے والا مرد عورت کو پورا مہر ادا کر کے اپنا حصہ معاف کر دیتا ہے۔ ﴿2﴾ کسی حکم کو اس کی اصلی روح کے ساتھ عمل میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے کے افراد ایک دوسرے سے احسان (حسن سلوک) کا جذبہ رکھتے ہوں۔ ﴿3﴾ انسان کو انسانوں کے معاملے میں یہ احساس کہ دوسروں کے ساتھ احسان (حسن سلوک) نہ کرنا اپنے ساتھ حسن سلوک نہ کیے جانے کا خطرہ مول لینا ہے، محتاط اور احسن رویہ رکھنے والا بنا دیتا ہے۔

سوال 8: ﴿ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ ''یقیناً تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے مہر کی ادائیگی کے لئے اپنی صفت بصیر کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ خاندانوں کے اندر ہونے والے معاملات اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہیں۔اللہ تعالیٰ بصیر ہے لہٰذا اس سے ڈر جاؤ اور حقوق کی حفاظت کرو۔

﴿ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ (238) ﴾

''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔''(238)

سوال 1: ﴿ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ ﴾ ''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ ﴾ ''سب نمازوں کی حفاظت کرو'' اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ ﴿2﴾ نماز کی حفاظت کا مطلب ہے انہیں وقت کی پابندی کے ساتھ، تمام واجبات و مستحبات کے ساتھ خشوع و خضوع کے ساتھ مشروط ارکان کا خیال رکھتے ہوئے ادا کیا جائے۔ ﴿3﴾ نماز کی حفاظت کے ساتھ تمام عبادات کی حفاظت بھی ہو جاتی ہے۔ ﴿4﴾ نماز کو اخلاص، عاجزی، ذلت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے جذبے کے ساتھ آرام اور سکون سے ادا کرنا چاہئے۔ایسی نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ ﴿5﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''وقت پر نماز پڑھنا۔''(مسلم:254) ﴿6﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس کے لیے نماز قیامت کے روز نور، برہان اور نجات کا باعث ہوگی جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لیے نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات، نیز قیامت کے روز اس کا انجام قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوگا۔'' (ابن حبان:1467)﴿7﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے بندے کو نماز کا حساب دینا ہوگا اگر وہ پوری ہے تو بہتر نہیں تو پروردگار فرمائے گا: دیکھو میرے بندے کے پاس کچھ نفل نماز ہے، پھر اگر نفل نماز ہوگی تو اس سے فرض نماز کی کمی پوری کی جائے گی۔ (نسائی:468) ﴿8﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جو شخص بہترین وضو کر کے انہیں وقت پر ادا کرتا ہے ان کے رکوع وسجود اور خشوع کو مکمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ وعدہ ہو جاتا ہے کہ وہ اسے معاف فرمائے گا اور جو ایسے نہیں کرتا اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی وعدہ نہیں، چاہے گا تو اسے معاف کر دے گا اور چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔'' (سنن ابوداؤد:425)

سوال2: صلوٰۃ وسطیٰ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ صلاۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الْعَصْرِ ''صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد صلوٰۃ عصر ہے''۔ (ترمذی:2985) ﴿2﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب میں نماز عصر کو صلوٰۃ وسطیٰ قرار دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الجہاد) ﴿3﴾ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔'' (جامع ترمذی:2983) ﴿4﴾ سیدنا علی بن طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے دن کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں اور گھروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہمیں صلاۃ وسطیٰ سے مشغول کر دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ (صحیح بخاری:293/1)

سوال3: ازدواجی زندگی کے احکامات اور طلاق کے احکامات کے درمیان نماز کی بحث اہمیت کی حامل ہے، واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نماز کی بحث کا مقصد مسلمانوں کے دل میں بندگی کا جامع تصور بٹھانا ہے کہ جیسے طلاق کے معاملات کا فیصلہ رب سے لینا ہے ایسے ہی اپنی ساری زندگی میں رب سے رابطہ استوار رکھنا ہے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو اس کے آگے جھکا دینا ہے اور نماز اس کی غلامی کا اظہار ہے۔ ﴿2﴾ طلاق کے معاملے میں ہونے والی تلخیاں اور پریشانیاں نمازوں کو متاثر کر سکتی ہیں۔ اس لیے فرمایا نمازوں کی حفاظت کرو۔

سوال4: نماز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ انسان کی تربیت کیسے کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ نماز برائی اور بے حیائی سے بچاتی ہے۔ ﴿2﴾ نماز انسان کو اخلاص اور عاجزی کے بلند مقام تک پہنچا دیتی ہے۔ ﴿3﴾ نماز کے ذریعے مومن ثابت قدمی سیکھتا ہے۔ ﴿4﴾ نماز امن کے دور میں انسان کو مہذب مومن بناتی ہے۔ ﴿5﴾ نماز مومن کو امن وسکون کی دنیا میں داخل کرتی ہے۔

سوال5: ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قانتین بمعنی مطیعین یعنی فرماں بردار ''اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فرماں برداروں کی طرح خاموش کھڑے ہوا کرو۔'' ﴿2﴾ خاموشی سے دنیا کی بات نہ کرنا مراد ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ نماز دل کی خوشی کے ساتھ اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ کے لیے کھڑے ہوجانا ہے۔﴿4﴾ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پہلے ہم نماز پڑھتے ہوئے بات بھی کرلیا کرتے تھے' کوئی بھی شخص اپنے دوسرے بھائی سے اپنی کسی ضرورت کے لیے بات کرلیتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:''سب ہی نمازوں کی پابندی رکھو اور خاص طور پر بیچ والی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فرماں برداروں کی طرح کھڑے ہوا کرو۔''اس آیت کے ذریعہ ہمیں نماز میں چپ رہنے کا حکم دیا گیا۔(صحیح بخاری:4534)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے لیے باادب کھڑے رہیں یعنی اخلاص، عاجزی اور ذلت کا اظہار کرتے ہوئے تعظیم سے جھکیں اور آرام وسکون کے ساتھ نماز ادا کریں۔

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۖ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ(239)﴾

''پھر اگر تمہیں خوف ہو تو پیدل یا سوار ہو کر پڑھ لو، پھر جب امن میں آ جاؤ تو اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی یاد کرو جیسے اس نے تمہیں سکھایا ہے، جسے تم نہیں جانتے تھے۔''(239)

سوال1: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا﴾''پھر اگر تمہیں خوف ہو تو پیدل یا سوار ہو کر'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اگر حالت خوف میں ہو تو پیدل یا سواری پر سوار رہتے ہوئے ہی نماز پڑھ لو۔﴿2﴾ نماز کسی حالت میں بھی معاف نہیں ہوسکتی۔

سوال2: دشمن کے خوف کے وقت کیسے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب: دشمن کے خوف کے وقت پیدل، چلتے ہوئے، سواری پر بیٹھے ہوئے ہر طرح نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

سوال3: ﴿فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ﴾''پھر جب امن میں آ جاؤ تو اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی یاد کرو جیسے اس نے تمہیں سکھایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَاذْكُرُوا اللَّهَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ آپ نماز پڑھو جو ذکر کی بہترین صورت ہے یعنی جب امن کی حالت میں ہو تو اس طرح نماز پڑھو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو سکھایا ہے۔﴿2﴾ اس میں ذکر کی ہر قسم شامل ہے۔﴿3﴾ کامل نماز پڑھنا بھی اس ذکر کی ایک صورت ہے۔

سوال4: ﴿مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾''جسے تم نہیں جانتے تھے'' سے اللہ تعالیٰ نے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:''جسے تم نہیں جانتے تھے'' سے اللہ تعالیٰ نے ماضی کی جہالت کو یاد کروایا ہے کہ دیکھو تم پہلے رب کو یاد کرنا، نماز پڑھنا نہیں جانتے تھے۔یہ اس کا احسان ہے کہ اس نے تم کو دین سکھا دیا۔

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (240)﴾

''اورتم میں سے جولوگ فوت ہوجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں (ان پرلازم ہے) وہ اپنی بیویوں کے لیے ایک سال تک سامان دینے اور (انہیں) نہ نکالنے کی وصیت کریں، پھر اگر وہ نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں جو کچھ وہ اپنے بارے میں معروف طریقے سے کریں اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''(240)

سوال1: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾ ''اورتم میں سے جولوگ فوت ہوجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں (ان پرلازم ہے) وہ اپنی بیویوں کے لیے ایک سال تک سامان دینے اور (انہیں) نہ نکالنے کی وصیت کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ کی وصیت ہے کہ بیوہ عورت کو ایک سال تک گھر سے نہ نکالا جائے۔

سوال2: کیا ایک سال تک گھر سے نہ نکالنے کا حکم برقرار ہے؟

جواب: ایک سال تک گھر سے نہ نکالنے کا حکم برقرار نہیں ہے۔ یہ آیت اپنے سے پہلی آیت سے منسوخ ہوگئی ہے۔﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾ اور جولوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک انتظار میں رکھیں۔(البقرۃ:234)﴿1﴾ جب عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہوگئی تو وصیت والی آیت منسوخ ہوگئی۔﴿2﴾ چونکہ عورت کو اب میراث میں سے حصہ مل جاتا ہے اس لیے سال بھر کے نان ونفقہ کا معاملہ ختم ہوجاتا ہے۔

سوال3: کیا فوت ہونے والے بیویوں کے لیے وصیت کرسکتے ہیں؟

جواب: میراث کا حکم آجانے کے بعد عورت کے لیے شوہر کو کسی قسم کی وصیت کرنے کی ضرورت نہیں۔

سوال4: ﴿فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ﴾ ''پھر اگر وہ نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں جو کچھ وہ اپنے بارے میں معروف طریقے سے کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اگر وہ خود نکل جائیں تو اپنی ذات کے معاملے میں معروف طریقے سے وہ جو کچھ کریں تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ ﴿2﴾ یہ اسلامی تعلیمات کی وسعت ہے کہ بیوہ عورت کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں معروف طریقے سے فیصلہ کرسکتی ہیں۔﴿3﴾ اسے زمانہ جاہلیت کے رسم ورواج کی نذر نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مردوں کے ظلم وستم برداشت کرتی رہے۔

سوال5: ﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے'' سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے۔﴿2﴾﴿حَكِيْمٌ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اللہ تعالیٰ کمال حکمت والا ہے'' اپنے احکامات اورقوانین میں حکیم ہے۔

﴿ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (241) ﴾

''اورطلاق یافتہ عورتوں کومعروف طریقہ سے کچھ سامان دینا متقی لوگوں پرلازم ہے۔''(241)

سوال1: ﴿ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ ''اورطلاق یافتہ عورتوں کومعروف طریقہ سے کچھ سامان دینا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ طلاق یافتہ عورتوں کوبھی کچھ دے دلاکررخصت کیاجائے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام پرمردوں کے لیے حلال ہوتی ہیں۔ ﴿2﴾ اس سے یہ پتہ چلتاہے کہ متعہ طلاق واجب ہے۔

سوال2: ﴿ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''متقی لوگوں پرلازم ہے'' میں کس جانب توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: ﴿ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''متقی لوگوں پرلازم ہے'' میں اس جانب توجہ دلائی گئی ہے کہ مردوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی عورتوں پرظلم اورزیادتی کریں۔

﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (242) ﴾

''اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کربیان کرتاہے تاکہ تم سمجھو۔''(242)

سوال: ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کربیان کرتاہے تاکہ تم سمجھو'' اللہ تعالیٰ اپنی آیات بیان کرکے سمجھ بوجھ سے کام لینے کی تلقین کرتے ہیں، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کربیان کرتاہے'' اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات، حلال وحرام، فرائض وحدود اورامرونہی کھول کھول کرتمہارے سامنے بیان کرتاہے تاکہ ذراسا بھی ابہام نہ رہے اورتم ضرورت کے وقت فائدہ اٹھالو۔ ﴿2﴾ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ تاکہ تم سمجھواوران کا اصل مقصد تمہیں سمجھ آجائے کیونکہ جوسمجھے گا وہ عمل کرے گا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے خاندانی زندگی کے اختتام پر پیداہونے والی الجھنوں کوواضح کیاہے۔ (الف) جب عورت بیوہ ہوجائے تواس کے حقوق کیاہیں؟ (ب) جب عورت کوطلاق دے کرعلیحدہ کردیاجائے تواس وقت کیسے اس کی دل جوئی کرنی ہے؟ (ج) اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات کوواضح کرکے حقوق بھی دلائے، تلخیاں بھی ختم کیں اوراحسن انداز میں نئی زندگی شروع کرنے کے راستے بھی ہموار کئے۔ (د) عقل والوں کے لئے معاشرتی زندگی کے بہترین احکامات نشانی ہیں کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں رب کا کلام ہے۔

رکوع نمبر16

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ(243)﴾

''کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا: مرجاؤ، پھر اس نے انہیں زندہ کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔''(243)

سوال1: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ﴾ ''کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے؟'' موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلنے کی بات یہاں کس مقصد کے لیے کی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا واقعہ بیان فرمایا ہے جو ہزاروں کی تعداد میں گھروں سے نکلے تھے۔ ﴿2﴾ ان کے نکلنے کی وجہ موت کا خوف تھا لیکن تقدیر کے سامنے ان کی تدبیر بے بس ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر کسی کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔ ﴿3﴾ جس طرح کوئی تقدیر سے بھاگ نہیں سکتا اسی طرح جہاد سے بھاگ کر بھی حیات نہیں پا سکتا۔ زندگی کی مقررہ مدت نہیں بڑھ سکتی۔ موت اور رزق مقرر کیا جا چکا۔ ﴿4﴾ مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو کافروں نے حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مقابلے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کی طاقت دشمنوں کی نسبت کم تھی اس لیے کچھ لوگوں کے اندر بے ہمتی پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی خرابی کو واضح کر کے مسلمانوں کو سمجھایا کہ دیکھو وہ بھی موت سے ڈر کر بھاگے تھے لیکن موت آ گئی۔ موت کے ڈر سے موت نہیں ٹلتی، خوف سے زندگی میں اضافہ نہیں ہوتا، زندگی اور موت کا آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

سوال2: ﴿فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا: مرجاؤ پھر اس نے انہیں زندہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا: مرجاؤ'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ لوگ طاعون سے بھاگے تھے اور کسی صحت افزاء علاقے میں ٹھہرنا چاہتے تھے۔ جب کسی مخصوص مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب فوت ہوگئے۔ ﴿2﴾ ﴿ثُمَّ﴾ پھر۔ ﴿3﴾ ﴿اَحْيَاهُمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا۔ ﴿4﴾ نبی کی دعا کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔ ﴿5﴾ یہ ان پر رحمت، مہربانی اور حلم کا اظہار تھا اور مردوں کو زندہ کرنے کی ایک نشانی دکھانا مقصود تھا۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی خرابی کو واضح کر کے مسلمانوں کو سمجھایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگ نہیں سکتے۔ ﴿7﴾ زندگی اور موت کا آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿8﴾ اس کے فیصلوں پر اطمینان رکھنا چاہئے۔ جس طرح انسان کو زندگی اس کی کوشش کے بغیر دی جاتی ہے اسی طرح زندگی واپس لینے میں بھی اس کی حکمت شامل ہوتی ہے۔

سوال3: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کیا سبق دیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ موت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ ﴿2﴾ موت و حیات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا اس لیے بہتر یہی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کیا جائے اور ضرورت مندوں کو قرض حسنہ دیا جائے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: موت کے ڈر سے بھاگنا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: موت کے ڈر سے بھاگنا یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان زندگی کی حرص رکھتے ہیں۔

سوال5: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل تھا کہ انھیں موت کے بعد زندگی عطا کی۔ اللہ تعالیٰ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے۔

سوال6: ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴾ ''مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر اس کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ وہ ان انعامات کا انکار کرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر: 141/1)
﴿2﴾ اکثر لوگ انعامات پا کر مزید گناہ کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو نہیں پہچانتے، نہ ان کا اعتراف کرتے ہیں نہ اس کی اطاعت میں استعمال کرتے ہیں۔

﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (244) ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (244)

سوال1: ﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جنگ کرو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرنے سے پیچھے نہ ہٹو۔

سوال2: فی سبیل اللہ سے مراد کیسی جنگ ہے؟

جواب: فی سبیل اللہ سے مراد ایسی جنگ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی بلندی، تحفظ دعوت، دین کی نشر و اشاعت کو اس حد تک ممکن بنانے کے لیے کی جاتی ہے تاکہ اس کام کو لے کر چلنے والے مغلوب نہ ہوں، کوئی شعائر دین کو قائم کرنے کے راستے میں اور اس کے احکامات کی تلقین کے راستے میں رکاوٹ نہ بن سکے اور اسلامی ممالک کے دفاع کے لیے کی جاتی ہے۔

سوال3: جہاد فی سبیل اللہ میں کیا کچھ مطلوب ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جان کی قربانی۔ ﴿2﴾ مالی خرچ۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرنے کا حکم دے کر کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ زندگی کی محبت کی وجہ سے گھروں میں نہ بیٹھ جانا۔ موت کے ڈر سے پیچھے نہ ہٹ جانا۔ ﴿2﴾ موت اور زندگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو، کسی اور مقصد کے لیے نہ لڑو۔ ﴿3﴾ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ تعالیٰ کے جھنڈے تلے جمع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوجاؤ۔اللہ تعالیٰ تمہاری نیتوں کو جانتا ہے اور دعائیں سنتا ہے،تمہارا کوئی عمل ضائع نہیں ہوگا۔

سوال5:﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ وَاعْلَمُوْٓا ﴾ اچھی طرح سے جان لو،اس کا علم حاصل کرو،اسے سمجھو اور اس پر غور وفکر کرو۔﴿2﴾﴿ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے۔اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے نفسوں کی نگرانی کریں تاکہ ہر تقصیر سے بچ سکیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ سمیع ہے جو ان کی باتوں کو سنتا ہے،وہ علیم ہے،وہ بائی زمین کا علم رکھتا ہے۔(تفسیر سمرقندی:159)

﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ(245) ﴾

''کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟ سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''(245)

سوال1:﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ ''کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قرض حسنہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا مراد ہے۔اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کے لیے مال خرچ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کی رغبت اور شوق دلایا اور اسے اپنے ذمہ قرض قرار دیا تاکہ جتنا ہو سکے نیکی کے کاموں میں اور خاص طور پر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خرچ کریں۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرے۔

سوال2: قرض حسنہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ قرض حسنہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا مراد ہے۔﴿2﴾ قرض حسنہ سے مراد ایسا قرض ہے جو خالص نیکی کے جذبے سے،اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بدلے کی خواہش کے بغیر کسی کو دیا جائے۔اس طرح جو مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اپنے ذمے قرض قرار دیتے ہیں۔

سوال3:﴿ فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ﴾ ''سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک یا اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا۔ثواب میں اضافہ خرچ کرنے والے کی نیت،حالت،خرچ کے لیے ضرورت اور فائدے کے مطابق ہوگا۔

سوال4: انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں قرآن حکیم کا کیا مؤقف ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ انفاق سے مال کم نہیں ہوتا۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّال ''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم:6592) ﴿2﴾ انفاق فی سبیل اللہ، اللہ تعالیٰ کے نام قرض حسنہ ہے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری تو ابوالدحداح انصاری رضی اللہ عنہ بولے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگتا ہے؟ فرمایا: ہاں! بولے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ذرا ہاتھ تو دکھایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے ہاتھ میں دے دیا تو بولے: میں نے قرض کے طور پر اپنا باغ اللہ تعالیٰ کو دے دیا جس میں چھ کھجور کے درخت ہیں اور اس میں ام دحداح اور اس کے بچے بھی رہتے ہیں۔پھر باغ میں آ کر ام دحداح سے کہا: یہاں سے سامان اٹھا لو میں نے یہ باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دے دیا ہے۔(ابن ابی حاتم، ابن مردویہ) ﴿3﴾ انفاق فی سبیل اللہ کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اس مال کو کئی گنا بڑھا چڑھا کر دیں گے۔دنیا میں برکت اور آخرت میں بے حساب اجر، اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا نصیب ہوگی۔سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ایک اونٹنی لے کر آیا جس کو مہار ڈالی ہوئی تھی۔عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (صدقہ) ہے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیرے پاس قیامت کے دن اس کے بدلے سات سو اونٹنیاں ہوں گی جن کی مہار ڈالی ہوئی ہوگی۔'' (صحیح مسلم :4897) ﴿5﴾ مال گھٹانا اور بڑھانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔﴿6﴾ انسان حرص اور بخل کی وجہ سے غنی نہیں ہوتا، دولت مندی اور فقیری اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔﴿7﴾ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد جمع کیا ہوا مال کام نہیں آئے گا۔

سوال5: ﴿وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: انسان کو بعض اوقات یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے وہ مفلس ہو جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو دور کرنے کے لیے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ﴾ یعنی جس کا رزق چاہتا ہے وسیع کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔یہ معاملات صرف اسی کے ہاتھ میں ہیں اور تمام امور کا دارومدار اسی کی ذات پر ہے۔بچا بچا کر رکھنے سے رزق بڑھتا نہیں اور خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں۔(تفسیر سعدی :294)

سوال6: ﴿وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' کہہ کر کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' کہہ کر یہ سمجھایا گیا ہے کہ جو خرچ کرو گے وہ ضائع نہیں ہوگا بلکہ ایک دن آنے والا ہے جب اپنی پیش کی ہوئی اشیاء پوری بلکہ زیادہ اضافے کے ساتھ کئی گناہ وصول کر لو گے۔اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اعمال کی پوری جزا دے گا۔﴿2﴾ دنیا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے تو پھر زور وشور سے جہاد کریں، جانیں بھی پیش کریں، مال بھی دیں، زندگی محدود ہے، رزق مقرر ہے، جرأت والی زندگی، آزاد زندگی گزاریں، دنیا کی غلامی چھوڑ دیں اور ایک اللہ تعالیٰ کی غلامی اختیار کریں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ قَالُوۡا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ قَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِیَارِنَا وَ اَبۡنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡهِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡهُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ (246) ﴾

''کیا آپ نے موسیٰ کے بعد، بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا؟ جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا: ''ہمارے لیے کسی کو بادشاہ بنادیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کریں'' نبی نے جواب دیا: ''یقیناً قریب ہوتم کہ اگر تم پر جنگ فرض کردی جائے کہ تم قتال ہی نہ کرو،'' انہوں نے کہا: ''اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں سے اور ہمارے بیٹوں سے نکالا گیا ہے؟'' پھر جب ان پر جنگ فرض کردی گئی تو ان میں سے تھوڑی سی تعداد کے علاوہ باقی سب پھر گئے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔'' (246)

سوال 1: ﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ﴾ ''کیا آپ نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو سرداران بنی اسرائیل کا واقعہ سنایا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ اَلۡمَلَاِ ﴾ اشراف قوم کو کہتے ہیں۔ ﴿3﴾ یہاں بنی اسرائیل کے واقعات کا اختتام ہورہا ہے۔ یہ واقعات نبی ﷺ کی رسالت کی دلیل ہیں۔ ﴿4﴾ بنی اسرائیل کے سرداروں کے بارے میں سوال کر کے ان واقعات کو نبی ﷺ کی رسالت کی دلیل بنایا گیا کیونکہ ان کے بارے میں بنی اسرائیل کے کم ہی لوگ جانتے تھے۔

سوال 2: ﴿ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ﴾ ''جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا: ''ہمارے لیے کسی کو بادشاہ بنادیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کریں'' بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کے لیے بادشاہ مقرر کرنے کا مطالبہ کیوں کیا؟

جواب: بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہونے والے نبی سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کے لیے بادشاہ مقرر کرنے کا مطالبہ اس لیے کیا کہ ﴿1﴾ ان کے دلوں میں ایمان نے کروٹ لی تھی۔ ﴿2﴾ ان کے سامنے مقصد واضح ہوگیا تھا۔ ﴿3﴾ ان کے سامنے منزل آگئی تھی، جہاد فی سبیل اللہ کی منزل۔ انہوں نے جان لیا تھا کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارا دشمن باطل پر ہے۔ ﴿4﴾ اب وہ چاہتے تھے کہ انہیں منظم کیا جائے تاکہ وہ دشمن کا مقابلہ کرسکیں۔ بنی اسرائیل میں انبیاء سیاسی راہ نمائی کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

سوال 3: ﴿ قَالَ هَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ﴾ نبی نے یہ کیوں کہا کہ ''یقیناً قریب ہوتم کہ اگر تم پر جنگ فرض کردی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائے کہ تم قتال ہی نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: نبی نے یہ بات کہ اگر تم پر جنگ فرض کر دی جائے کہ قرب ہے کہ تم قتال ہی نہ کرو اس لیے کی تا کہ وہ تسلی کر لیں کہ ﴿1﴾ ان کی نیت پختہ ہے۔ ﴿2﴾ ان کا عزم سچا ہے۔ ﴿3﴾ وہ عظیم ذمہ داری اٹھا سکتے ہیں۔ ﴿4﴾ وہ اس معاملے میں سنجیدہ ہیں۔

سوال 4: ﴿قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا﴾ انہوں نے کہا: ''اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں سے اور ہمارے بیٹوں سے نکالا گیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نبی کے سوال پر بنی اسرائیل کا جوش وخروش عروج پر پہنچ گیا۔ ﴿2﴾ انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ جنگ ناگزیر ہے اور حالات جہاد کے بغیر سدھر نہیں سکتے کیونکہ ہمارے گھر اجاڑ دیے گئے۔ ہم بچوں سے دور ہیں، ان حالات میں جہاد کا حکم نہ آئے تب بھی ہمیں لڑنا چاہئے۔

سوال 5: ﴿فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ﴾ ''پھر جب ان پر جنگ فرض کر دی گئی تو ان میں سے تھوڑی سی تعداد کے علاوہ باقی سب پھر گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نبی کے سوال کے بعد جب ان کے لیے بادشاہ مقرر کر دیا گیا اور ان پر جنگ فرض کر دی گئی تو ان میں سے تھوڑی سی تعداد کے علاوہ باقی سب نے جہاد سے اعراض کیا۔ ﴿2﴾ انہوں نے دشمن کی شان وشوکت کا مشاہدہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کر دیا اور پیچھے رہ گئے۔ ﴿3﴾ بنی اسرائیل کی نیتیں خالص نہیں تھیں، ان کا اللہ تعالیٰ پر توکل مضبوط نہیں تھا، انہیں بزدلی کی وجہ سے جہاد کرنے کی ہمت نہ ہوئی، ان کا عزم کمزور پڑا اور جہاد کی آرزو جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ ﴿4﴾ ﴿اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ﴾ ''ان میں سے تھوڑی سی تعداد کے علاوہ'' یہ تھوڑی سی تعداد ثابت قدم تھی۔ انہوں نے دشمن سے لڑنے کا ارادہ کیا تو انہیں عزت نصیب ہوئی۔

سوال 6: بنی اسرائیل کا معاہدوں پر کیا رویہ رہا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سخت وعدہ خلافی کرنے والے۔ ﴿2﴾ عہد کر کے پھر جانے والے۔ ﴿3﴾ اطاعت سے پہلو بچانے والے۔ ﴿4﴾ فرائض کی ادائیگی میں پیچھے رہنے والے۔ ﴿5﴾ حق سے منہ موڑنے والے۔ ﴿6﴾ باہمی اختلافات میں مبتلا ہونے والے۔

سوال 7: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بنی اسرائیل نے خود پر ظلم کیا، جہاد کو ترک کیا اور دنیا میں کمزور بن کر رہے اور آخرت میں ان بدبختوں میں شامل ہوں گے جنہیں عذاب دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔ اس میں ان کے راستے پر چلنے والوں کے لیے وعید ہے۔

سوال 8: بنی اسرائیل جیسی خصوصیات کیا اور قوموں میں بھی پائی جاتی ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: بنی اسرائیل جیسی خصوصیات ہراس قوم اور جماعت میں پائی جاتی ہیں جن کی ایمانی تربیت میں کمی ہو۔

﴿ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (247) ﴾

''اوران کے نبی نے ان سے کہا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً طالوت کوتمہارے لیے بادشاہ مقرر کیا ہے۔''انہوں نے جواب دیا: ''ہم پراس کی حکومت کیسے ہوسکتی ہے جب کہ ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حق دار ہیں اوراسے مالی کشائش بھی نہیں دی گئی؟'' نبی نے کہا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر چنا ہے اوراسے علمی اور جسمانی فراخی عطا کی ہے'' اوراللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اوراللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(247)

سوال1: ﴿ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ﴾ ''اوران کے نبی نے ان سے کہا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً طالوت کوتمہارے لیے بادشاہ مقرر کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ ﴾ ان کے نبی نے ان کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ ﴿2﴾ ﴿ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ نامزد کیا ہے۔ ﴿3﴾ طالوت قبیلہ بن یامین کا ایک تیس سالہ نوجوان تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہت کے لیے منتخب کیا تھا۔ ﴿4﴾ ان کا فرض تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مان لیتے لیکن انہوں نے اعتراض کیا۔

سوال2: ﴿ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ ﴾ ''انہوں نے جواب دیا: ''ہم پراس کی حکومت کیسے ہوسکتی ہے جب کہ ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حق دار ہیں اوراسے مالی کشائش بھی نہیں دی گئی؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بنی اسرائیل نے طالوت کی بادشاہت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: وہ کیسے ہمارا بادشاہ ہوسکتا ہے جب کہ وہ غریب ہے اور حکومت قائم رکھنے کے لیے اس کے پاس مال نہیں اور وہ خاندانی طور پر بھی ہم سے کم تر ہے۔ان کا بادشاہت کا تصور غلط تھا کہ اس کے لیے اونچا خاندان اورلمبامال ہونا ضروری ہے۔

سوال3: ﴿ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ﴾ ''نبی نے کہا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر چنا ہے اوراسے علمی اور جسمانی فراخی عطا کی ہے'' بنی اسرائیل کو طالوت کی بادشاہت پر اعتراض کا کیا جواب دیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ ﴾ بنی اسرائیل کو طالوت کی بادشاہت پر اعتراض کا یہ جواب دیا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جس میں کسی کا کوئی دخل نہیں۔﴿2﴾﴿وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ﴾طالوت جسمانی اور علمی برتری رکھتا ہے۔اس کی اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے عقل اور جسم کی قوت عطا کی ہے اور ملک کے معاملات اسی کی بنیاد پر انجام پاتے ہیں۔

سوال4: حکمرانی کے لیے کون سی دو بنیادی خصوصیات ہیں؟

جواب:﴿1﴾ حکمرانی کے لیے دو بنیادی خصوصیات ہیں۔(i) جسمانی فراخی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے''عقل سلیم جسم سلیم میں ہوتی ہے۔''شجاعت ،مدافعت کی قدرت ، ہیبت اور وقار جسمانی فراخی کا ہی نتیجہ ہیں۔(ii)علمی فراخی جس کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تَسُوَّدُوْا''سردار بننے سے پہلے سمجھ دار بنو۔یعنی دین کا علم حاصل کرو۔''ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بَعْدَ اَنْ تَسُوَّدُوْا سردار بنائے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرو۔(صحیح بخاری: کتاب العلم: باب15)﴿2﴾جب کوئی عقل اور رائے میں کمال رکھتا ہو اور قانون نافذ کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو تو کمال حاصل ہو جاتا ہے۔ان میں سے ایک کے کم ہونے کی صورت میں نظام خراب ہو جاتا ہے۔

سوال5: ﴿وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ﴾''اور اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:''مُلْكَهٗ''سے مراد اس کی بادشاہت ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ قدرت والا، سب کچھ جاننے والا، بڑی وسعت والا، کمال حکمت والا ہے۔وہ اپنا ملک یعنی اپنی بادشاہت جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

سوال6: طالوت کی بادشاہت پر بنی اسرائیل کو کیسے یقین آیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سے تابوت سکینہ مل جانے کا معجزہ ہوا تو انہیں یقین آ گیا۔اللہ تعالیٰ کے کلام سے ان کے دلوں کے تمام شکوک وشبہات دور ہو گئے۔کیونکہ طالوت میں حکمرانوں والی خوبیاں موجود تھیں اور اللہ تعالیٰ اپنا فضل جسے چاہتا ہے دیتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

سوال7: ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، وسیع تصرف اور قدرت والا ہے۔وہ بہت کشادگی والا ہے فضل وکرم والا ہے۔جب بھی اس کی حکمت کسی کام کا تقاضا کرتی ہے تو لامحالہ وہ ہو جاتا ہے۔﴿2﴾﴿عَلِيْمٌ﴾اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے۔وہ جانتا ہے کہ فضل کا صحیح حق دار کون ہے۔اسی کے مطابق وہ فضل دیتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت کسی کو محروم نہیں رکھتی۔﴿4﴾اس کلام سے لوگوں کے دلوں کے شکوک دور ہو گئے۔انہوں نے جان لیا کہ طالوت میں حکمرانی کی خوبیاں موجود ہیں اور حسی نشانی یعنی تابوت سکینہ بھی اسی کے دور میں ملنے کی بشارت بھی تھی۔

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (248)﴾

''اوران سے ان کے نبی نے کہا:''اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت ہوگی اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی باقیات ہوں گی، اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے، بلاشبہ اس میں تمہارے لیے یقیناً نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔''(248)

سوال1: ﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾''اوران سے ان کے نبی نے کہا:''اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت ہوگی اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی باقیات ہوں گی اور اسو فرشتے اٹھا کر لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ﴾ اور اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ ﴿2﴾﴿اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ﴾ طالوت کی حکومت کی پہلی برکت، پہلی نشانی یہ ظاہر ہوگی۔ ﴿3﴾﴿اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ﴾ کہ انہیں وہ تابوت مل جائے گا جو ایک طویل عرصے سے ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ﴿4﴾﴿فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ اس تابوت میں تمہارے رب کی جانب سے تمہارے لیے دل کا اطمینان اور سکون موجود ہے۔ ﴿5﴾ تابوت سکینہ ایک صندوق تھا جو بنی اسرائیل میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے زمانے سے چلا آرہا تھا اور اس میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کے کچھ متبرک آثار تھے۔ بنی اسرائیل اپنی لڑائیوں میں اسے آگے آگے رکھتے اور اسے دیکھ کر حوصلہ اور ہمت محسوس کرتے مگر ان کی بداعمالیوں کے باعث ان کے دشمن یہ تابوت ان سے چھین کر لے گئے تھے۔ انہوں نے اسے اپنے معبد میں بت کے نیچے رکھ دیا تھا۔ اس وجہ سے ان میں وبا پھوٹ پڑی اور تقریباً پانچ شہر ویران ہوگئے۔ چنانچہ انہوں نے اسے منحوس سمجھ کر رات کو بیل گاڑی پر رکھ کر بنی اسرائیل کی طرف دھکیل دیا۔(ابن کثیر) ﴿6﴾﴿مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ﴾ اس میں موسیٰ علیہ السلام اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی اشیاء تھیں مثلاً ایک طشت تھا جس میں انبیاء کے دل دھوئے جاتے تھے۔ اسی میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تختیاں رکھی تھیں۔ ﴿7﴾﴿تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ اسے فرشتے اٹھا کر لائیں گے تو لوگ آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ﴿8﴾ فرشتے بیلوں کو ہانک کر بنی اسرائیل کی بستی تک لے آئے اور وہ رات کے وقت طالوت کے گھر کے سامنے آموجود ہوا۔ اس سے بنی اسرائیل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ طالوت کے زیر قیادت اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے آمادہ ہوگئے۔(اشرف الحواشی:49)

سوال2: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾''بلاشبہ اس میں تمہارے لیے یقیناً نشانی ہے اگر تم مومن ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تابوت کی بنی اسرائیل کی جانب واپسی میں ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے تھے، طالوت کی بادشاہت کی نشانی تھی۔(الاساس فی التفسیر:577/1) ﴿2﴾ اگر تمہارے اندر ایمان ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کے نبی کا معجزہ بھی ہے جو آپ کی نبوت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی کھلی دلیل ہے اور یہ طالوت کی اطاعت کی نشانی بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا فرمان ہے کہ طالوت تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادشاہ مقرر کیا گیا لہٰذا طالوت کی بادشاہت کو تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

آخری آیات

﴿ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (249) ﴾

''پس جب طالوت فوجوں کے ساتھ جدا ہوا تو اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں یقیناً ایک نہر کے ذریعے آزمانے والا ہے چنانچہ جس نے اس میں سے پیا وہ مجھ سے نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو یقیناً وہ میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔'' سو ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا سب نے پیا چنانچہ جب طالوت نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے دریا پار کر لیا تو انہوں نے کہا: ''آج ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔'' لیکن جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے ہیں انہوں نے کہا: ''کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں!'' اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (249)

سوال 1: ﴿ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ﴾ ''پس جب طالوت فوجوں کے ساتھ جدا ہوا'' طالوت کن فوجوں کے ساتھ کس کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا؟

جواب: ﴿ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ﴾ جب بنی اسرائیل پر طالوت کی حکومت مستحکم ہو گئی تو وہ بنی اسرائیل کے لشکر لے کر روانہ ہوئے اور ان کی تعداد زیادہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آزما لیا کہ کون ثابت قدم رہتا ہے اور کون میدان سے بھاگ جاتا ہے۔ وہ عملاً قہ سے جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم اصحاب محمد ﷺ آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے کہ اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کی تعداد بھی اتنی ہی تھی جتنی اصحاب طالوت کی، جنہوں نے آپ کے ساتھ نہر فلسطین پار کی تھی اور ان کے ساتھ نہر کو پار کرنے والے صرف مومن ہی تھے یعنی تین سو دس پر اور کئی آدمی۔ (صحیح بخاری: 3958)

سوال 2: ﴿ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ﴾ ''اس نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں یقیناً ایک نہر کے ذریعے آزمانے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بنی اسرائیل پر طالوت کی حکومت قائم ہوگئی اور مستحکم ہوگئی تو قوم نے دشمن سے مقابلے کی تیاری کی۔طالوت بنی اسرائیل کے لشکروں کو لے کر روانہ ہوا،ان کی تعداد بہت زیادہ تھی تو اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کا امتحان لیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ ثابت قدم رہنے والا کون کون ہے اور دوسری طرح (بھگوڑا) کون ہے اس لیے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے جس نے اس میں سے پانی پی لیا وہ میرا نہیں ،نافرمان ہے۔اس کی بے صبری اور گناہ کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہ آئے اور جو اسے نہ پیئے وہ میرا ہے۔

سوال3: نہر اردن پر کیا آزمائش ہوئی تھی؟

جواب: ﴿1﴾ جب طالوت کی قیادت میں بنی اسرائیل عمالقہ سے جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو طالوت نے کہا کہ ابھی ایک نہر آئے گی جو اردن اور فلسطین کے درمیان تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تمہارے صبر کا امتحان ہے کہ پیاس کی شدت کے باوجود تمہیں اس کا پانی نہیں پینا۔جو پانی پیے گا وہ ہماری فوج سے الگ ہو جائے گا۔بے صبری اور گناہ کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہ آئے۔﴿2﴾ جو ایک چلو سے زیادہ نہیں پیے گا وہ ہمارے ساتھ آگے بڑھے گا۔﴿3﴾ اس آزمائش میں ان میں سے اکثر لوگ پورے نہیں اترے،تھوڑے سے لوگوں نے صبر سے کام لیا۔

سوال4: ﴿فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ﴾ ''چنانچہ جس نے اس میں سے پیا وہ مجھ سے نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو یقیناً وہ میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''چنانچہ جس نے اس میں سے پیا وہ مجھ سے نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو یقیناً وہ میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جس نے ایک چلو پانی پیا وہ سیراب ہو گیا،اور جس نے خوب پیا وہ سیراب نہیں ہوا۔جب سب ایمان لانے والے نہر پار کر گئے تو ان میں سے بعض ضعیف الیقین لوگوں نے کہا کہ آج ہم جالوت اور اس کی فوج سے جنگ نہیں کر سکتے تو ان کے قوی الایمان علماء نے ان کی ہمت بڑھائی جنہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے اور فتح و نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔اس کا تعلق کثرت تعداد سے نہیں ہوتا اور کہا کہ بسا اوقات تھوڑی تعداد والی فوج اللہ تعالیٰ کے حکم سے زیادہ تعداد والی فوج پر غالب آجاتی ہے۔اس پر ان کی ہمت بڑھی اور انہوں نے جالوت کی فوج سے جنگ کی اور داؤد علیہ السلام نے (جو بعد میں طالوت کی فوج میں آکر شامل ہو گئے تھے اور جو ابھی نبی اور بادشاہ نہیں ہوئے تھے) جالوت کو قتل کر دیا،اور بنی اسرائیل کو فتح مبین حاصل ہوئی۔(تیسیر الرحمٰن:1/142,143)

سوال5: بنی اسرائیل کے کمانڈر نے پیاس سے نڈھال لوگوں کو پانی پینے سے کیوں روکا؟

جواب: ﴿1﴾ فوج کی قوت ارادی کو آزمانے کے لیے بنی اسرائیل کے کمانڈر نے پیاس سے نڈھال لوگوں کو پانی پینے سے روکا۔﴿2﴾ صبر اور ثابت قدمی کو پرکھنے کے لیے،ان کا گھڑی بھر پانی سے صبر نہ کر سکنا بہت بڑی دلیل تھی کہ وہ جنگ میں بھی صبر نہیں کر سکیں گے۔﴿3﴾ اور یہ جاننے کے لیے کہ کس حد تک خواہشات نفس اور مرغوبات نفس کے مقابلے میں ٹھہر سکتے ہیں!﴿4﴾ یہ جاننے کے لیے کہ کس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قدرضروریات زندگی سے محرومی اورمشکلات کو برداشت کرسکتے ہیں!﴿5﴾ کثیرتعداد کے پلٹ جانے سے باقی لشکر میں اللہ تعالیٰ پرتوکل اور عاجزی جیسی کیفیات اورزیادہ ہوگئیں اوردشمن کے مقابلے میں زیادہ ثابت قدم ہوگئے۔

سوال6: ﴿فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ﴾ ''سوان میں سے تھوڑے لوگوں کے سواسب نے پیا'' پانی سے روکنے کے تجربے نے کیا ثابت کیا؟

جواب: ﴿1﴾ صرف چھپی ہوئی نیت کافی نہیں،عملی تجربہ ضروری ہے۔﴿2﴾ میدان جنگ میں قدم رکھنے سے پہلے نشیب وفراز سے واقفیت ضروری ہے۔

سوال7: ظاہری قوت کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قوت پرکون بھروسہ کرسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ثابت قدم لوگ جن کاایمان مکمل ہوچکا ہو۔﴿2﴾ جن کی اقداربدل چکی ہوں۔﴿3﴾ جوخیروشرکافرق ایمان کی روشنی میں دیکھتے ہوں۔

سوال8: فوج کی کامیابی کس وجہ سے ہوا کرتی ہے؟

جواب: فوج کی کامیابی عظیم تعداد سے نہیں، پختہ ارادے سے ہوا کرتی ہے۔مضبوط ایمان،مضبوط دل اورمستقل مزاجی کامیابی کے لیے ضروری سرمایہ ہیں۔

سوال9: مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کن صفات کی ضرورت ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مشکلات پر جمنا۔﴿2﴾ سردار کی اطاعت کرنا۔

سوال10: طالوت اولوالعزم تھے ان کی بلند ہمتی کہاں کہاں سامنے آئی؟

جواب: ﴿1﴾ جب اعلان جہاد ہوا تو اکثر لوگوں نے انکار کردیا لیکن ان کا ارادہ متزلزل نہ ہوا۔﴿2﴾ پانی سے روکنے کے تجربے نے فوج کی اکثریت کو ناکام کردیا،انہوں نے پیٹھ پھیری لیکن طالوت ثابت قدم رہے،ان کا ارادہ متزلزل نہیں ہوا۔

سوال11: ﴿فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ﴾ ''چنانچہ جب طالوت نے اوران لوگوں نے جواس کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے دریاپارکرلیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب طالوت اور باقی وہ لوگ جوایمان لائے تھے نہر پر سے گزر گئے یعنی جنہوں نے جائز حد سے زیادہ پانی نہیں پیا تھا۔

سوال12: ﴿قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ﴾ ''انہوں نے کہا:'' آج ہم میں جالوت اوراس کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: یہودیوں نے کہا آج ہم میں جالوت اوراس کےلشکروں سےلڑنے کی طاقت نہیں کیونکہ ان کی تعداد بھی زیادہ تھی اوراسلحہ بھی۔

سوال13: ﴿ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ﴾ ''لیکن جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے ہیں انہوں نے کہا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے والے خالص اور پختہ ایمان والوں نے کہا۔ ﴿2﴾ وہ دوسروں کا حوصلہ بڑھا رہے تھے اور صبر کی تلقین کر رہے تھے۔

سوال14: ﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ''کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں''، قلیل گروہ بڑے گروہ پر کیسے غالب آتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ کتنی ہی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے غالب آ جاتی ہیں کیونکہ معاملات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کی مدد کے بغیر کثرت کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہی فیصلے کرتا ہے، وہی عزت دیتا ہے، وہی ذلت دیتا ہے۔ اس کی مدد حاصل ہو تو قلت کا نقصان نہیں اور اس کی مدد نہ ہو تو کثرت کا کوئی فائدہ نہیں۔ ﴿2﴾ قلیل گروہ کے افراد کا یہ یقین انہیں کامیابی تک لے جاتا ہے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا یقین صبر کا سرچشمہ بنتا ہے۔ ﴿3﴾ اس گروہ کے افراد اپنی قوت کو اللہ تعالیٰ کے حکم میں تلاش کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ کرتے ہیں اور ثابت قدم رہتے ہیں۔ غیر متزلزل رہتے ہیں۔ ﴿4﴾ کمزوری اور قلت کے باوجود خوفزدہ نہیں ہوتے، صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر خطرناک معرکوں میں کود پڑتے ہیں۔

سوال15: ﴿ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' صبر اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صبر کرتے ہیں تو دشمن سے مڈبھیڑ کے موقع پر وہ انہیں ثابت قدم رکھتا ہے۔ ﴿3﴾ مدد اور معاونت ایمان والوں کے صبر کی وجہ سے انہیں نصیب ہوتی ہے۔ اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

﴿ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (250) ﴾

''اور جب وہ جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے ہوئے تو انہوں نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے قدموں کو جما دے اور کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔'' (250)

سوال1: ﴿ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ﴾ ''اور جب وہ جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے ہوئے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جالوت عمالقہ کا قائد تھا۔ جب جالوت میدان معرکہ میں سامنے آیا تو وہ ان کے مقابلے میں آئے اس موقع پر مسلمانوں نے دعا مانگی۔

سوال2: ﴿رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا﴾ ''اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے'' کی دعا سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: ''اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے'' یعنی ہمارے دلوں کو مضبوط کر دے اور ہمیں صبر کی توفیق عطا فرما دے۔ اس دعا سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دل کی گھبراہٹ اور پریشانی کو اللہ تعالیٰ ہی دور کر سکتا ہے، وہی ہے جو سکینت نازل کر سکتا ہے اور دلوں کو مضبوط کر سکتا ہے۔

سوال3: ﴿وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا﴾ ''اور ہمارے قدموں کو جما دے'' کے دعائیہ الفاظ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور ہمارے قدموں کو جما دے'' کے دعائیہ الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ہمارے پائے ثبات میں لغزش نہ آئے اور ہم میدان جنگ سے بھاگنے کے گناہ سے بچ جائیں۔ ﴿2﴾ قدم تو تیرے حکم سے ہی جمتے ہیں، تو ہمارے لیے اپنا حکم نافذ فرما دے۔ ﴿3﴾ آپ ہی متزلزل ہونے سے اور عملی طور پر پھسلنے سے بچا سکتے ہیں تو ہمیں وسوسوں اور گھبراہٹوں سے بھی بچا لیں اور پیچھے ہٹنے سے بھی بچا لیں۔

سوال4: ﴿وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما'' اس دعا سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما'' اس دعا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جالوت اور اس کی قوم کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دعا قبول فرمالی۔ وہ مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں کودے اور اور انہوں نے قبولیت کے اسباب پیدا کر دیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ ﴿2﴾ فتح اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کیونکہ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ مومن تو دراصل قدرت کا ایک ہاتھ ہیں، ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ مومن تو اللہ تعالیٰ کا غلام ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اہم کردار ادا کرنے کا اعزاز بخشا ہے۔ مومن کو یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ ضرور اپنی منزل پر پہنچے گا۔ مومن کی نیت صاف، دل میں اخلاص اور توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ صرف مادی ساز و سامان پر بھروسہ درست نہیں اللہ تعالیٰ کی مدد خاص کا طلب گار رہنا چاہئے۔ اس لیے کہ حالات کی تبدیلی اسی کے اختیار میں ہے۔ وہ چاہے تو ابرہہ کے لشکر کو چھوٹی چھوٹی چڑیوں سے تباہ کر دے۔

﴿فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (251)﴾

''چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں شکست دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بادشاہت اور حکمت عطا کی اور جتنا اس نے چاہا اسے علم بھی عطا فرمایا اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین یقیناً فساد سے بھر جاتی لیکن اللہ تعالیٰ تمام جہانوں پر بڑے فضل والا ہے۔'' (251)

سوال1: ﴿فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں شکست دی'' اس سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ''چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں شکست دی''﴿1﴾انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جالوت اور اس کے لشکروں کو شکست دی۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی مدد کی۔انہوں نے صبر کیا،وہ ثابت قدم رہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں شکست دی۔

سوال2:﴿وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ﴾''اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا''داؤد علیہ السلام کون تھے؟انہوں نے جالوت کو کیسے قتل کیا تھا؟

جواب:''اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا''﴿1﴾داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے،جو اس وقت کم سن تھے۔﴿2﴾اتفاق سے طالوت کے لشکر میں وہ اس وقت جا پہنچے جب جالوت نے مقابلے کی دعوت دی اور کسی نے اس کی دعوت قبول نہ کی۔﴿3﴾داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا اور قوم کے محبوب بن گئے۔

سوال3:﴿وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ﴾''اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بادشاہت اور حکمت عطا کی اور جتنا اس نے چاہا اسے علم بھی عطا فرمایا''اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام پر کیا انعامات کئے؟

جواب:﴿1﴾﴿اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ﴾اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو بادشاہت دی۔﴿2﴾﴿وَالْحِكْمَةَ﴾اور انہیں حکمت عطا کی یعنی علم پر عمل کرنے والا بنایا اور انہیں نبوت دی۔﴿3﴾﴿وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ﴾اور جتنا اس نے چاہا اسے علم بھی عطا فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو علم عطا کیا اور انہیں زرہیں بنانے کی تعلیم دی۔﴿4﴾انہیں شریعت کا علم بھی دیا اور سیاست کا علم بھی۔اس طرح انہیں نبوت اور حکومت دونوں عطا فرما دیں۔اس سے پہلے انبیاء اور ہوتے تھے اور بادشاہ اور۔(تفسیر سعدی:299/1)﴿5﴾اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی تو وہ اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔انہوں نے دشمنوں کو مغلوب کر دیا اور بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اقتدار بھی نصیب فرمایا اور جہاد فی سبیل اللہ کی برکات بھی۔

سوال4:﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ﴾''اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین یقیناً فساد سے بھر جاتی''اللہ تعالیٰ ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے کیوں ہٹاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ زمین کے نظام کو بگاڑ سے بچانے کے لیے ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے ہٹاتا ہے۔نادان لوگ کہتے ہیں کہ لڑائی کرنا نبیوں کا کام نہیں۔اس واقعے سے معلوم ہوا کہ جہاد ہمیشہ سے رہا ہے اور اگر جہاد نہ ہو تو فسادی لوگ شہروں کو ویران کر ڈالیں۔﴿2﴾﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی گروہ قوت واقتدار کے نشے میں انسانی حد سے آگے بڑھنا چاہتا ہے تو اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کسی دوسرے گروہ کے ذریعے سے اسے ہٹا دیتا ہے۔اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین فساد سے بھر جاتی اور اس میں کبھی امن قائم نہ ہو سکتا۔﴿3﴾اگر مجاہدوں کے ذریعے سے برے لوگوں اور کافروں کا قلع قمع نہ ہو تو کافروں کے غلبے کی وجہ سے کفر کی رسمیں قائم ہونے سے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک دیے جانے کی وجہ سے زمین فساد سے بھر جاتی۔یہ اس کا فضل ہے کہ اس نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جہاد مقرر کر دیا جس میں ان کی سعادت اور دفاع ہے۔(تفسیر سعدی:299/1)

سوال5: ﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ تمام جہانوں پر بڑے فضل والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے زمین پر فساد عظیم کی نوبت ہی نہیں آنے دیتا اور بدکاروں اور نافرمانوں کے غلبہ کو فرماں برداروں کے ذریعہ سے ہٹاتا رہتا ہے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ اقتدار مستقل طور پر کچھ افراد کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے اس کی حکمت بیان کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جس کے پاس اقتدار ہوتا ہے، وہ تکبر میں مبتلا ہو کر ظلم کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظلم کو مٹانا چاہتے ہیں۔ ﴿2﴾ اگر اقتدار مستقل طور پر کسی ایک گروہ کے پاس رہے تو زمین ظلم سے بھر جاتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے زمین سے فساد دور کرنے کے لیے اقتدار کو مستقل کسی کے پاس نہیں رہنے دیا۔

﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (252) ﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر حق کے ساتھ پڑھ رہے ہیں اور بے شک آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں۔''(252)

سوال1: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر حق کے ساتھ پڑھ رہے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ واقعات جس میں طالوت کی بادشاہت، جالوت کے قتل کا تذکرہ ہے انسانی ذہن کی اختراع نہیں ہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ سارے حقائق کو واضح کر رہا ہے۔

سوال2: ﴿ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ ''اور بے شک آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور بے شک آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں'' ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ جو خود امی ہیں اور امی ماحول میں پلے ہیں۔ وہ معرکۃ الآراء مسائل حل فرما دیتے ہیں اور اخلاق، سیاست اور دین کے باریک نکات سلجھاتے ہیں۔ آپ ﷺ کا علم کسی انسانی استفادہ کا نتیجہ نہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید کے بغیر کوئی انسان صحرائے عرب کے قلب میں بیٹھا ہوا معرفت وحکمت کے چشمے بہائے؟ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے رسول کی رسالت کی گواہی ہے۔ ﴿3﴾ پچھلے انبیاء کے واقعات، انبیاء کے پیروکاروں اور مخالفوں کے واقعات کا بیان یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور آپ ﷺ کا دین سچا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com